بسلسلہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

۱۹۰۸ء۔۲۰۰۸ء

شہدائے احمدیت

(آغاز تا عہد خلافت رابعہ)

فرمودہ

سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع

رحمہ اللہ تعالیٰ

نام کتاب	....	شہدائے احمدیت (آغاز تا عہد خلافت رابعہ)
بیان فرمودہ	....	حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ
(1928-2003ء)

فہرست شہدائے احمدیت

خطبہ	نام شہداء	صفحہ
16/اپریل 1999ء	صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب	1
23/اپریل 1999	سید الشہداء سید عبداللطیف شہید	13
30/اپریل 1999ء دور خلافت ثانیہ کے شہداء	حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب، مولوی عبدالحلیم صاحب، قاری نور علی صاحب، شیخ احمد فرقانی صاحب، ولی داد خان صاحب، میجر محمود احمد صاحب، ماسٹر غلام محمد صاحب، چوہدری بدرالدین صاحب، مولوی عبدالغفور صاحب مع کمسن بیٹا، داؤد جان صاحب، ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب	29
7/مئی 1999ء خلافت ثانیہ کے شہداء	صاحبزادہ محمد سعید جان صاحب، صاحبزادہ محمد عمر جان صاحب، سید سلطان احمد صاحب، سید حکیم صاحب، حضرت حاجی میراں بخش صاحب مع اہلیہ، صوبیدار خوشحال خان صاحب، شہداء انڈونیشیا، شریف دوتسا صاحب، چوہدری محمد حسین صاحب، ماسٹر منظور احمد صاحب، محمد شفیع صاحب، میاں جمال احمد صاحب، مرزا کریم بیگ صاحب، حوالدار عبدالغفور صاحب اور ایک احمدی عطار	47
14/مئی 1999ء شہداء حفاظت مرکز قادیان	جمعدار محمد اشرف صاحب، میاں علم الدین صاحب، سید محبوب عالم صاحب بہاری، پیر سلطان عالم صاحب، مرزا احمد شفیع صاحب، فیض محمد، زہرہ بی بی، عبدالجبار + بچی، ملک حمید علی صاحب، ماسٹر عبدالعزیز صاحب، غلام محمد صاحب، عبدالحق صاحب، محمد رمضان آف کھارا اور ان کا خاندان، نیاز علی صاحب، عبدالمجید خان صاحب، بدردین صاحب مع اہلیہ و بیٹا، عبدالرحمٰن صاحب	59
21/مئی 1999ء شہداء فرقان بٹالین اور دو واقف زندگی شہداء	برکت علی صاحب، اللہ رکھا صاحب، چوہدری نصیر احمد صاحب، منظور احمد صاحب اوجلوی، عبدالرزاق صاحب، محمد اسلم مانگٹ صاحب، سخی منگ صاحب، میاں غلام یٰسین صاحب، محمد خان صاحب، بشیر احمد ریاض صاحب، عبدالرحمٰن صاحب، مولوی عبیداللہ صاحب، الحاج مولوی محمد دین صاحب	77

28/مئی1999ء شہید مربیان کا تذکرہ	شہزادہ عبدالمجید صاحب، محمد رفیق کاشغر صاحب، مرزا منور احمد صاحب، حضرت حافظ جمال احمد صاحب، الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب، مولانا غلام حسین ایاز صاحب، مبارک احمد بھٹی صاحب، محمد شفیق قیصر صاحب، ملک عبدالحفیظ صاحب، عبدالرحمٰن بنگالی صاحب، بشارت الرحمٰن قمر صاحب، مولانا عبدالمالک خان صاحب	85
4/جون1999ء واقفین زندگی شہداء	ڈاکٹر محمد یوسف شاہ صاحب، مولانا ابوبکر ایوب صاحب، ظاہر احمد صاحب، جواد رشید خان صاحب، خواجہ اعجاز احمد صاحب، ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب، قریشی محمد اسد اللہ کاشمیری صاحب، مولوی برکت اللہ محمود صاحب، الحاج محمد ابراہیم بی چی صاحب، قریشی محمد اسلم صاحب، عبدالمالک آدجے صاحب، محمد احمد اموسا مینسا، مبارک احمد ساقی صاحب، مسعود احمد جہلمی صاحب، مبشر احمد چوہدری صاحب، محمد کمال الدین آیودیجی صاحب، چوہدری محمد عیسٰی صاحب، علی حیدر رُاپل صاحب، مبشر احمد باجوہ صاحب، احسان احمد باجوہ صاحب، حلمی الشافعی صاحب، اسماعیل تراولے صاحب، ابراہیم کنڈا صاحب، مولانا کرم الٰہی ظفر صاحب، ابوبکر طورے صاحب، ناصر فاروق سندھو صاحب	101
11/جون1999ء دوران تقسیم ملک اور غیر ممالک میں وفات پانے والے واقفین شہداء	حافظ بشیر احمد جالندھری صاحب، عدالت خان صاحب، چوہدری فقیر محمد صاحب، محمد اسماعیل ونجواں، محمد منیر شامی صاحب، حمیدہ بیگم صاحبہ اور عظیم احمد پنڈت، بابو عبدالکریم صاحب اور شہدائے پونچھ، خواجہ محمد عبداللہ لون صاحب، حاجی فضل محمد خان صاحب مع بیٹا، عثمان غنی صاحب اور عبدالرحیم صاحب، محترم عبدالرحمٰن ساٹری صاحب، فضل بی بی صاحبہ اہلیہ مولانا محمد شریف صاحب، سید رضوان عبداللہ صاحب، سیدہ طینت صاحبہ، بشریٰ منیر صاحبہ، مولوی حنیف یعقوب صاحب، ڈاکٹر قدسیہ خالد ہاشمی صاحبہ، حافظ عبدالوہاب بلتستانی، امۃ المتین صاحبہ اہلیہ محمد افضل ظفر مع بچگان	119
18/جون1999ء عہد خلافت ثالثہ کے شہداء	رستم خان صاحب، مولوی عبدالحق نور صاحب، بشیر احمد طاہر بٹ صاحب، محمد افضل کھوکھر صاحب اور محمد اشرف کھوکھر صاحب، چوہدری منظور احمد اور چوہدری محمود احمد صاحب، چوہدری شوکت حیات صاحب، قریشی احمد علی صاحب، سعید احمد خان صاحب، بشیر احمد صاحب	

135	منیر احمد صاحب ، محمد رمضان ، محمد اقبال صاحب ، غلام قادر صاحب ، چوہدری عنایت اللہ صاحب ، محمد الیاس عارف صاحب ، نقاب شاہ مہمند صاحب ، صوبیدار غلام سرور صاحب اور اسرار احمد خان صاحب آف ٹوپی	
153	ماسٹر غلام حسین صاحب ، چوہدری حبیب اللہ صاحب ، سید مولود احمد صاحب ، محمد فخر الدین بھٹی صاحب ، محمد زمان خان صاحب اور مبارک احمد خان صاحب ، سیٹھی مقبول احمد صاحب ، پروفیسر عباس بن عبدالقادر صاحب ، ماسٹر ضیاء الدین ارشد صاحب ، عبدالحمید صاحب ، بشارت احمد صاحب ، چوہدری عبدالرحیم اور چوہدری محمد صدیق صاحب ، رشیدہ بیگم صاحبہ	25؍جون 1999ء عہد خلافت ثالثہ کے شہداء
171	ملک محمد انور صاحب ، مولوی نور احمد صاحب ، بشیر احمد رشید صاحب ، منشی علم دین صاحب ، چوہدری مقبول احمد صاحب ، ماسٹر عبدالحکیم ابڑو صاحب ، ڈاکٹر مظفر احمد صاحب ، شیخ ناصر احمد صاحب ، چوہدری عبدالحمید صاحب ، قریشی عبدالرحمٰن صاحب ، ڈاکٹر عبدالقادر چینی صاحب ، ڈاکٹر انعام الرحمان انور صاحب ، چوہدری عبدالرزاق صاحب ، ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب	2؍جولائی 1999ء عہد خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ کے شہداء
189	محمود احمد اٹھوال صاحب ، مرزا منور بیگ صاحب ، سید قمر الحق صاحب ، راؤ خالد سلیمان صاحب رخسانہ طارق صاحبہ ، بابو محمد عبدالغفار صاحب ، غلام ظہیر احمد صاحب ، ڈاکٹر منور احمد صاحب ، چک سکندر کے تین شہداء ، ڈاکٹر عبدالقدیر جدران ، ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب جدران ، مبشر احمد صاحب ، نصیر احمد علوی صاحب ، محمد اشرف صاحب جہلن ، رانا ریاض احمد صاحب ، احمد نصر اللہ صاحب ، وسیم احمد بٹ صاحب ، حفیظ احمد بٹ صاحب ، پروفیسر ڈاکٹر نسیم احمد بابر صاحب	9؍جولائی 1999ء عہد خلافت رابعہ کے شہداء
207	قاضی بشیر احمد کھوکھر صاحب ، ملک محمد دین صاحب ، فیضیہ مہدی صاحبہ ، عبدالرحمٰن باجوہ صاحب ، دلشاد حسین کھچی صاحب ، سلیم احمد پال صاحب ، انور حسین ابڑو صاحب ، چوہدری ریاض احمد صاحب ، مبارک احمد شرما صاحب ، محمد صادق صاحب چھٹہ داد ، چوہدری عتیق احمد باجوہ صاحب ، ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ، مظفر احمد شرما صاحب ، میاں محمد اکبر اقبال صاحب ، محمد جری اللہ مظفر صاحب ، محمد ایوب اعظم صاحب ، ملک نصیر احمد صاحب ، ماسٹر نذیر احمد بھگیو صاحب	16؍جولائی 1999ء عہد خلافت رابعہ کے شہداء

23/جولائی 1999ء عہد خلافت رابعہ کے شہداء	سید محمد موسیٰ صاحب، عبدالمجید صاحب، اے ٹی ایم حق صاحب، مصطفیٰ علی صاحب بنگلہ دیش، چوہدری عبدالرشید شریف صاحب، ملک اعجاز احمد صاحب، مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ	223
ضمیمہ شہدائے احمدیت	شہدائے مسجد کھلنا بنگلہ دیش، ڈاکٹر شمس الحق طیب صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب، چوہدری عبداللطیف صاحب اٹھوال، شہدائے مسجد گھٹیالیاں، شہدائے تخت ہزارہ، عبدالرحیم مجاہد صاحب مع اہلیہ، پاپوحسن صاحب، شیخ نذیر احمد صاحب، چوہدری نور احمد صاحب اور طاہر احمد صاحب، نعیم احمد نسیم صاحب، غلام مصطفیٰ محسن صاحب، مقصود احمد صاحب، ڈاکٹر رشید احمد صاحب، عبدالوحید صاحب، میاں اقبال احمد صاحب ایڈووکیٹ	231

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے شہید

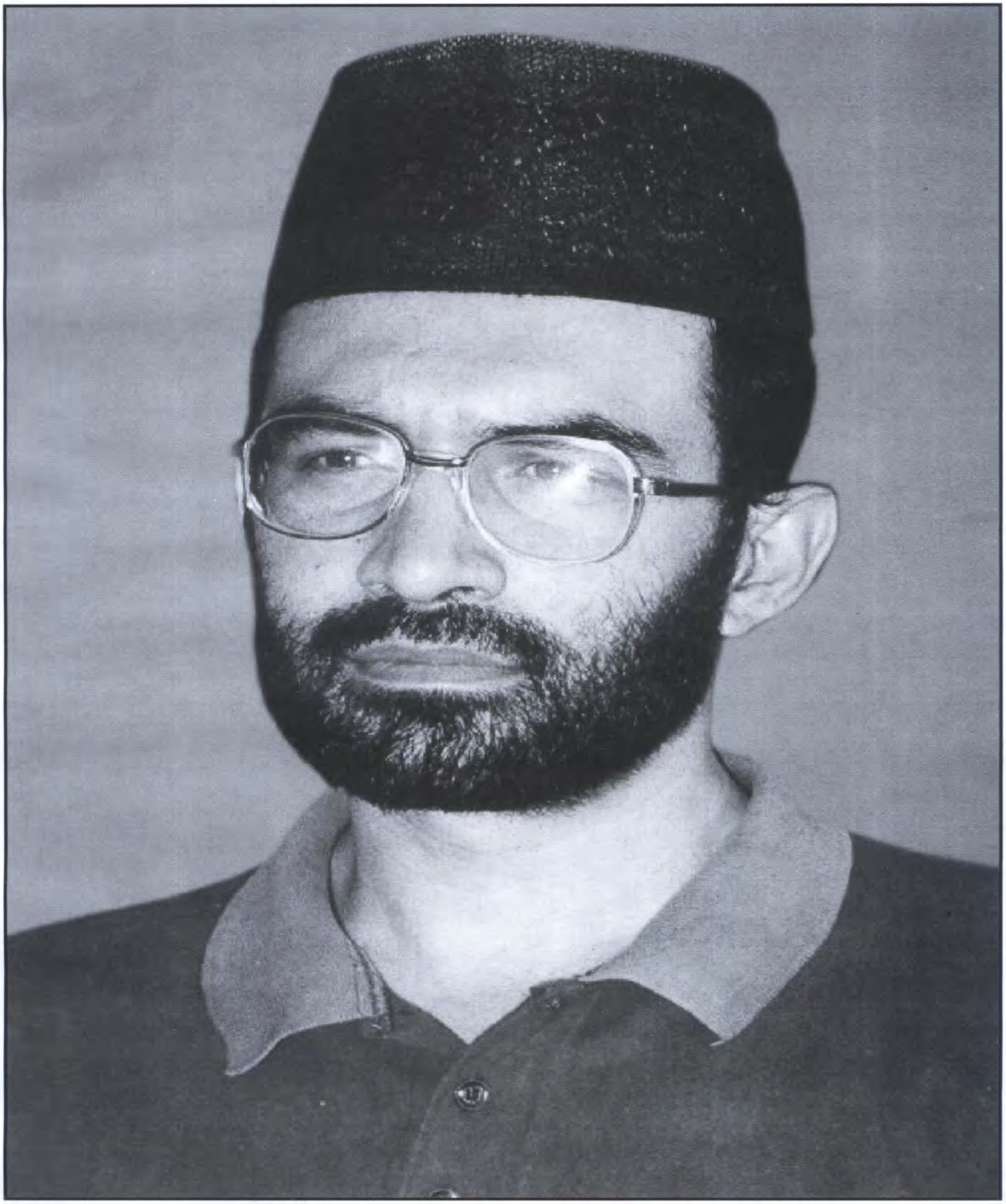

صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب شہید
تاریخ شہادت ۱۶ر اپریل ۱۹۹۹ء

صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب کی شہادت کا تذکرہ

(تاریخ شہادت ۱۴/اپریل ۱۹۹۹ء)

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶/اپریل ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورؒ نے درج ذیل آیات کی تلاوت کی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ (البقرة:۱۵۴-۱۵۸)

اس کے بعد فرمایا:

ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کرو۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ اللہ یقیناً صبر

کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلوةِ اور ہرگز اس کو مردہ نہ کہو جو خدا کی راہ میں مارا جائے یا جو خدا کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردے نہ کہو بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ بلکہ وہ تو زندہ ہیں، حقیقت یہی ہے کہ وہ زندہ ہیں وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ مگر تم کوئی شعور نہیں رکھتے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ اور میں تمہاری ضرور آزمائش کروں گا کچھ خوف کے ساتھ وَالْجُوْعِ اور بھوک کے ساتھ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ اور مالوں اور جانوں کے ضیاع کے ساتھ۔ وَالثَّمَرٰتِ اور اسی طرح پھلوں کے نقصان کے ساتھ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والوں کو بشارت دے دے۔ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ یعنی وہ لوگ جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ یہی وہ لوگ ہیں جن پر بہت ہی برکات ہیں اپنے رب کی طرف سے وَرَحْمَةٌ اور اس کی رحمت بھی ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت کے تعلق میں میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک جامع اور مانع حدیث جو بخاری سے لی گئی ہے پڑھ کر سناتا ہوں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔

(بخاری کتاب المظالم من قتل دون مالہ حدیث نمبر ۲۳۰۰)

اس حدیث میں تمام شہادتیں اکٹھی کر دی گئی ہیں جو حال ہی میں ہمارے شہید ہونے والے عزیزم غلام قادر کو سب نصیب ہوئیں کیونکہ ان کے اندر شہادت کی وجوہات میں سب اکٹھی ہو

گئی ہیں اور بھی بہت چیزیں اکٹھی ہوئی ہیں جن کا میں تفصیل سے ذکر کروں گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اولیاء اللہ اور وہ خاص لوگ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ یعنی تم ان کو مردے مت خیال کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ تو زندہ ہیں''۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۷)

یہ خدا کی راہ میں جب زندہ کئے جاتے ہیں تو ان کو پھر دوبارہ اس دنیا میں واپس آنے کی تمنا ہوتی ہے جبکہ اور کسی کو جو خدا کے ہاں قرب کا مقام پا جائے جنت میں واپس آنے کا خیال تک نہیں آتا۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ ان شہداء کا معاملہ اور ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک حدیث کے حوالے سے یہ ذکر فرماتے ہیں وہ حدیث ترمذی کتاب الجہاد سے لی گئی ہے، اس کا ایک ٹکڑا میں آپ کے سامنے رکھتے ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

''کوئی بندہ بھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور خیر مقدر ہو فوت ہونے کے بعد دوبارہ دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا خواہ دنیا و مافیہا بھی اس کے لئے مقدر ہو''۔

ساری دنیا کی بادشاہت جو کچھ اس میں ہے اس کے مال و دولت سب کا وعدہ ہو کہ سب تجھے دیئے جائیں گے پھر بھی وہ نہیں آئے گا ''سوائے شہید کے''۔ شہید دوبارہ آنا چاہتا ہے۔ ''شہادت کی فضیلت کی وجہ سے یہ ایسا کرتا ہے''۔ یہ حدیث میں جس فضیلت کا ذکر ہے اس سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اور یہی مضمون دوسری احادیث میں مزید وضاحت کے ساتھ بھی بیان ہوا ہے۔

ایک لمبی حدیث میں سے ایک ٹکڑا میں نے لیا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کے والد شہید ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کو زندہ کیا۔اس سے آمنے سامنے گفتگو ہوئی اور فرمایا میرے بندے مجھ سے جو مانگنا ہے مانگ میں تجھے دوں گا۔تو تمہارے والد نے جواباً عرض کیا۔اے میرے رب میں چاہتا ہوں کہ تو زندہ کر کے مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تا کہ تیری خاطر دوبارہ قتل کیا جاؤں۔اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ میں یہ قانون نافذ کر چکا ہوں کہ کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں نہیں لوٹاؤں گا''۔

(ترمذی ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ آل عمران)

اسی حدیث کے مختلف ورژن (Version) یعنی مختلف رنگ میں اسی مضمون پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے روشنی ڈالی ہے۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ شہید خدا کے حضور پیش ہوا اور اس نے کہا کہ مجھے سو بار دنیا میں بھیج اور سو بار تیری راہ میں قتل کیا جاؤں اور ہر بار میری یہی خواہش ہو کہ میں دوبارہ دنیا میں جاؤں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہی جواب دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ایک حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی بھی ایسی ہی خواہش کا ذکر فرمایا ہے۔ان سب امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ شہید کو مردہ نہیں کہنا، وہ زندہ ہے بلکہ سب زندوں سے زیادہ زندہ ہے اور ایسا زندہ ہے جس زندگی سے قوم زندگی پاتی ہے۔

اس پہلو سے جس شہادت کا میں ذکر کرنے لگا ہوں اس میں بھی یہ خصوصیت تھی کہ اس کی شہادت سے قوم نے واقعۃً غیر معمولی طور پر زندگی پائی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے''۔

(روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۱۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

''اے مومنو! ہم تمہیں اس طرح پر آزماتے رہیں گے اور کبھی

خوفناک حالت تم پر طاری ہوگی اور کبھی فقر و فاقہ تمہارے شامل حال ہوگا اور کبھی تمہارا مالی نقصان ہوگا اور کبھی جانوں پر آفت آئے گی اور کبھی اپنی محنتوں میں ناکام رہو گے اور حسب المراد نتیجے کوششوں کے نہیں نکلیں گے اور کبھی تمہاری پیاری اولاد مرے گی۔ پس ان لوگوں کو خوشخبری ہو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی چیزیں ہیں اور اس کی امانتیں اور اس کی مملوک ہیں۔ پس حق یہی ہے کہ جس کی امانت ہے اس کی طرف رجوع کرے۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو خدا کی راہ کو پا گئے۔ غرض اسی خلق کا نام صبر اور رضا بر ضائے الٰہی ہے''۔

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی تعلق میں ان قربانیوں کے ادوار میں جماعت کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کوئی یہ نہ کہے کہ میرے پر ہی تکلیف اور ابتلاء کا زمانہ آیا ہے بلکہ ابتداء سے سب نبیوں پر آتا رہا ہے...... ایک روایت میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے تھے۔ آخر بشریت ہوتی ہے، غم کا پیدا ہونا ضروری ہے مگر ہاں صبر کرنے والوں کو پھر بڑے بڑے اجر ملا کرتے ہیں''۔

پھر فرماتے ہیں:۔

''جب خدا کی طرف سے کوئی امتحان پڑتا ہے اور ابتلاء آتا ہے تو وہ رگ اور پٹھے کا لحاظ رکھ کر نہیں آتا''۔

یہ بہت دلچسپ عبارت ہے۔ لمبی ہے اس میں سے میں نے ایک ٹکڑا لیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان خود خدا کی راہ میں جتنی مرضی محنت کرے اور اپنے بدن کو اس لئے کمائے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ جتنی چاہے ریاضت کرے مگر وہ اپنے رگ پٹھے کا بھی خیال رکھتا ہے اور کبھی اس سے غافل نہیں ہوتا مگر جب خدا ابتلاء میں ڈالتا ہے تو ہرگز رگ پٹھے کا خیال نہیں کرتا پھر جس قدر اس کو تکلیف

پہنچے، پہنچنے دیتا ہے اور وہ تکلیف اس کی مرضی سے نہیں ہوتی۔ بے اختیار کے عالم میں مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ خدا کی راہ میں تکلیف اٹھائے اور صبر دکھائے۔ پس یہ وہ مضمون ہے جس کے متعلق میں یہ عبارت پڑھ رہا ہوں اس میں رگ پٹھے کا جو لفظ آیا ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

فرماتے ہیں:۔

''ابتلاء آتا ہے تو وہ رگ اور پٹھے کا لحاظ رکھ نہیں آتا۔ خدا کو اس کے آرام اور رگ پٹھے کا خیال مدنظر نہیں ہوتا۔ انسان جب کوئی مجاہدہ کرتا ہے تو اپنا تصرف رکھتا ہے مگر جب خدا کی طرف سے کوئی امتحان آتا ہے تو اس میں انسان کے تصرف کا دخل نہیں ہوتا۔ انسان خدا کے امتحان میں بہت جلد ترقی کر لیتا ہے اور وہ مدارج حاصل کر لیتا ہے جو اپنی محنت اور کوشش سے کبھی حاصل نہیں کر سکتا''۔ (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴، مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵)

عمر بھر ریاضتوں میں جو گزر جائے اس کے نتیجے میں اس تیزی کے ساتھ انسانی روح خدا کے حضور صعود نہیں کرتی جتنا خدا کی طرف سے ڈالے ہوئے ابتلاء میں ظہور میں آتا ہے اور یہی صورت ہمارے شہید عزیزم غلام قادر کی شہادت پر اطلاق پاتی ہے۔

اس تمہید کے بعد جو قرآنی آیات اور احادیث اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کی روشنی میں میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اب میں عزیزم مرزا غلام قادر کی شہادت کے متعلق کچھ ایسی باتیں کرنا چاہتا ہوں جو اکثر جماعت کو معلوم نہیں ہونگی۔ اور کیوں میں اس شہادت کو ایک بہت عظیم اور غیر معمولی شہادت قرار دے رہا ہوں اس کی وجوہات جماعت کی سمجھ نہیں آئیں گی۔ شاید یہ سمجھتے ہوں کہ میرا رشتہ دار شہید ہوا ہے اس لئے ہم یہ باتیں کر رہے ہیں۔ جب میں سمجھاؤں گا تو پھر یہ سمجھ آئے گی کہ اس میں رشتے داری یا قرب کا کوئی تعلق نہیں، یہ شہادت واقعۃً ایک غیر معمولی شہادت ہے۔ اس کے کئی پہلو ایسے ہیں جن کو اس وقت اجاگر کر کے بیان کرنے کی ضرورت ہے اور اس اعلان کے ساتھ جو بھی جمعہ میں شریک احباب و خواتین ہیں میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ نماز جمعہ کے معاً بعد میں ان کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا تو وہ اس میں شریک ہو کر سعادت دارین حاصل کریں۔

سب سے پہلے قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی براہ راست ذریت کی تیسری نسل سے ہے۔غلام قادر شہید حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب اور قدسیہ بیگم کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔قدسیہ بیگم نواب عبداللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی ہیں۔اس پہلو سے حضرت اقدس علیہ السلام کے بیٹے اور بیٹی دونوں کے خون ان کی رگوں میں اکٹھے ہو گئے۔صرف یہی نہیں بلکہ میرے ساتھ بھی ان کا ایک رشتہ بنتا ہے......میرے ساتھ ان کا جو رشتہ ہے وہ یہ ہے کہ میری ہمشیرہ امتہ الباسط اور بہنوئی میر داؤد احمد صاحب ابن حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے چھوٹی بیٹی عزیزہ امتہ الناصر نصرت ان کی بیگم تھیں......

......حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے بزرگوں کے خون کا ایک شہید کی رگوں میں اکٹھا ہونا ایک غیر معمولی واقعہ ہے جو میری نزدیک خاص تقدیر الٰہی کے تابع ہوا ہے تا کہ سب کا حصہ پڑ جائے۔حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی حصہ پڑ گیا اس میں اور سب بزرگوں کے جتنے خون ہیں ان کا اجتماع ہوا ہے اور یہ شاید ہی اس خاندان کے کسی اور لڑکے کے متعلق کہا جا سکتا ہو۔

جہاں تک شہید کے تعلیمی کوائف کا تعلق ہے وہ ان کی ذہنی اور علمی عظمت کو ہمیشہ خراج تحسین پیش کرتے رہیں گے لیکن اصل خراج تحسین تو ان کی وقف کی روح ہے جو انہیں پیش کرتی رہے گی اور ہمیشہ ان کو زندہ رکھے گی۔ان کی تعلیم پہلے ربوہ اور پھر ایبٹ آباد پبلک سکول میں ہوئی۔جہاں سے ایف ایس سی (F.Sc.) کے امتحان میں یہ تمام پشاور یونیورسٹی میں اول قرار پائے۔پھر انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے الیکٹریکل انجینئرنگ میں بی ایس سی (B.Sc.) کی پھر امریکہ جارج میسن یونیورسٹی سے کمپیوٹر سائنس میں ایم ایس (M.S.) کیا اور پاکستان پہنچ کر اپنے وقف کے عہد پر پورا اترتے ہوئے اپنی خدمات سلسلہ کے حضور پیش کر دیں۔

ربوہ میں کمپیوٹر کے شعبے کا آغاز کرنے اور پھر اسے جدید ترین ترقی یافتہ خطوط پر ڈھالنے کی ان کو توفیق ملی۔وہاں بہت ہی عظیم کام ہو رہے ہیں کمپیوٹر میں پوری ٹیم تیار ہو گئی ہے اور ان کا نظام دنیا کے کسی ملک سے پیچھے نہیں ہے۔جدید ترین سہولتیں مہیا کی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے بہت سے کام جو زیادہ کاموں کے اجتماع کی وجہ سے یہاں نہیں کئے جا سکتے وہ ہم وہاں ربوہ بھیجتے ہیں

اور وہاں کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ ہمارے اس کام کو آسان کر دیتا ہے۔ بہت سی کتابیں چھپ رہی ہیں، بہت سے ایسے کام ہیں وہ وہاں چلے جاتے ہیں۔ وہاں سے ڈسک (Disc) بن کر ہمارے پاس آ جاتی ہے تو اس کا بھی سہرا غلام قادر مرحوم کے سر پر ہے۔

نہایت محنتی، خاموش طبع اور دلنواز شخصیت کے مالک تھے۔ تین خوبیاں یہ ایسی نمایاں تھیں۔ بے انتہاء محنتی، خاموش طبع، چپ چاپ اپنے کام میں لگے رہتے تھے اور شخصیت بڑی دلنواز تھی، دل لبھانے والی تھی جس کو طبیعت کے بے تکلف انکسار نے چار چاند لگا دیئے تھے یعنی انکسار ایسا تھا جو بالکل بے تکلف مزاج کی رگ رگ میں داخل تھا۔ شہید ۱۲/جنوری ۱۹۶۲ء کو پیدا ہوئے تھے گویا اس عظیم شہادت کے وقت ان کی عمر ۳۷ سال کے قریب تھی اور اب یہ عمر لازوال ہو چکی ہے۔ ان کے پسماندگان میں عزیزہ امتہ الناصر نصرت جو میری بہت ہی پیاری بھانجی ہیں ان کے بطن سے ایک نو سالہ بیٹی عزیزہ سطوت جہاں ہے، ایک سات سالہ بیٹا کرشن احمد ہے نیز اڑھائی سالہ جڑواں بچے عزیزان محمد مفلح اور نورالدین شامل ہیں۔

ایک خصوصیت جو اس شہادت کو اس دور کی سب دوسری شہادتوں سے ممتاز کرتی ہے جس کا میں ابھی ذکر کرنے والا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک بہت ہی ہولناک ملک گیر فتنہ کے احتمال سے بچا لیا۔ اس سے پہلے کوئی ایسی شہادت نہیں جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہو کہ اس شہادت کے نتیجے میں بکثرت معصوموں کے خون بہائے جانے کے احتمال سے خدا تعالیٰ نے بچا لیا ہو۔ اور یہ بہت ہی گہری اور بہت ہی کمینی اور ہولناک سازش تھی۔ جس کے متعلق اب مزید تحقیق جاری ہے اور اگرچہ پولیس نے اس معاملے کو دبانے کی کوشش کی تھی مگر ہمارے ماہرین لگے ہوئے ہیں اور پوری تفاصیل معلوم کر کے رہیں گے انشاء اللہ۔ لیکن جواب تک معلوم ہو چکا ہے اس پر بنا کرتے ہوئے میں آپ کو یقین کے ساتھ بتا سکتا ہوں کہ کوائف کیا ہیں۔

ان کا اغوا لشکر جھنگوی کے چار اشتہاری بدمعاشوں نے جن کا سرغنہ لشکر جھنگوی کا ایک نہایت بدنام زمانہ مولوی تھا اور یہ چاروں مفرور مجرم پولیس کو انتہائی خطرناک جرائم کے ارتکاب میں اس درجہ مطلوب تھے کہ ان میں سے ہر ایک کے سر کی قیمت حکومت نے بیس بیس لاکھ مقرر کر رکھی تھی یعنی بد بخت ملاں جو اس کا سربراہ تھا اور باقی پیشہ ور بدمعاش جو ان کی ملازمت میں رہتے ہیں ان

سب کے سروں کی بیس بیس لاکھ قیمت مقرر کر رکھی تھی۔ اس قسم کے منظّم جرائم کے ماہرین سے ہم نے مشورہ کیا ہے ان کی قطعی رائے یہ ہے کہ ان کو شیعوں پر خطرناک حملہ کرنے کے الزام میں ملوث کیا جائے کیونکہ محرم کا زمانہ ہے اس لئے دنیا پر یہ ظاہر کرنا تھا اور سارے ملک میں یہ کہہ کے آگ لگانی تھی کہ بے چارے سپاہ صحابہ پر تو خواہ مخواہ الزام آتے ہیں اصلی بدمعاشی جماعت احمدیہ کروا رہی ہے اور محرم وغیرہ کے مواقع پر جو ملک گیر فسادات ہوتے ہیں ان میں یہ ذمہ دار ہیں اور اگر یہ پتہ چل جائے کہ جماعت احمدیہ ملوث ہے تو پھر وہ ملک گیر فسادات بہت زیادہ ہولناک صورت اختیار کر سکتے تھے۔ بے شمار احمدی معصوموں کی جانیں ان کے رحم وکرم پر ہوتیں، جو رحم وکرم کا نام تک نہیں جانتے۔

چنانچہ ماہرین بڑی قطعیت کے ساتھ یہ کہتے ہیں اور ان کے پاس یہ کہنے کی وجوہات موجود ہیں۔ ان کی کار سمیت ان کی لاش کو وہ کہتے ہیں کہ جلا دینا مقصود تھا۔ جس میں دہشت گردی کے جدید ترین ہتھیار مثلاً راکٹ لانچرز، گرینیڈ اور گرینیڈ لانچر اور بہت سے کلاشنکوفیں بھر دی جانی تھیں۔ یہ خیال کیوں ان کو آیا اس لئے کہ ایک شخص کے قتل کے لئے اتنا بھاری جدید اسلحہ جو دہشت گردی کے جدید ترین تیار لوگوں کو جو ٹرینڈ آدمی ہیں ان کو دیا جاتا ہے وہ ساتھ لے جانے کی ضرورت کیا تھی۔ ایک کار سے ان سارے جدید ترین اسلحات کی بھرمار پکڑی گئی ہے اور ان ماہرین کا خیال ہے کہ یہ ساری چیزیں ان کی کار میں بھر کر ان کو جلا دینا مقصود تھا لیکن اندر سے وہ چیزیں پکڑیں جاتیں اور یہ الزام لگتا کہ سارے پاکستان میں جو خطرناک اسلحہ تقسیم ہو رہا ہے اور بدمعاشیاں کی جا رہی ہیں یہ جماعت احمدیہ کروا رہی ہے۔ اور یہ جو چیزیں پکڑی گئیں یہ پولیس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ ایک طرف تو اس کو اتفاقاً ڈکیتی کا واقعہ بیان کرتی ہے اور دوسری طرف تسلیم کرتی ہے کہ ساری چیزیں ان کے پاس تھیں۔ عام ڈکیتی میں اتنے خطرناک ہتھیاروں کی ضرورت کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ ویسے ہی ناممکن ہے۔

اب عزیزم غلام قادر شہید کا جو غیر معمولی کارنامہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کو سمجھ آئی تھی یہ ایک بہت خطرناک سازش ہے جس کے بداثرات جماعت پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے بالکل پروا نہیں کی کہ اس کو کیا تکلیف دی جا رہی ہے۔ اس کے گلے گھونٹنے کی کوشش کی گئی اس کو ہر طرح سے اندر خنجر مار کے بھی مارنے کی کوشش کی گئی تا کہ وہ بچ کے باہر نہ نکل سکے لیکن بڑی سخت جان کے ساتھ سارے مصائب برداشت کرتے ہوئے وہ ان کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور یہ پسند کیا

کہ سڑک پر اس کا خون بہہ جائے تا کہ جماعت احمدیہ اس سازش کے بداثرات سے محفوظ رہے اور ان کے قبضہ میں آ کر دہشت گردی کے منصوبے میں اس کو ملوث نہ کیا جا سکے۔ یہ جدو جہد تھی قادر کی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہی۔

شدید جسمانی اذیت پہنچی ہے مگر بالکل پروا نہیں کی۔ آخر دم تک ان سے لڑتا رہا اور اغواء کا منصوبہ ناکام کر دیا اور سڑک پر باہر نکل کر ان کی گولیوں کا نشانہ بننا قبول کر لیا۔ اس شہادت کا یہ پہلو ایسا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ **قیامت تک شہید کے خون کا ہر قطرہ آسمان احمدیت پر ستاروں کی طرح جگمگاتا رہے گا۔** مجھے اس بچے سے بہت محبت تھی۔ میں اس کی خوبیوں پر گہری نظر رکھتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کیا چیز ہے۔ اس وجہ سے میں بہت ہی پیار کرتا تھا گویا یہ میری آنکھوں کا تارا تھا۔ مجھے صرف ایک حسرت ہے کہ کاش کبھی لفظوں میں اس کو بتا دیا ہوتا کہ اے قادر تم مجھے کتنے پیارے ہو۔ کبھی آج تک ناز اور غم کے جذبات نے مل کر میرے دل پر ایسی یلغار نہیں کی۔ ناز بھی ہے اور غم بھی ہے ان دونوں جذبات نے مل کر کبھی میرے دل پر ایسی یلغار نہیں کی جیسے قادر شہید کی شہادت نے کی ہے۔ اِنَّمَآ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ (یوسف: ۸۷) خدا کے حضور آنسو بہانا منع نہیں ہے۔ کوشش یہی ہونی چاہئے کہ دنیا کے سامنے یہ آنسو نہ بہیں صرف اللہ کے حضور بہیں مگر بے اختیاری میں نکل بھی جاتے ہیں۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کو قبر میں دفناتے ہوئے اگرچہ بے انتہاء صبر کا مظاہرہ کیا مگر آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایک بدنصیب نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ کی آنکھ سے آنسو! کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا خدا نے مجھے شقی القلب نہیں بنایا۔ اگر تم بدنصیب ہو تو میری پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ میرا دل سخت نہیں ہے۔ میرے دل کے خون کے قطرے میرے آنسو بن کر بہہ جاتے ہیں مگر یہ ایک بے اختیار کا معاملہ ہے، میرے صبر کے باوجود ایسا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر صبر کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

پس میں آخر پر قادر شہید کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں سید الشہداء حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کو خدا تعالیٰ

نے سید الشہداء ہونے کی توفیق عطا فرمائی وہ توازلی ابدی توفیق ہے اس کا مقابلہ تو نہ قادر کرسکتا ہے نہ کوئی اور کرسکتا ہے **پس اے شہید تو ہمیشہ زندہ رہے گا اور ہم سب ایک دن آ کر تجھ سے ملنے والے ہیں۔ زندہ باد، غلام قادر شہید، پائندہ باد۔**

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا:

میں نے بارہا نصیحت کی ہے کہ جو میرے سامنے بیٹھے ہوں وہ گھور گھور کے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھا کریں اس سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے جس کو Embarrassment کہتے ہیں نا اور باوجود بار بار یہ کہنے کے پھر بھی لوگ ایسے ہی کرتے ہیں۔ اب بھی ایک دیکھ رہے ہیں سامنے بیٹھے ہوئے زرد قمیص والے۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کا یہی طریق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا بھی یہی طریق تھا۔ جب نظریں نہ پڑتی ہوں کسی پہلو پر بیٹھے ہوں یا نظریں نہ پڑ رہی ہوں اس وقت بے شک دیکھ لو، ایک محبت کا بے اختیار جذبہ ہوا کرتا ہے مگر خصوصاً ایسے خطبہ میں جس میں انسان جذباتی ہو جاتا ہے مجھے سخت تکلیف پہنچتی ہے جب میں دیکھ رہا ہوں کہ بعض لوگ گھور گھور کر مجھے دیکھے چلے جا رہے ہیں۔ پس اس کے بعد میں اب خطبہ ثانیہ پڑھتا ہوں۔

خطبہ ثانیہ کے بعد مزید فرمایا:

احباب دو سنتیں پڑھ لیں۔ جمعہ کے معاً بعد پھر میں نماز جنازہ پڑھاؤں گا پھر آپ کو رخصت ہوگی۔

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم   ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

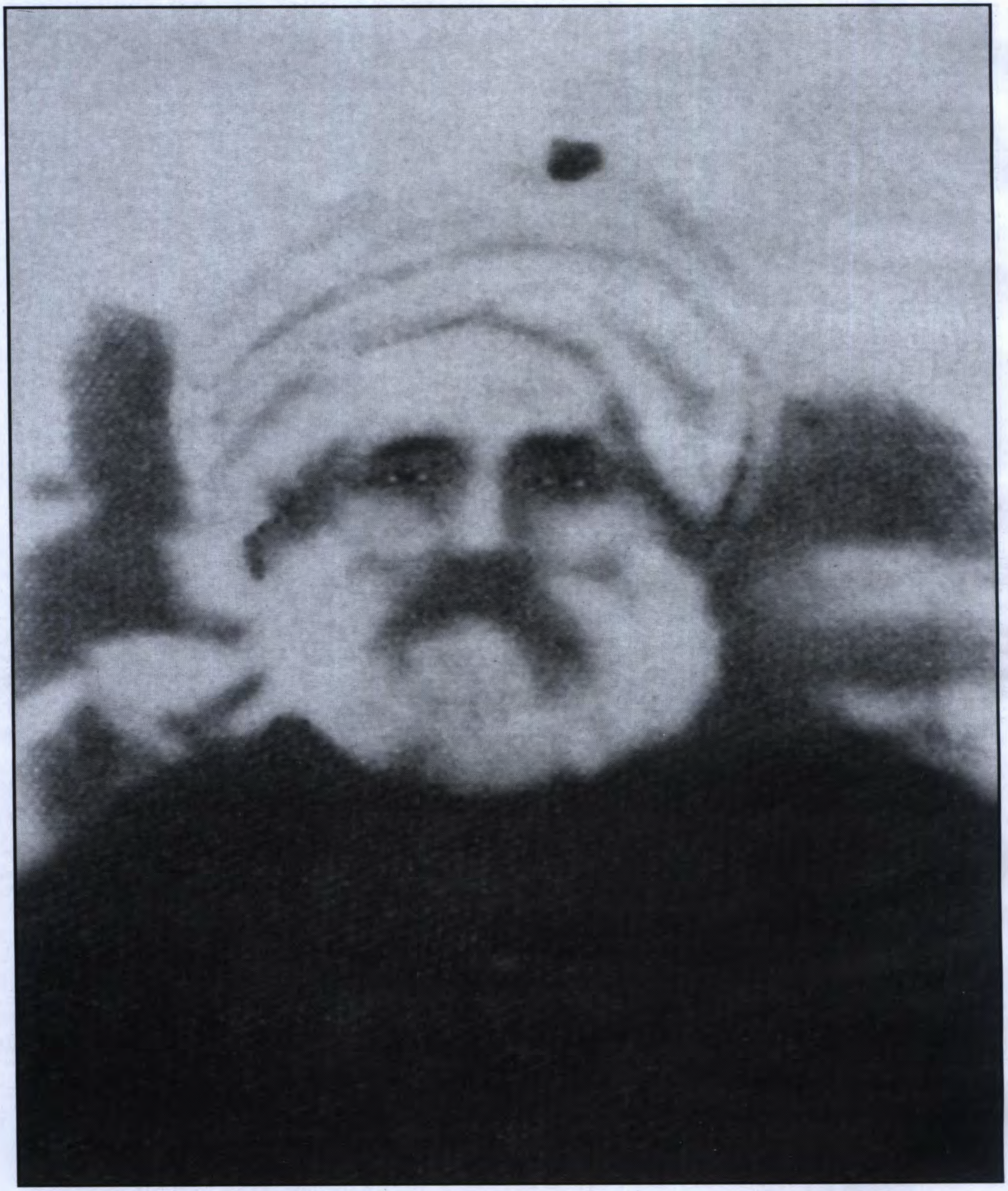

سید الشہداء حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہید رئیس اعظم خوست افغانستان
تاریخ شہادت ۱۴ ، جولائی ۱۹۰۳ء

حضرت سید عبداللطیف شہید کابل کی شہادت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳/اپریل ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے فرمایا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۞ (البقرۃ:۱۵۵)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ جو بھی اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو کو مردے نہ کہو۔ بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ جبکہ حال یہ ہے کہ تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ یہی وہ آیت ہے جو شہداء کے ضمن میں ہمیشہ پڑھی جاتی ہے اور اسی تعلق میں میں آج اس مضمون کو جاری رکھوں گا جو پچھلے خطبہ میں بیان کیا تھا۔

ایک غلطی جو اُس خطبہ کے دوران مجھ سے ہوئی وہ نسبتی غلطی تھی یعنی میں نے غلام قادر شہید کو اپنے دور کا سید الشہداء کہہ دیا تھا اور اس پہلو سے اس کے بعد مجھے رات بھر یہ پریشانی رہی اور دوسرے دن صبح میں نے پرائیویٹ سیکریٹری صاحب کو ہدایت کی کہ اپنے اخباروں کو، رسالوں کو اچھی طرح ہدایت کر دیں کہ یہ لفظ کسی نسبت سے بھی نہ استعمال ہو اور ایسا ہی ہوگا لیکن میں وجہ بیان کر رہا ہوں کہ کیوں میں نے ایسا کیا۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ مجھے خیال آیا کہ اللہ کے سوا کون کسی کو سید الشہداء کہہ سکتا ہے، وہ ہر حال سے باخبر ہے۔ وہی ایک ذات ہے جو کسی کے متعلق سید الشہداء ہونے کا

فتویٰ دے سکتی ہے اور کسی دور کی نسبت سے اللہ ہی کو حق ہے اور کسی کو حق نہیں ہے۔ اور اس تعلق میں میرا ذہن حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہید کی طرف گیا اور خیال آیا کہ اگر یہ بات اسی طرح رہی اور ہمارے اخباروں میں اور کیسٹس میں لوگ یہ سنتے چلے گئے تو قیامت تک یہ ایک ناجائز سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ ہمارے شہداء کا دور تو اللہ بہتر جانتا ہے کب تک چلنا ہے اور سب میں ایک دوسرے سے بڑھنے کے شوق میں یہ ناجائز دوڑ شروع ہو جائے گی کہ کوئی کہے گا اس دور کا یہ سید الشہداء ہے اُس دور کا وہ سید الشہداء ہے اور اصل شہید کی عظمت پر ایک رنگ میں پردہ پڑ جائے گا جو حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف شہید ہیں، ہمیشہ وہی رہیں گے کوئی نہیں جو ان کی پاسنگ کو بھی پہنچتا ہو۔ پس اس پہلو سے میں نے آج کے خطبہ میں ایک تو یہ وضاحت کرنی ضروری سمجھی اور کچھ اور وضاحتیں بھی، کچھ لفظی غلطیاں وغیرہ اور رہ گئی تھیں جو میں درست کرنا چاہتا ہوں۔

ایک غلطی ایسی ہوئی ہے جو میرے علم میں ہے کہ غلط ہے اور میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا کہ غلام قادر شہید کی رگوں میں میرا یا میری ماں کا یا میر داؤد احمد صاحب یا میر محمد اسحٰق صاحبؓ کا خون دوڑ رہا ہے۔ مجھے علم ہے، اچھی طرح جانتے ہوئے میرے منہ سے بجائے یہ نکلنے کے کہ شہید کی اولاد میں یہ سب خون دوڑ رہا ہے، یہ لفظ نکل گیا کہ شہید کے خون میں دوڑ رہا ہے اور ایک غلطی سے دوسری غلطی پیدا ہونے لگ گئی۔ پس جو خون آپ کی رگوں سے بہا ہے بلاشبہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جانؓ کا خون ہے۔ اس میں میرا یا کسی اور کے خون کے شامل ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے ہاں ان کی اولاد میں یہ خون اکٹھے ہو گئے ہیں اور اس کی کوئی مثال خاندان میں آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ ان کے بچوں میں جو خون اکٹھے ہوئے ہیں وہ تو لگتا ہے مجمع البحرین ہے۔ ہر طرف سے آ آ کر خون کی نالیاں مل گئی ہیں۔ تو اس درستی کو بھی پیش نظر رکھیں اور ان کے متعلق جو میرا فقرہ منہ سے نکلا تھا وہ کسی پہلو سے بھی درست نہیں تھا۔ وہ کہنا یہ چاہئے تھا کہ آپ کی اولاد میں یہ خون اکٹھے ہو گئے، منہ سے نکل گیا کہ ان کے خون میں یہ سب خون اکٹھے ہو گئے۔

دوسرا ایک اور غلطی جو لفظی ہے جو تحریر میں غلط لکھی گئی تھی اور اسی طرح میں نے اس کو پڑھ دیا یا تحریر میں ٹھیک لکھی گئی ہوگی یا میری نظر کا قصور ہوگا اللہ بہتر جانتا ہے کیا واقعہ ہوا۔ ان کے ایک بچے کا نام جو جڑواں بچہ ہے محمد معظم لکھا گیا تھا حالانکہ محمد مفلح نام ہے۔ ماں باپ نے محمد مفلح نام رکھا تھا اور

لکھنے میں کوئی طرز ایسی تھی کہ میں اسے محمد معظم پڑھ گیا۔ تو یہ معمولی ایک ثانوی سی غلطی ہے مگر اس کی درستی بھی ضروری تھی۔

ایک لفظ محرم کا ہے جو میں غلط استعمال کرتا رہا ہوں سارے عرصہ میں اور اچھا بھلا علم ہے کہ محرم ذوالحج کا مہینہ گزرنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ہمیشہ سے علم ہے، ہر بچہ بچہ جانتا ہے لیکن میں حج کے معاً بعد یہ کہنے لگ پڑا کہ محرم شروع ہو گیا۔ اس غلطی کو تو میں یقیناً یہی سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ کے تصرف سے ہوئی تھی کیونکہ جماعت احمدیہ کے لئے یہ محرم شروع ہو چکا تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو خون بہا ہے شہادت کے طور پر اور آپ کی اولاد کے ذریعہ یہ کربلا کی یاد تازہ کرتا ہے۔ پس اس پہلو سے اس کو تو غلطی سے زیادہ تصرف الٰہی سمجھتا ہوں۔ یہ میرا بار بار کہنا کہ محرم شروع گیا ہے دعائیں کرو یہ خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہوا ہے۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ جماعت کثرت کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی آل پر جو سچی روحانی آل ہیں درود بھیجنا شروع کر دیں۔ کیونکہ محرم سے پہلے پہلے ہی یعنی اصل مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی یہ واقعہ گزر جانا تھا۔

ایک اور بات میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے خطبہ سے کئی لوگوں کو یہ غلط تاثر ہوا ہے کہ مجھے جو غلام قادر سے محبت تھی اور ان کی شہادت کا صدمہ ہے اس کی وہ اپنی بہن امتہ الباسط کا خیال رہا ہے اور اپنی بھانجی نصرت کا، یہ درست نہیں۔ کئی لوگ تعزیت میں بھی یہ بات کہتے ہیں، ہرگز یہ درست نہیں ہے۔ لوگوں کو تصور نہیں کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون سے کیسی محبت ہے۔ ایسا عاشق ہوں کہ شاید کوئی اور اس کی نظیر نہ ملتی ہو۔ اور اس کا ذہن پر اتنا دباؤ تھا کہ دیکھو پہلی بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون شہادت کے طور پر گلیوں میں ظاہر ہوا ہے۔ تو اس ضمن میں امتہ الباسط کا بھی ذکر کیا ہے، عزیزہ نچھو (نصرت) کا بھی ذکر کیا گیا، مگر وہ وجوہات نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو اب مجھے لکھ رہے ہیں تعزیت کے لئے کہ آپ کی بہن امتہ الباسط۔ اس کا دُور کا بھی تعلق نہیں۔

عزیزم غلام قادر سے مجھے جو محبت تھی وہ بہت پہلے سے ہے اور اس کی وجہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، تفصیلی وجہ کہ کیوں ایسا ہوا، مگر میرے دل میں ڈال دی گئی تھی۔ چنانچہ عزیزہ نصرت یعنی

جن کو ہم نچھو کہتے ہیں انہوں نے میری بیٹی کو فون پر بتایا کہ جب غلام قادر نے وقف کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے تو اس وقت میں نے ان کے نام ایک خط لکھا تھا اور اتنا غیر معمولی، اس قدر محبت کا اظہار تھا کہ وہ حیران رہ گئے اور اس خط کو غالباً نصرت کی تجویز پر ہی انہوں نے فریم کرا کرا پنے گھر رکھا ہوا۔ تو میں آپ کو یہ سمجھا رہا ہوں کہ جو بھی میرا تعلق تھا وہ اللہ کی طرف سے دل میں ڈالا گیا تھا اور ایسا ہونا چاہئے تھا کیونکہ اب میں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام پڑھ کے سناتا ہوں۔ جس کا اطلاق لازماً مرزا غلام قادر شہید کے اوپر ہوتا ہے، اس کے سوا ہو ہی نہیں سکتا۔

۱۹۰۴ء میں ۲۵؍نومبر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا ''غلام قادر آ گئے گھر نور اور برکت سے بھر گیا۔ ردّ الله الی'' (تذکرہ صفحہ:۴۳۹) نیچے ترجمہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے میرے پاس پھر بھیج دیا۔ ردّ الله الی کا ترجمہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے میرے پاس بھیج دیا۔ اب غلطی سے اس سے پہلے اس الہام کو حضرت مرزا غلام قادر کے اوپر چسپاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ حضرت مرزا غلام قادر تو اس الہام سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے اور ان کے آنے سے مسیح موعود کا گھر کیسے برکت سے بھر گیا۔ ''گھر نور اور برکت سے بھر گیا'' ظاہر ہے کہ یہ ایک پیشگوئی تھی، ایک ایسا غلام قادر آنے والا ہے میری اولاد میں جس کے آنے سے جس گھر میں آئے گا وہ گھر برکت اور نور سے بھر جائے گا۔

اس سلسلہ میں مرزا غلام قادر جو بہت پہلے فوت ہو چکے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت کے بعد ہوئے۔ لیکن مخالفتوں کے دور سے بہت پہلے کے فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے متعلق مجھے توجہ دلائی ہے ایک بزرگ نے کہ اردو کلاس میں کہیں میرے منہ سے یہ نکل گیا تھا کہ مرزا غلام قادر مخالفت کی حالت میں فوت ہو گئے تھے، یہ درست نہیں ہے۔ حضرت مرزا غلام قادر نے کبھی بھی مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت نہیں کی۔ مخالفت کی حالت سے مراد یہ ہے کہ وہ دور پہلے کا جو تھا ابھی مخالفانہ اس حالت میں بھی نہیں کہنا چاہئے تھا۔ کہنا یہ چاہتے تھے اس مخالفت کے دور سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ یہ درستی الفضل میں شائع کر دی جائے گی جب یہ خطبے چھپیں گے۔ لیکن ان سب باتوں کے متعلق میں وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ جب لوگ پڑھیں گے اور جنہوں نے کیسٹ سنی ہوئی ہوگی تو فرق کی وجہ یہ ہے کہ منہ سے بعض غلط لفظ نکل جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ کا مجھ سے

سلوک رہا ہے کہ میرے مرنے سے پہلے پہلے وہ ان غلطیوں کی اصلاح کر دیتا ہے جو جماعتی تاریخ کے لحاظ سے ضروری ہوتی ہیں۔ پس الحمدللہ کہ اس کے احسانات ہیں مجھ پر۔ مجھے امید ہے میرے مرنے تک ہمیشہ اسی طرح جاری رہیں گے۔

اب اس کے بعد میں آپ کے سامنے سید الشہداء کا ذکر کرنے لگا ہوں۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ سید الشہداء حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کے تو پاسنگ کو بھی دوسری شہادتیں نہیں پہنچ سکتیں، کوئی نسبت نہیں۔ جسے خدا نے سید الشہداء کہہ دیا، جسے خدا کے مامور نے اللہ سے علم پا کر سید الشہداء کہہ دیا اس کے ساتھ کوئی مماثلت نہیں۔ میں نے اب وہ ساری شہادتیں اکٹھی کی ہیں جن کے متعلق مختلف وقتوں میں میں بیان کرتا رہا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں، پھر میرے دور میں۔ ان کی اب میں بعض آئندہ خطبات میں باتیں کروں گا۔ جب تک یہ ذکر یار چلتا ہے چلتا رہے اور مجھے یہ بھی خوشی ہے کہ غلام قادر کی شہادت کی وجہ سے اللہ نے مجھے یہ موقع دیا کہ دوسرے شہداء کا بھی پھر ذکر خیر جاری کر دوں، اس کے نتیجے میں ان کی یاد تازہ ہوگی اور ہر شہادت کے وقت رشتہ دار کامل طور پر اعتراف کریں گے کہ ان کی شہادت کو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی شہادت سے کوئی نسبت نہیں، زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ شہادت ہی اور ہے۔ چنانچہ اب میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی شہادت کا واقعہ جہاں تک ممکن ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں پڑھ کر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۱۱، ۵۱۲ جدید ایڈیشن:

> ''صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا۔ اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔ دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا۔ اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔ عبداللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا''۔

پھر فرماتے ہیں:

’’دیکھو مولوی عبداللطیف صاحب شہید اسی بیعت کی وجہ سے پتھروں سے مارے گئے۔ ایک گھنٹہ تک برابر ان پر پتھر برسائے گئے حتیٰ کہ ان کا جسم پتھروں میں چھپ گیا مگر انہوں نے اف تک نہ کی، ایک چیخ تک نہ ماری بلکہ ان کو اس ظالمانہ کارروائی سے پیشتر تین بار خود امیر نے اس امر سے توبہ کرنے کے واسطے کہا اور وعدہ کیا کہ اگر تم توبہ کرو تو معاف کر دیا جاوے گا اور پیشتر سے زیادہ عزت اور عہدہ عطا کیا جاوے گا مگر وہ تھا کہ خدا کو مقدم کیا اور کسی دکھ کی جو خدا کے واسطے ان پر آنے والا تھا پرواہ نہ کی اور ثابت قدم رہ کر ایک نہایت عمدہ زندہ نمونہ اپنے کامل ایمان کا چھوڑ گئے۔ وہ بڑے فاضل عالم اور محدث تھے‘‘۔

اب صرف یہی لفظ دیکھ لیں ان کا اطلاق بعد کے کسی شہید کے اوپر نہیں کیا جا سکتا۔ علم و فضل کے لحاظ سے محدث بھی تھے اور محدث بھی تھے۔ حدیث کا گہرا علم تھا اور اپنے زمانے کے اقطاب میں سے تھے۔ پس اس پہلو سے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے ساتھ بعد کی شہادتوں کو کیا نسبت ہے۔ وہی نسبت ہو سکتی ہے جو کسی بزرگ یا بلند مرتبہ کی خاک سے کسی کو نسبت ہو سکتی ہے۔

’’سنا ہے کہ جب ان کو پکڑ کر لے جانے لگے تو ان سے کہا گیا کہ اپنے بال بچوں سے مل لو ان کو دیکھ لو‘‘۔

اب کون ہے بعد کا شہید جو اس پیشکش کے باوجود ملنے سے انکار کر دے، کوئی ہے تو مجھے دکھاؤ۔

’’مگر انہوں نے کہا اب کچھ ضرورت نہیں۔ یہ ہے بیعت کی حقیقت اور غرض و غایت‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۵۷-۴۵۸)

پھر فرماتے ہیں:

’’یقیناً یاد رکھو کہ جس طرز سے انہوں نے میری تصدیق کی راہ میں مرنا قبول کیا اس قسم کی موت اسلام کے تیرہ سو برس کے سلسلے میں بجز نمونہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اور کسی طرح نہیں پاؤ گے‘‘۔

اب جو مختلف رستوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قطعی شہادتیں ملی ہیں۔ اس

واقعہ کے بعد جو شہادتیں اکٹھی ہوئی ہیں اور آنکھوں دیکھے گواہوں نے جو واقعات بیان کئے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''چونکہ قضاء وقدر سے مولوی صاحب کی شہادت مقدر تھی اور آسمان پر وہ برگزیدہ بزمرۂ شہداء داخل ہو چکا تھا اس لئے امیر صاحب نے ان کو بلانے کے لئے حکمت عملی سے کام لیا اور ان کی طرف خط لکھا کہ آپ بلا خطر چلے آؤ اگر یہ دعویٰ سچا ہوگا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا''۔

اس بے وقوف امیر کو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ ہیں کون۔ ان کو دھوکہ دینے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ وہ تو کہا جائے کہ تم موت کے منہ میں آنکھیں ڈال کر دیکھو اور تکلیفوں کے ساتھ مارے جاؤ تو دوڑتے ہوئے اس وقت چلے آتے۔ مگر ان بیوقوفوں کا جن کا ایمان نہیں تھا۔ ان کا ایک حیلہ تھا اور پیغام یہ بھیجا کہ اگر یہ دعویٰ سچا ہوگا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا۔

''بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ خط امیر صاحب نے ڈاک میں بھیجا تھا یا دستی روانہ کیا تھا بہر حال اس خط کو دیکھ کر مولوی صاحب موصوف کابل کی طرف روانہ ہو گئے اور قضاء وقدر نے نازل ہونا شروع کر دیا۔ راویوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جب شہید مرحوم کابل کے بازار سے گزرے تو گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے پیچھے آٹھ سرکاری سوار تھے اور ان کی تشریف آوری سے پہلے عام طور پر کابل میں مشہور تھا کہ امیر صاحب نے اخوندزادہ صاحب کو دھوکہ دیکر بلایا ہے اب بعد اس کے دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے''۔

یہاں اخوندزادہ سے مراد حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید ہیں۔

''کہ جب اخوندزادہ صاحب مرحوم بازار سے گزرے تو ہم اور دوسرے بہت سے بازاری لوگ ساتھ چلے گئے''۔

اب یہ موقع کے گواہوں کا بیان ہے۔

''اور یہ بھی بیان کیا کہ آٹھ سرکاری سوار خوست سے ہی ان کے ہمراہ کئے گئے تھے کیونکہ ان کے خوست میں پہنچنے سے پہلے حکم سرکاری ان کے گرفتار

کرنے کے لئے حاکم خوست کے نام آ چکا تھا۔ غرض جب امیر صاحب کے روبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی ان کے مزاج کو بہت کچھ متغیر کر رکھا تھا“۔

اب امیر کی بدتمیزی اور بے شرمی ملاحظہ کریں کہ وہ کہتا ہے مجھے ان سے بُو آتی ہے۔ امیر نے حاضرین کے سامنے یہ بیان دیا:۔

”حکم دیا کہ مجھے ان سے بُو آتی ہے ان کو فاصلہ پر کھڑا کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قلعہ میں جس میں خود امیر صاحب رہتے ہیں قید کر دو اور زنجیر غراغراب لگا دو“۔

زنجیر غراغراب کیا چیز ہے۔

”یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا“۔

مراد ہے کہ یہ وزن انگریزی بیان کیا جا رہا ہے۔

”یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے۔ گردن سے کمر تک گھیر لیتا ہے اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے اور نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگا دو“۔

انگریزی بیڑی سے مراد انگریزی بیڑی نہیں بلکہ آٹھ سیر انگریزی۔

”پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرحوم چار مہینہ قید میں رہے“۔

ان کے دکھوں اور تکلیفوں کا زمانہ کتنا لمبا ہوا ہے۔

”چار مہینہ قید میں رہے اور اس عرصہ میں کئی دفعہ ان کو امیر کی طرف سے فہمائش ہوئی کہ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دی جائے گی مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق و باطل کی شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے، میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر

نہیں اور میرے اہل وعیال کی بربادی ہے مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں‘‘۔

’’لوگوں نے شہید مرحوم کی اس استقامت اور استقلال کو نہایت تعجب سے دیکھا اور در حقیقت تعجب کا مقام تھا کہ ایسا جلیل الشان شخص کہ جو کئی لاکھ روپیہ کی ریاست کابل میں جاگیر رکھتا تھا اور اپنے فضائل علمی اور تقویٰ کی وجہ سے گویا تمام سرزمین کابل کا پیشوا تھا اور قریباً پچاس برس کی عمر تک تنعم اور آرام میں زندگی بسر کی تھی اور بہت سا اہل وعیال اور عزیز فرزند رکھتا تھا پھر یک دفعہ وہ ایسی سنگین قید میں ڈالا گیا جو موت سے بدتر تھی جس کے تصور سے بھی انسان کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔ ایسا نازک اندام اور نعمتوں کا پروردہ انسان وہ اس روح کے گداز کرنے والی قید میں صبر کر سکے اور جان کو ایمان پر فدا کرے بالخصوص جس حالت میں امیر کابل کی طرف سے بار بار ان کو پیغام پہنچتا تھا کہ اس قادیانی شخص کے تصدیق دعویٰ سے انکار کر دو تو تم ابھی عزت سے رہا کئے جاؤ گے۔ مگر اس قوی الایمان بزرگ نے اس بار بار کے وعدہ کی کچھ بھی پروانہ کی اور بار بار یہی جواب دیا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھ لوں اور کیوں کر ہو سکتا ہے کہ جس کو میں نے خوب شناخت کر لیا اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کر دوں۔ یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق کو پالیا۔ اس لئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے بے ایمانی نہیں ہوگی کہ میں اس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان چھوڑنے کے لئے تیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں کہ حق میرے ساتھ جائے گا۔

اس بزرگ کے بار بار کے یہ جواب ایسے تھے کہ سرزمین کابل ان کو کبھی فراموش نہیں کرے گی اور کابل کے لوگوں نے اپنی تمام عمر میں یہ نمونہ ایمانداری اور استقامت کا کبھی نہیں دیکھا ہوگا‘‘۔

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۰۔۵۲)

کن معنوں میں فراموش نہیں کرے گی اس کی تفصیل بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زبان ہی سے ملتی ہے یا قلم ہی سے ملتی ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ مزید واقعات شہادت:۔

''جب شہید مرحوم نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے ان سے مایوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے۔ تب وہ فتویٰ اخوندزادہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا اور پھر امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈال دی جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسی ڈال دی گئی''۔

تصور تو کریں کس قدر پے بہ پے عذابوں میں آپ کو مبتلا کیا گیا اور اتنا دردناک عذاب جیسے جانوروں کے ناک کو چھیدا جاتا ہے اور رسی ڈالی جاتی ہے مگر اس میں بھی ان کو کھینچنے سے پہلے انتظار کیا جاتا ہے کہ زخم مندمل ہو جائیں بعد میں ان میں رسی ڈال دی جاتی ہے مگر ابھی زخم کچے تھے اور درد سے بھرے ہوئے تھے کہ آپ کے ناک میں رسی ڈال دی گئی۔

''تب اس رسی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے، ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں، مفتیوں اور دیگر اہل کاروں کے دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا اور شہر کی ہزار ہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشہ کے دیکھنے کے لئے گئی۔ جب مقتل پر پہنچے تو شہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا''

یہاں مرحوم سے مراد فوت شدہ نہیں بلکہ جس پر رحم کیا گیا۔ فوت شدہ کے لئے لفظ مرحوم اسی لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو آپ سے زیادہ رحم کس پر کیا گیا۔ اللہ کی طرف سے کہ آپ کو یہ عظمت کا مقام عطا فرمایا گیا۔

''شہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ

وہ کمر تک زمین میں گاڑ دیئے گئے تھے امیر ان کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچالیتا ہوں۔اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقع ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہوسکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال واطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے ایمان کو چھوڑ دوں، مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا۔تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے، کافر ہے،اس کو جلد سنگسار کرو۔

اس وقت امیر اور اس کا بھائی نصر اللہ خان اور قاضی عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہہ دیا کہ میں **ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں** تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔قاضی نے کہا آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلاویں۔تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا۔جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو، یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا۔پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہئے''۔

یہ اپنی شہادت کے بعد دوبارہ روحانی زندگی کی طرف اشارہ تھا مگر اس کو امیر نے ظاہر پر محمول کیا اور کہا ''یہ کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا''۔جب شہید کر دیا گیا تو پھر پہرے کی

ضرورت کیا تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں روحانیت کا اثر ضرور تھا۔ دل میں جانتا تھا کہ اس شخص نے تو کبھی جھوٹی بات کی ہی نہیں تو اگر چہ بظاہر مردے کا زندہ ہونا ناممکن ہے مگر چونکہ شہید نے یہ کہا ہے اس لئے کوئی بعید نہیں کہ یہ شخص زندہ ہو جائے۔ اتنا گہرا اثر اس صدیق کی باتوں کا دلوں پر پڑتا تھا کہ جھٹلانے والا، سنگسار کرنے والا بھی دل کی گہرائی سے آپ کی سچائی کا قائل ضرور تھا۔

''بیان کیا گیا ہے کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا ۱۴ر جولائی کو وقوع میں آیا۔
اس بیان میں اکثر حصہ ان لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے، جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے''۔

یہ وہ گواہی ہے جو قابل اعتماد ہے اس پہلو سے کہ شامل ہونے والے سارے اس بات کی گواہی دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی گواہیاں کبھی تحریر کی صورت میں کبھی دوسرے احمدی مخلصین کی زبانی پہنچتی رہیں۔

''اس بیان میں اکثر حصہ ان لوگوں کا ہے جو اس سلسلے کے مخالف تھے جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں شامل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے''۔

اتنے خوفناک مظالم کئے گئے کہ بعض لوگوں نے ان کی تفصیل نہیں بتائی کیونکہ خطرہ تھا کہ رستے میں پکڑے نہ جائیں اور حکومت تک یہ بات نہ پہنچ جائے کہ ہم نے یہ رپورٹنگ کی ہے۔

''شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی۔ اب ظالم کا پاداش باقی ہے''۔

یہ کابل کی سرزمین میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ وہی پاداش ہے جس کو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جتنا چاہیں زور لگالیں، جو مرضی کر لیں، ایک دوسرے کے قتل وخون سے باز آ ہی نہیں سکتے۔ مسلسل مرتے چلے جائیں گے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے چلے جائیں گے اور ایک دوسرے پر ظلم توڑتے چلے جائیں گے کیونکہ یہ پاداش ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کابل کی زمین کبھی نہیں بھولے گی۔

فرمایا:

''اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ اِنَّہٗ مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّہٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَہَنَّمَ ؕ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَلَا یَحۡیٰی﴿۷۵﴾ (طٰہٰ:۷۵)

افسوس کہ یہ امیر زیر آیت وَمَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا (النساء:۹۴) داخل ہو گیا اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اے **عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا** اور جو لوگ میری جماعت میں میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے''۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۸-۶۰)

جماعت کی طرف سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کو میں کامل یقین سے یہ پیغام دے سکتا ہوں۔ **اے ہمارے آقا تیرے بعد تیری جماعت انہی رستوں پر چلی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ چلتی رہے گی جو رستے صاحبزادہ عبداللطیف شہید نے ہمارے لئے بنائے تھے۔ گو ان سے نسبت کوئی نہیں مگر غلامانہ ہم انہیں راہوں پر چل رہے ہیں۔**

فرماتے ہیں:

''اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بدقسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے''۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۰-۷۴)

جو کچھ کابل میں ہو رہا ہے وہ زمین خدا کی نظر سے گر گئی ہے۔ جب مہاجرین مجھ سے کہتے ہیں کہ کابل کے لئے دعا کرو تو میں کہتا ہوں مجھ غریب عاجز کی دعا کیا کام کرے گی۔ جو زمین خدا کی نظر سے گر چکی ہے اسے میری دعا کیسے خدا کی نظروں میں دوبارہ بٹھا دے گی۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ تو

ایسی بدبختی ہے جب تک صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے پیغام کو کابل قبول نہیں کرتا یا افغانستان قبول نہیں کرتا ناممکن ہے کہ کابل کی سرزمین ایک دوسرے پر کئے جانے والے ظلموں سے نجات پا سکے۔ ہوتا چلا جائے گا، ہوتا چلا جائے گا۔

بسا اوقات آپ لوگ خبریں سنتے ہیں کہ اب صلح ہو گئی، اب صلح ہو گئی شمال و جنوب کے درمیان۔ ہمیشہ جب مجھے لوگ کہتے ہیں تو میں ہنس کر کہا کرتا ہوں یا رو کر کہنا چاہئے کہتا ہوں کہ سب جھوٹ ہے، تم دیکھ لینا چند دن تک کیا واقعہ ہو جائے گا، یہی کچھ ہوگا۔

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہید کابل

ایک اور شہید جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے (۱۹۰۱ء) میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے شاگرد تھے اور ان کا بھی الہام میں ذکر ہے اگرچہ ان کو سید الشہداء تو نہیں کہا گیا مگر سید الشہداء کے شاگرد ضرور تھے اور یہ مرتبہ ضرور حاصل تھا کہ الہام **شَاتَانِ تُذْبَحَانِ** میں آپ کا بھی ذکر ہے۔ فرمایا، الہام ۱۸۸۴ء اور ۱۸۹۳ء :

> **شاتان تذبحان و کل من علیها فان** یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اور زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مرنے سے بچ جائے گا یعنی ہر ایک کے لئے قضاء وقدر درپیش ہے اور موت سے کسی کو خلاصی نہیں''۔ (تذکرہ صفحہ:۶۹)

اس کے بعد یہ الہام ایک دفعہ پھر بھی ہوا بعد میں لیکن میں نے یہ پہلے دو الہام جو اس واقعۂ شہادت سے پہلے کے ہیں وہ سنا دیئے ہیں اور بعد کے الہام کا کیا معنی ہے کیوں ہوا۔ اس کی تفصیل اللہ بہت جانتا ہے۔

اس کے بعد میں یہ کہہ کر اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں کہ غلام قادر شہید کے متعلق جو یہ دو فضیلتیں ہیں وہ تو کوئی دنیا میں ان سے چھین ہی نہیں سکتا۔ ایک فضیلت یہ کہ آپ کی رگوں سے وہ خون ٹپکا ہے پاکستان کی سرزمین پر جس خون میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اماں جان کا خون شامل ہے اور اس واقعہ نے کربلا کی یاد کو ہمارے لئے تازہ کر دیا اور یہی وجہ تھی کہ میں بار بار کہہ رہا تھا کہ محرم شروع ہو گیا ہے دعائیں کرو اور محمد رسول اللہؐ اور آپؐ کی آل پر درود بھیجو۔

دوسرا اس وقت مجھے یہ الہام یاد نہیں تھا کہ غلام قادر آیا اور گھر برکتوں اور نور سے بھر گیا۔ یہ

بعد میں مجھے توجہ دلائی گئی اور میں حیران رہ گیا کہ واقعۃً جس کے ساتھ مجھے محبت تھی کیوں نہ ہوتی کہ اللہ کو اس سے محبت تھی اور مسیح موعودؑ کو یہ پیش گوئی کے طور پر بتا دیا تھا کہ تیرے گھر میں تیری اولاد میں ایسا شخص پیدا ہوگا، نوجوان جو اپنے گھر کو جس گھر میں پیدا ہوگا برکت اور نور سے بھر دے گا۔ تو اللہ کا احسان ہے کہ ہم اگر چہ بظاہر روتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ساتھ استغفار کی بھی بہت توفیق ملتی ہے کہ رو کس بات پر رہے ہوا تنا بڑا اعزاز، ایک انسان بے اختیار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ رات جو مجھ پر گزری وہ ان دو باتوں کی کشمکش میں گزری ہے۔ تقریباً رات بھر میں سو نہیں سکا کہ اچانک غم قبضہ کرتا تھا اور پھر استغفار شروع ہو جاتا تھا۔ تو بلا شبہ ساری رات کروٹوں میں کٹی ہے انہی دو باتوں میں اور اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ بار بار استغفار کی طرف توجہ دلاتا رہا کیونکہ ایسے شہادت کے اوپر زیادہ غم کرنا خدا کو پسند نہیں اور مجھ سے جو بشری غلطی ہوتی رہی ہے اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی اصلاح بھی فرما دی اور بار بار مجھے استغفار کی طرف توجہ دلائی۔

پس اب اس ذکر کے بعد خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے باتیں جو بعض غلط کہی گئیں ان کی تصحیح میں نے کر دی ہے اور شہید کا مقام بھی آپ پر کھول دیا ہے۔ بلا شبہ یہ میرے دور کی شہیدوں میں ایک استثنائی شان تو رکھتا ہے جس میں اور کوئی شامل نہیں مگر جس طرح درد اور تکلیف دوسرے بعض شہداء کو دی گئی ہے ہوسکتا ہے ویسا درد اور ویسی تکلیف ان کو اپنے آخری لمحوں میں نہ پہنچائی گئی ہو۔ مگر یہ باتیں انشاء اللہ میں بعد میں کروں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے شہیدوں کی اور بعد میں اپنے دور میں جو شہادتیں ہوئی ہیں ان کا بھی انشاء اللہ تعالیٰ میں تفصیلی ذکر کروں گا۔ تو یہ ذکر یار چلتا رہے گا جہاں تک بھی توفیق ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ان یاروں کا ذکر چلتا رہے گا، ہمارے دلوں کی محفلیں تازہ ہوتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان یادوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دور خلافت ثانیہ کے شہداء کا تذکرہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰/اپریل ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

عزیزم غلام قادر کی شہادت کے تعلق میں جو سلسلہ خطبات شروع ہوا ہے ان سب کا عنوان یہی آیت ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرة:۱۵۵)

کہ خدا کی راہ میں جو لوگ مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم لوگوں کو شعور نہیں ہے۔ اس تسلسل میں آج کے خطبہ کا آغاز میں اپنی عزیز بھانجی نچھو (نصرت) کے خط کے تذکرے سے کرتا ہوں۔ انہوں نے جو تفصیلی خط لکھا ہے اس میں لکھتی ہیں کہ مجھے اس خیال سے بیحد خوشی ہوتی ہے کہ غلام قادر کی شہادت کی وجہ سے وہ سلسلہ شروع ہو گیا شہادتوں کے تذکرے کا جس میں حضرت سید الشہداء صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت سے شروع ہو کر پھر آخر دوسرے شہداء کا ذکر خیر شروع ہو گیا۔ وہ لکھتی ہیں کہ مجھے خوشی اس بات سے ہوتی ہے کہ میرا خاوند آغاز بن گیا ہے اس کا۔ اس کی شہادت کے ذکر سے یہ سارے پیارے پیارے ذکر چل پڑے اور بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس ذکر خیر پر اٹھنے والی دعاؤں میں اس کو بھی شریک رکھے اور غلام قادر کے درجات بھی اس

ذکر خیر کی وجہ سے بڑھتا رہے۔تو یہ بہت ہی پیارا تبصرہ ہے اور اسی تعلق میں میں یہ سارے شہادتوں کے واقعات بیان کررہا ہوں۔

اگرچہ اب تک مختلف شہادتوں کے متعلق ابھی تفصیلی اعداد وشمار جمع نہیں ہو سکے کیونکہ بہت سی ایسی شہادتیں بھی ہیں جن کا ذکر اس وقت محفوظ نہیں ہے یا نمایاں طور پر اس وقت جو حوالے پیش کئے ہیں ان کے سامنے نہیں آسکا۔لیکن وہ رفتہ رفتہ کوشش کررہے ہیں کہ کسی دور کی کوئی بھی شہادت باقی نہ رہے جس کا ذکر ہماری تاریخ میں نہ ہو چکا ہو۔

حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید افغانستان

آج میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کی شہادتوں کا ذکر حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید افغانستان کے ذکر سے کرتا ہوں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو لندن میں قیام کے دوران یہ دردناک اطلاع پہنچی کہ امیر امان اللہ خان شاہ افغانستان کے حکم سے کابل میں ایک احمدی مبلغ مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو ۳۱/اگست کو چونتیس سال کی عمر میں محض احمدی ہونے کی وجہ سے سنگسار کردیا گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی نعمت اللہ خان صاحب ابن امان اللہ خان صاحب کابل کے قریبی گاؤں خوجہ تحصیل رخہ ضلع پنج شیر کے رہنے والے تھے اور افغانستان سے دینی تعلیم حاصل کر کے قادیان تشریف لائے تھے اور مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کررہے تھے کہ ۱۹۱۹ء میں دوران تعلیم ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کابل کے احمدیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے روانہ کردیا۔آپ اپنے فرائض تندہی سے ادا کررہے تھے کہ ۱۹۲۳ء کے آخر پر اطلاع ملی کہ دو احمدیوں کو افغانستان کی حکومت نے قید کرلیا ہے۔اس اطلاع کے بعد شروع جولائی ۱۹۲۴ء میں مولوی نعمت اللہ صاحب کو حکام نے بلایا اور بیان کیا کہ کیا وہ احمدی ہیں؟ پہلے تو ان کو یہ صحیح بیان دینے پر کہ وہ احمدی ہیں رہا کردیا گیا مگر جلد ہی آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔

یکم اگست ۱۹۲۴ء کو مولوی نعمت اللہ صاحب نے قید خانہ سے فضل کریم صاحب بھیروی مقیم کابل کو ایک خط لکھا۔یہ ہم نہیں جانتے کہ کیسے جیل کی سخت نگرانی کے باوجود ان کو یہ خط لکھنے کی توفیق مل سکی اور وہ خط باہر بھجوانے کی توفیق مل سکی مگر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چھپا ہوا ہمدرد وہاں موجود تھا۔جس

کے ذریعہ سے یہ کارروائی ہوئی کیونکہ وہ ان کے ہاتھ ہی کا خط لکھا ہے اس میں کوئی بھی شک نہیں۔وہ اپنے خط میں جو فارسی میں ہے جس کا ترجمہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں لکھتے ہیں:

''یہ کم ترین بندہ داعی اسلام تیس روز سے ایسے قید خانہ میں ہے جس کا دروازہ اور روشن دان بھی بند رہتے ہیں اور صرف ایک حصہ دروازہ کھلتا ہے۔کسی سے بات کرنے کی ممانعت ہے۔جب میں وضو وغیرہ کے لئے جاتا ہوں تو ساتھ پہرہ رہتا ہے۔خادم کو قید میں آنے کے دن سے لے کر اس وقت تک چار کوٹھریوں میں تبدیل کیا جا چکا ہے لیکن جس قدر بھی زیادہ اندھیرا ہوتا ہے اسی قدر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے روشنی اور اطمینان قلب دیا جاتا ہے۔''

یہ شہداء کے دل کی داستان ہے جو سو فیصد درست ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح اندھیرے کمروں میں بھی اس کا نور اترتا ہے اور مظلوموں کے دل کو روشن کر دیتا ہے۔مولوی صاحب شہید نے مکرم فضل کریم صاحب کو لکھا۔ایک اور خط میں لکھتے ہیں کہ

''حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور یہ خط بھیج دیں۔علاوہ ازیں بذریعہ تار یا خط میرے احمدی بھائیوں کو میرے حال سے اطلاع دیں تا وہ دعا کریں''۔دعا کیا کریں؟''کہ خدا تعالیٰ مجھے دین متین کی خدمت میں کامیاب کرے۔میں ہر وقت قید خانہ میں خدا تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ الٰہی اس نالائق بندے کو دین کی خدمت میں کامیاب کر۔میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھے قید خانہ سے رہائی بخشے اور قتل ہونے سے نجات دے بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ الٰہی اس بندۂ نالائق کے وجود کا ذرہ ذرہ اسلام پر قربان ہو''

(ترجمہ از اصل خط فارسی)

الغرض مولوی نعمت اللہ خان صاحب محکمہ شرعیہ ابتدائیہ میں پیش کئے گئے جس نے ۱۱/اگست ۱۹۲۴ء کو آپ کے ارتداد اور واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا۔۱۴/اگست کو آپ عدالت مرافعہ کابل کے سامنے پیش کئے گئے جس نے دوبارہ آپ کے بیانات لینے کے بعد فیصلہ کی توثیق کرتے ہوئے مزید حکم دیا کہ نعمت اللہ کو قتل کرنے کی بجائے بڑے ہجوم کے سامنے سنگسار کیا

جائے۔اس فیصلہ کے مطابق تقریباً دو ماہ کی قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے کے بعد ۳۱/اگست کو پولیس نے مولوی صاحب کو لے کر کابل کی تمام گلیوں میں پھرایا اور ہر جگہ یہ منادی کہ یہ شخص ارتداد کی پاداش میں سنگسار کیا جائے گا لوگ اس موقع پر حاضر ہو کر اس میں شامل ہوں۔

دیکھنے والوں کی شہادت ہے کہ جس وقت آپ کو گلیوں میں پھرایا جا رہا تھا اور سنگساری کا اعلان کیا جا رہا تھا تو آپ گھبرانے کی بجائے مسکرا رہے تھے۔گویا آپ کو موت کا فتویٰ نہیں دیا جا رہا تھا بلکہ عزت افزائی کی خبر سنائی جا رہی تھی۔عصر کے وقت آپ کو کابل کی چھاؤنی کے میدان میں سنگسار کرنے کے لئے لایا گیا تو آپ نے اس آخری خواہش کا اظہار کیا جو صحابہؓ آنحضرت ﷺ کی سنت کی یاد دلانے والے ایک واقعہ ہے۔اس آخری خواہش کا اظہار کیا کہ اس دنیا کی زندگی ختم ہونے سے پہلے ان کو اپنے رب کی عبادت کرنے کا آخری موقع دیا جائے۔حکام کی اجازت ملنے پر انہوں نے نماز پڑھی اور اس کے بعد کہا کہ اب میں تیار ہوں، جو چاہو کرو۔آپ کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا اور پہلا پتھر کابل کے سب سے بد بخت عالم نے پھینکا۔اس کے بعد چاروں طرف سے پتھروں کی بارش ہوگئی یہاں تک کہ آپ پتھروں کے ڈھیر کے نیچے دب گئے اور خدا تعالیٰ کے رستے میں شہید ہو گئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے جماعت کو جو نصیحت کی یہ آپ کا وہ پیغام ہے جب قادیان میں ان کی شہادت پر ایک اجلاس کیا گیا تو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا یہ پیغام بھی تھا۔غم کے اس وقت میں ہمیں اپنے فرائض کو نہیں بھلانا چاہئے جو ہمارے اس مبارک بھائی کی طرف سے ہم پر عاید ہوتا ہے جس نے اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کر دی ہے۔اس نے اس کام کو شروع کیا ہے جسے ہمیں پورا کرنا ہے۔آؤ ہم اس لمحہ سے یہ مصمم ارادہ کر لیں کہ ہم اس وقت تک آرام نہیں کریں گے جب تک ہم ان شہیدوں کی زمین کو فتح نہیں کر لیں گے۔صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ، نعمت اللہ خان صاحب اور عبدالرحمٰن صاحب کی روحیں آسمان سے ہمیں ہمارے فرائض یاد دلا رہی ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ احمدیہ جماعت ان کو نہیں بھولے گی۔

(ملخص از تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۴۴۷ تا ۴۵۹)

یہ امر واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ان واقعات کو کبھی نہیں بھولی اور آج بھی شہادت کے لئے اسی طرح احمدی دل مچل رہے ہیں جس طرح پہلے مچلا کرتے تھے۔

مولوی عبدالحلیم صاحب اور قاری نور علی صاحب کابل

اب دوسرا واقعہ بھی کابل کی سرزمین کا واقعہ ہے۔ مولوی عبدالحلیم صاحب ساکن چراسہ اور قاری نور علی صاحب ساکن کابل کو ۵/فروری ۱۹۲۵ء میں شہید کیا گیا۔ ۵/فروری ۱۹۲۵ء کو امیر امان اللہ خان والی افغانستان کے حکم سے آپ سنگسار کئے گئے۔ اس موقع پر اخبار ریاست دہلی نے بھی اپنے ۲۱/فروری ۱۹۲۵ء کے شمارہ میں لکھا:

”افغان گورنمنٹ کا یہ وحشیانہ فعل موجودہ زمانہ میں اس قدر قابل نفرت ہے کہ جس کے خلاف مہذب ممالک جتنا بھی صدائے احتجاج بلند کریں کم ہے۔ دنیا میں کسی شخص کا مذہبی عقائد کی صورت میں حکومت کی طرف سے ظلم کئے جانا اور بے رحمی کیساتھ قتل کئے جانا باعث شہادت ہوا کرتا ہے اور بلا شبہ نعمت اللہ اور اس کے دو شجاع اور بہادر قادیان میں شہید کہلائے جانے کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنے عقائد کے مقابلہ میں دنیاوی لالچ اور راحت و آرام کی پرواہ نہ کی اور اپنے فانی جسم کو پتھروں، اینٹوں اور دوسری بے جان چیزوں کے حوالے کر دیا۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔“

عالم کے صفحہ پر ہماری ہمیشہ کی زندگی ایک ایسا نقش چھوڑ گئی ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا۔

”ہم جہاں افغان حکومت کے اس ظالمانہ فعل کے خلاف نفرت اور انتہائی حقارت کا اظہار کرتے ہیں وہاں ان شہداء کے خاندانوں اور قادیانی فرقہ کے تمام لوگوں کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے عقائد پر مضبوط رہ کر دنیا میں ظاہر کر دیا کہ ہندوستانی اب بھی اپنے عقائد کے مقابلہ پر بڑی سے بڑی مصیبت کو لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔“

تو آپ کی شہادت نے نہ صرف کابل ہی کی سرزمین پر ایک ماضی کے بہترین اسوہ کو زندہ نہیں کیا بلکہ ہندوستان کی سرزمین بھی اس واقعہ پر فخر کرنے لگی۔

جب یہ خبر قادیان پہنچی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس سلسلہ میں منعقد ہونے والے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ وہاں موجود تھے وہاں ایک اجلاس ہوا جس سے آپ نے خطاب کیا اور اس خطاب میں فرمایا:۔

''مجھے جس وقت گورنمنٹ کابل کی اس ظالمانہ اور اخلاق سے بعید حرکت کی خبر ملی میں اسی وقت بیت الدعا میں گیا اور دعا کی الٰہی تو ان پر رحم کر اور ان کو ہدایت دے اور ان کی آنکھیں کھول تا وہ صداقت اور راستی کو شناخت کر کے اسلامی اخلاق کو سیکھیں اور انسانیت سے گری ہوئی حرکات سے باز آجائیں۔ میرے دل میں بجائے جوش اور غضب کے بار بار اس امر کا خیال آتا تھا کہ ایسی حرکت ان کی حد درجہ بے وقوفی ہے۔

اس تقریر کے ذریعے میں آئندہ آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ طاقت اور قوت کے زمانے میں اخلاق کو ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ اخلاق اصل وہی ہیں جو طاقت اور قوت کے وقت ظاہر ہوں۔ ضعیفی اور ناتوانی کی حالت میں اخلاق اتنی قدر نہیں رکھتے ہیں جبکہ انسان برسرِ حکومت ہو۔ اس لئے میں آئندہ آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ ان کو ہماری ان حقیر خدمات کے بدلے میں حکومت اور بادشاہت عطا کرے گا''

اور یہ ضرور ہوگا اٹل تقدیر ہے جو کسی قیمت بھی ٹالی نہیں جاسکتی۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ایسا ہوگا کہ جب حکومت اور بادشاہت عطا کرے گا تو یہ حکومت اور بادشاہت ان پرانوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں عطا فرمائے گا۔

تو وہ ان ظالموں کے ظلموں کی طرف توجہ نہ کریں۔ جس طرح ہم اب برداشت کر رہے ہیں وہ بھی برداشت سے کام لیں۔ طاقتور ہونے کے باوجود برداشت سے کام لیں اور اخلاق دکھانے میں ہم سے پیچھے نہ رہیں بلکہ ہم سے آگے بڑھیں۔''

(الفضل قادیان ۱۹/فروری ۱۹۲۵ء)

مکرم شیخ احمد فرقانی صاحب عراق

اب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور کی ایک شہادت کا ذکر کرتا ہوں جو شیخ احمد فرقانی صاحب کی شہادت ہے اور یہ عراق میں واقع ہوئی، ۱۶/جنوری ۱۹۳۵ءکو۔ ایک عرب نوجوان الحاج عبداللہ صاحب جو ایک نہایت مخلص احمدی ہیں اور ایک لمبا عرصہ قادیان میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آج کل اپنے وطن میں تبلیغ احمدیت میں مصروف ہیں۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جو حال ہی میں پہنچا ہے۔ آج بغداد سے خط موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ شیخ احمد فرقانی جو عرصہ دس سال سے احمدیت کی وجہ سے مخالفین کے ظلم وستم برداشت کرتے چلے آرہے ہیں جن کا لوگوں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا، ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ انالله وانااليه راجعون۔

وہ لواء کرکوک میں اپنے گاؤں میں رہتے تھے جو بغداد سے قریباً دوسو میل کے فاصلہ پر ہے۔ جب میں بغداد میں تھا تو وہ کئی ہفتے میرے ساتھ آکر رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ سے بے حد محبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ آپ کے فارسی اور عربی اشعار سن کر وجد میں آجاتے تھے اور زار زار رونے لگ جاتے تھے۔ یہ خط ان کا الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۱۴/فروری ۱۹۳۵ءکو شائع ہوا۔ حضرت احمد الفرقانیؒ نے ''مصائب الانبیاء والابرار علی ایدی السفلة والاشرار'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جو چھپ نہ سکی لیکن اس کتاب کا ایک قیمتی اقتباس مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مرحوم نے اپنے رسالہ البشریٰ (ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق جولائی ۱۹۲۵ء صفحہ ۲۶، ۲۷) میں شائع کر دیا تھا اگر کسی نے یہ خط دیکھنا ہو تو اس رسالہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔

مکرم ولی داد خان صاحب افغانستان

اب اس کے بعد جو شہادت کا نمبر آتا ہے وہ بھی افغانستان کی ہی شہادت ہے۔ ولی داد خان صاحب افغانستان۔ تاریخ شہادت ۱۵/فروری ۱۹۳۹ء۔ ولی داد خان صاحب جو ایک لمبا عرصہ دارالامان میں تعلیم حاصل کرتے رہے پھر وہ اپنے آپ کو تحریک جدید کے سلسلہ میں حضرت امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر وقف کر کے حضور کے منشاء کے بموجب تخمیناً تین سال تک مجاہد تحریک جدید رہے۔ اس کے بعد وہ بخوشی علاقہ خوست یعنی اپنے گاؤں جو کہ برطانوی اور

افغانوی حکومت کی حد فاصل پہاڑ کی چوٹی پر واقع اور بالکل آزاد علاقہ ہے آ گئے جہاں اپنے چچازاد بھائی خالیداد کی لڑکی سے نکاح کیا اور خدا تعالیٰ نے ایک لڑکا بھی دیا۔اب ان ظالموں کا کلیجہ دیکھیں۔کیسے پتھر دل انسان ہیں جو بدبختیوں سے اب تک بعض نہیں آ رہے ہے۔لڑکے کی عمر ابھی ڈیڑھ ماہ کی ہوئی تھی کہ ان کی بیوی کے بھائیوں نے اس ننھے معصوم بچے کو قتل کر دیا، ذبح کر دیا اس بچے کو اور پھر غالباً چوتھے دن پندرہ فروری کو نہایت بے دردی اور بے رحمی سے تین گولیوں سے ہمارے بھائی کو قتل کر کے شہید کر دیا تین دن تک مرحوم کو ان ظالموں نے بغیر دفن کئے رکھ چھوڑا اس کے بعد انہیں کہیں پھینک دیا۔انالله وانااليه راجعون۔

ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب شہید کوئٹہ

اب خلافت ثانیہ کے دور کی ایک شہادت جو ۱۹۴۸ء میں ہوئی اس کا ذکر کرتا ہوں۔ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب شہید، امرتسر کی مشہور احمدی قاضی فیملی کے چشم و چراغ قاضی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ انجینئر لائلپور کے صاحبزادے اور قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے (کینٹب) کے بھتیجے تھے۔قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم کو ہندوستان میں عظیم الشان علمی خدمات کرنے کی توفیق ملی ہے اور ان کا نام پنجاب کی علمی تاریخ میں بالخصوص ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب بہت متدین نوجوان تھے۔انہوں نے قادیان میں بھی درویشی کے ایام کاٹے ہیں اور وہاں اپنے آپ کو وقف کیا تھا۔زمانہ درویشی کے ابتدائی ایام نہایت وفا گزاری سے قادیان میں گزارے اور گراں قدر طبی خدمات بجا لاتے رہے۔واقعہ شہادت منقول از تحقیقاتی عدالت۔یہ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ شائع ہوئی ہے اس میں سے یہ واقعہ لیا گیا ہے۔جج لکھتے ہیں مرزا بشیر الدین محمود احمد ۱۹۴۸ء کے موسم گرما میں کوئٹہ میں مقیم تھے۔ان کی موجودگی میں ایک نوجوان فوجی افسر میجر محمود جو احمدی تھا نہایت وحشیانہ طریقے سے قتل کر دیا گیا۔اس جلسے میں بعض مولویوں نے تقریریں کیں اور ہر شخص نے اپنی تقریر کے لئے ایک ہی موضوع یعنی ختم نبوت اختیار کیا۔ان تقریروں کے دوران قادیانیوں کے کفر اور اس کے نتائج کی طرف بار بار اشارے کئے گئے۔

ابھی یہ جلسہ ہو رہا تھا کہ میجر محمود ایک مریض کو دیکھنے کے بعد واپس آتے ہوئے جلسہ گاہ کے پاس سے گزرے۔اب جو واقعہ ہوا ہے یہ بظاہر ایک حادثہ ہے مگر بلاشبہ یہ مشیت ایزدی تھی کہ

عین جلسہ کے سامنے پہنچ کر ان کی موٹر کار ٹھہر گئی اور اس کو دوبارہ چلانے کی ہر کوشش ناکام ہوگئی۔ عین اس موقع پر ایک ہجوم موٹر کار کی بڑھا اور اس نے میجر محمود کو گھسیٹ کر نیچے اتار لیا۔ میجر محمود نے بھاگ کر جان چھڑانے کی کوشش کی لیکن ان کا تعاقب کیا گیا۔

اب دیکھیں شہادت کے وقت یہ بھاگنے کا کیا مطلب ہے۔ ایک کابل کا شہزادہ ہے جو شہادت کی طرف بھاگ رہا ہے اور کچھ دوسرے ہیں جو شہادت سے بھاگ رہے ہیں۔ یہ کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو بار بار یہ سمجھایا جا چکا ہے اور سمجھایا جاتا رہے گا کہ اپنی شہادت کے وقت جوابی کارروائی نہ کریں کیونکہ اس کے نتیجہ میں پھر اور بھی اشتعال پھیلتا ہے اور بہت سے معصوم لوگ مارے جاتے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میجر صاحب شہید مجبور تھے کہ ان لوگوں کے چنگل سے نکلیں اور ان کی جوابی کارروائی سے کسی شخص کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے جس کو بہانہ بنا کر پھر سارے پاکستان میں اشتعال انگیزی کی جاسکتی تھی۔ تو بعض باتیں سمجھانی پڑھتی ہیں ورنہ تو عجیب لگتا ہے کہ ایک احمدی شہادت سے جہاں تک ممکن ہو بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔

چنانچہ آخر پتھر اور چھرے مار مار کر ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ ان کی پوری انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل آئیں۔ ان کی نعش کے پوسٹ مارٹم معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے جسم پر کند اور تیز دھار والے ہتھیاروں سے لگائے گئے چھبیس (۲۶) زخم تھے اور موت ایک تو صدمے سے دوسرے داخلی جریان خون یعنی خون اندر بہت بہہ جانے کی وجہ سے واقعہ ہوئی جو بائیں پھیپھڑے، بائیں گردے اور جگر کے دائیں کنارے کے زخموں سے جاری ہوا تھا۔ عدالت لکھتی ہے کہ کوئی شخص بھی اسلامی شجاعت کے اس کارنامے کی نیک نامی لینے پر آمادہ نہ ہوا اور بے شمار عینی شاہدوں میں ایک بھی ایسا نہ نکلا جو ان غازیوں کی نشاندہی کر سکتا یا کرنے کا خواہشمند ہوتا جن سے یہ ''بہادرانہ'' فعل صادر ہوا۔ لہٰذا اصل مجرم شناخت نہ کئے جاسکے اور مقدمہ بے سراغ ہی داخل دفتر کر دیا گیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا ردعمل۔ آپ نے ۲۱؍ظہور/اگست ۱۹۴۸ء کو خطبہ جمعہ میں ان الفاظ میں اس شہادت پر تبصرہ کیا۔ ''میجر محمود احمد صاحب کی شہادت کا ردعمل لوگوں کے اپنے نظریہ کے مطابق ہوگا''۔ اب یہ بھی حضرت مصلح موعودؓ کا انصاف ہے کہ سب کو ملزم نہیں کر رہے بلکہ جانتے ہیں کہ بہت سے شریف لوگ وہاں موجود ہوں گے جنہوں نے اس بات کو ناپسند کیا ہوگا مگر چونکہ شرافت

آج کل بزدل اور گونگی ہو چکی ہے اس لئے ہمیں ان کا علم نہیں ہو سکتا۔فرماتے ہیں اپنے اپنے نظریہ کے مطابق ہوگا۔ ''بعض کا برا اور غیر اسلامی ردعمل ہوگا اور بعض کے نزدیک اس کا ردعمل اچھا ہو گا''۔لیکن ایک ردعمل تو ایسا ہوتا ہے جو دیر تک چلتا رہتا ہے اور جس کے نتیجہ میں لوگوں کو حق قبول کر نے کی توفیق بھی ملتی رہی ہے۔

فرماتے ہیں:

''یہ حملہ جو میجر محمود پر کیا گیا ہے، ہے تو اتفاقی حادثہ درحقیقت یہ حملہ احمدیت پر کیا گیا ہے۔میجر محمود تو وہاں اتفاقاً چلے گئے اگر کوئی اور احمدی ہوتا تو اس کے ساتھ بھی واقعہ پیش آتا کیونکہ میجر محمود پر کسی ذاتی عناصر کی وجہ سے حملہ نہیں کیا گیا بلکہ ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے.....۔اس واقعہ سے ہمارے اندر جو ردعمل ہونا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہم پہلے سے بھی زیادہ انہماک اور تندہی سے تبلیغ کی طرف متوجہ ہوں۔ مامور کی جماعتوں پر ظلم ہوتے ہیں اور وہ ظلموں کے نیچے بڑھتی اور پھولتی ہیں۔دشمنوں میں بھی شریف الطبع انسان ہوتے ہیں ان کے اندر ظلموں کو دیکھ کر دلیری پیدا ہو جاتی ہے اور سلسلے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میجر محمود کی شہادت کے بعد ایک دوست آئے۔ان کے دل میں احمدیت کی سچائی گھر کر گئی۔ پہلے بھی وہ سچائی کے قائل تھے لیکن ایمانی جرأت پیدا نہ ہوئی تھی۔اس واقعہ نے ان کے اندر ایمانی جرأت پیدا کر دی اور وہ یہ کہتے ہوئے کہ میجر محمود احمد کی خالی جگہ اور اس کی کمی کو پورا کرنے کے لئے احمدیت میں داخل ہوتا ہوں، احمدیت میں داخل ہو گئے۔آنحضرتﷺ کے زمانے میں بھی حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔وہ ظلموں سے متاثر ہو کر ایمان کی روشنی میں منور ہوئے تھے۔تو اس قسم کے ظلم وتشدد کے واقعات جماعت کی ترقی کا باعث ہوتے ہیں۔اس لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ وقت تبلیغ پر صرف کرنا چاہئے تا صحیح عقائد ان پر واضح ہو جائیں اور احمدیت کی سچائی کھل جائے''۔

ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب کوئٹہ
شہادت ۱۹۴۸ء

پیر سلطان عالم صاحب قادیان
شہادت ۱۹۴۷ء

حضرت حاجی میراں بخش انبالہ
شہادت ۱۹۴۰ء

چوہدری نصیر احمد صاحب محاذ کشمیر
شہادت ۱۹۴۸ء

چوہدری محمد حسین صاحب خیر پور
شہادت ۱۹۵۲ء

داؤد جان صاحب افغانستان
شہادت ۱۹۵۶ء

مولوی عبدالحق صاحب نور کرونڈی
شہادت ۱۹۶۶ء

ڈاکٹر محمد احمد خان کوہاٹ
شہادت ۱۹۵۶ء

عثمان غنی صاحب بنگلہ دیش
شہادت ۱۹۶۳ء

ماسٹر ضیاء الدین ارشد صاحب ربوہ
شہادت ۱۹۷۴ء

محمد اشرف کھوکھر صاحب گوجرانولہ

شہادت ۱۹۷۴ء

سعید احمد خان صاحب گوجرانوالہ

شہادت ۱۹۷۴ء

محمد افضل کھوکھر صاحب گوجرانوالہ

شہادت ۱۹۷۴ء

چوہدری محمود احمد صاحب گوجرانوالہ

شہادت ۱۹۷۴ء

احمد علی قریشی صاحب گوجرانوالہ

شہادت ۱۹۷۴ء

بشیر احمد صاحب گوجرانوالہ
شہادت ۱۹۷۴ء

منیر احمد صاحب گوجرانوالہ
شہادت ۱۹۷۴ء

چوہدری منظور احمد صاحب گوجرانوالہ
شہادت ۱۹۷۴ء

عنایت اللہ صاحب گوجرانوالہ
شہادت ۱۹۷۴ء

بشارت احمد صاحب، تہال
شہادت ۱۹۷۴ء

سید مولود احمد صاحب بخاری کوئٹہ
شہادت ۱۹۷۴ء

محمد الیاس عارف صاحب ٹیکسلا
شہادت ۱۹۷۴ء

سیٹھی مقبول احمد صاحب جہلم
شہادت ۱۹۷۴ء

غلام سرور صاحب ٹوپی مردان
شہادت ۱۹۷۴ء

اسرار احمد خان صاحب ٹوپی مردان
شہادت ۱۹۷۴ء

چوہدری عبدالرحیم صاحب موسیٰ والا
شہادت ۱۹۷۶ء

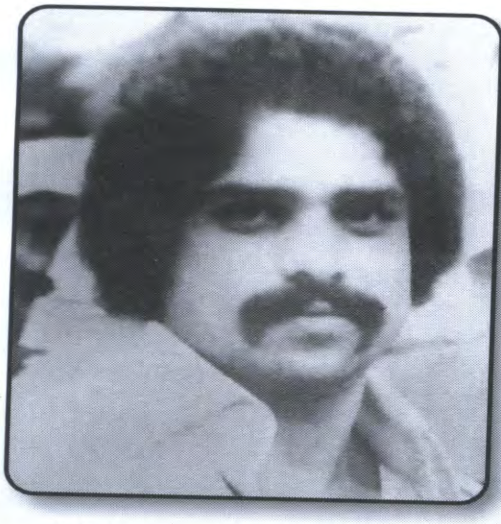

بشیر احمد رشید احمد صاحب سری لنکا
شہادت ۱۹۷۹ء

منشی علم دین کھوکھر صاحب کوٹلی
شہادت ۱۹۷۹ء

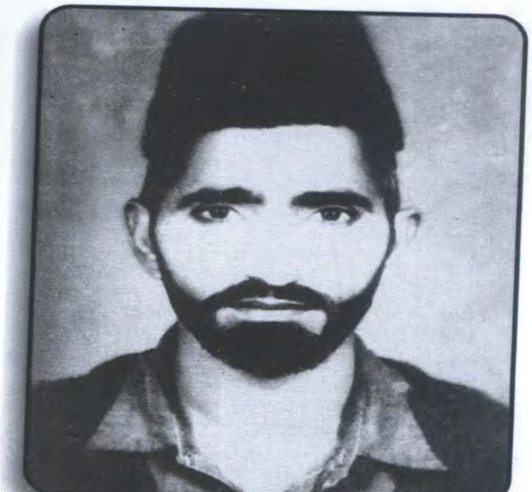

چوہدری مقبول احمد صاحب پنوں عاقل
شہادت ۱۹۸۲ء

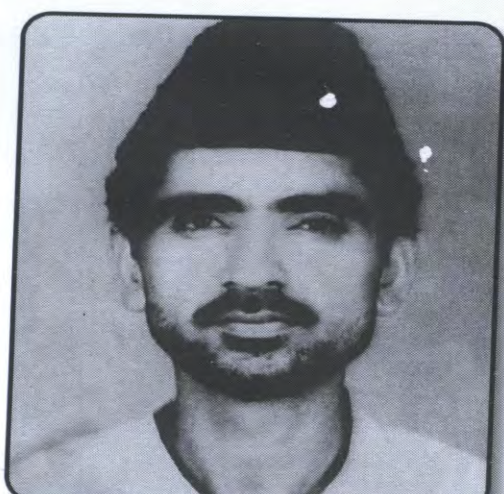

ماسٹر عبدالحکیم ابڑو صاحب لاڑکانہ
شہادت ۱۹۸۳ء

ماسٹر غلام محمد صاحب اوکاڑہ

اب ماسٹر غلام محمد صاحب کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں جو یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ہوئی۔ یہ صوبہ سرحد کے یا غیر ملکوں کے نہیں پاکستان میں ہونے والے واقعات ہیں۔ میجر محمود کا واقعہ بھی پاکستان ہی میں ہوا ہے۔ اب پاکستان کے واقعات میں یہ دوسرا واقعہ ہے۔ یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ایک احمدی مولوی نور دین سات دوسرے احمدیوں کے ساتھ تبلیغی مہم پر چک نمبر ۵ میں گیا۔ یہاں کے غیر احمدیوں نے ان مبلغوں کو گھیر لیا۔ پھر ان پر کیچڑ پھینکی اور ان کے چہروں پر کالک ملی اور گندے پانی میں سے انہیں ہنکا کر ریلوے سٹیشن اوکاڑہ پہنچایا۔ پولیس میں اس واقعہ کی رپورٹ لکھوائی گئی جس پر ایک شخص مولوی فضل الٰہی زیر دفعہ ۱۴۷، ۳۴۲ زیر حراست لے لیا گیا۔ دشمن یہ بہانہ ڈھونڈتے ہیں کہ ہمارے کسی مولوی کو پکڑیں یا کوئی جوابی کارروائی کریں تو اس کے نتیجہ میں ہم سارے ملک میں آگ لگا سکیں۔

اس گرفتاری کے خلاف احتجاج کے طور پر اوکاڑہ میں دکانیں بند ہوگئیں اور تین اکتوبر کی رات کو ایک جلسہ عام ہوا جس میں ہزاروں اشخاص شامل ہوئے۔ بہت سے مقررین نے تقریریں کیں جو بے انتہا اشتعال انگیز تھیں۔ ایک مقرر نے جلسہ کے نوجوان حاضرین سے اپیل کی کہ مرزائی فرقے سے قوم کو نجات دلاؤ اور بہت سے واقعات بیان کئے، علم دین شہید کے اور دوسرے واقعات۔ یہ ایک لمبی تفصیل ہے جس میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ تقریر سننے کے بعد محمد اشرف نے جو تقریریں سن چکا تھا ایک چھرے سے مسلح ہو کر غلام محمد کا تعاقب کیا جبکہ وہ اوکاڑہ جا رہا تھا۔ محمد اشرف نے غلام محمد کو ایک نہر کے قریب جا لیا اور اس کے چھرا گھونپ دیا۔ غلام محمد کا زخم کاری تھا چنانچہ وہ تھانے کو لے جانے سے پہلے ہی مر گیا۔ محمد اشرف ایک مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا جہاں اس نے بیان دیا۔ تفصیل اس کے منہ سے سنئے۔ پہلے یہ کہا کہ ستمبر میں پھر کہا کہ اکتوبر کی تیسری تاریخ کو اوکاڑہ میں ایک جلسہ ہوا جس میں رضوان، بشیر احمد، مولوی ضیاء الدین، قاضی عبدالرحمٰن، چوہدری محبوب عالم اور صدر جلسہ نے جو غالباً قاضی تھے پر جوش تقریریں کیں جن میں بتایا کہ مرزائی نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں۔ ہم حضورؐ کی عظمت کے لئے اپنی جانیں دے دیں گے۔ تقریر میں یہ کہا گیا کہ جو لوگ ان کو پہچان کر نابود کرنے پر آمادہ ہیں وہ اپنے ہاتھ اٹھائیں۔ جلسے میں علم دین غازی کا بھی ذکر کیا گیا اور اس کی سرگزشت سنائی گئی..........''۔ یہ ساری تحریر میں نے اپنے قلم سے کاٹی ہوئی

تھی وہ پرائیویٹ سیکرٹری نے غلطی سے لکھ دی ہے تو اصل حصہ ان کے قتل کے واقعہ کا میں اس شخص کے الفاظ میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے:

''میں سائیکل پر چک نمبر ۴۸ گیا جہاں ماسٹر تفریحی چھٹی پر اپنے گھر گیا ہوا تھا۔ میں چک میں ٹھہرا رہا تا وقتیکہ وہ سکول آ گیا۔ گاؤں کے چوک کی دکان پر میں نے ایک سگریٹ پیا۔ جب میں باہر نکلا ماسٹر سکول میں نہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ماسٹر مرزائی ہے اور میں اسی نیت سے آیا تھا۔ چک میں نے ایک سید سے پوچھا کہ آیا حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہمارے بچوں کو پڑھانے پر کوئی کافر مقرر تھا۔ اس ماسٹر کا کیا حق کہ وہ ہمارے چک میں مقیم ہے، زمین الاٹ کرا رکھی ہے اور بچوں کو پڑھا رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے ایک لڑکے سے پوچھا کہ ماسٹر کہاں گیا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ چک R۴۰/۴ کو گیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ سائیکل پر یا پیدل جواب ملا سائیکل پر۔ میرے پاس اس وقت ایک چھرا تھا میں نے اس کو دو میل کے فاصلے پر جا لیا اور وہاں میں نے اپنے سائیکل سے اتر کر اس کے سائیکل کو دھکا دیا اور اسے گرا لیا۔ میں نے ماسٹر کو چھرے سے ایک ضرب لگائی اور وہ بھاگ کر چھوٹی نہر کے پانی میں گھس گیا۔ چھرا ٹھیک نہ رہا۔ میں نے اسے درست کیا اور پھر پانی میں اور ضربیں لگائیں۔ میں اس کو مار رہا تھا کہ اِدھر اُدھر سے کچھ لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے مجھے روکا۔ میں نے ان سے کہا مجھے نہ روکو میں ایک کافر کو قتل کر رہا ہوں اور ایک اجنبی شخص نے مجھ سے سوالات کئے۔ میں نے اس کو بھی یہی بتایا کہ میں نے ایک کافر کو ہلاک کر دیا ہے۔ پھر میں اوکاڑہ چلا آیا۔ اوکاڑہ آ کر کسی نے اس سے کوئی باز پرس نہیں کی''۔

جتنے بھی احمدیوں کے قاتل ہیں ان کے خلاف قانون مجرم ہے۔ کسی انگریز مفکر نے بہت اچھی بات لکھی تھی کہ دنیا میں سب سے زیادہ بھیانک مظالم اس ملک میں توڑے جاتے ہیں جہاں قانون مجرم ہو چکا ہو۔ اگر قانون مجرموں کی پشت پناہی کرتا ہے تو وہاں سب سے زیادہ بھیانک مظالم

معصوموں پر توڑے جاتے ہیں۔ یہ فقرہ بعینہ پاکستان پر چسپاں ہوتا ہے۔

چوہدری بدرالدین صاحب راولپنڈی

اب میں چوہدری بدرالدین صاحب آف راولپنڈی کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں جو ۱۰/اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ہوئی۔ ماسٹر غلام محمد صاحبؓ کی دردناک شہادت کا زخم بالکل تازہ ہی تھا کہ صرف چند روز بعد جماعت احمدیہ راولپنڈی کے ایک سادہ مزاج اور خاموش طبع بزرگ اور صحابی چوہدری بدرالدین صاحب لدھیانویؓ گولی مار کر شہید کر دیئے گئے۔ چوہدری صاحب موصوف ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں پائی۔ انہوں ۱۸۹۹ء کے لگ بھگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ عرصۂ دراز جماعت احمدیہ لدھیانہ کے سیکرٹری مال اور سیکرٹری امور عامہ رہے۔ فسادات ۱۹۴۷ء میں آپ گوالمنڈی راولپنڈی میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔

راولپنڈی میں احرار کانفرنسوں نے سخت اشتعال پھیلا دیا اور ۱۰/اکتوبر ۱۹۵۰ء ساڑھے چھ بجے شام گوالمنڈی کے باغیچہ میں آ رہے تھے کہ فائر بریگیڈ کے پاس ایک شخص ولایت خان نے ان پر پیچھے سے فائر کیا اور گولی ان کی پشت کو چیرتے ہوئے پیٹ کی طرف سے نکل گئی۔ اتفاق سے اس وقت ایک سب انسپکٹر پولیس نے جو کسی کام کے تعلق میں باہر سے راولپنڈی آئے ہوئے تھے قاتل کو گولی چلاتے دیکھ لیا اور اسے موقع پر ہی گرفتار کر کے اس کا پستول چھین لیا اور جیسا کہ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کے فاضل ججوں نے اپنی رپورٹ میں ذکر کیا ہے عینی شاہدوں میں سے ایک نے جس پر سیشن جج اور ہائی کورٹ دونوں نے اعتبار کیا ہے یہ بتایا کہ مجرم کو عین موقع پر گرفتار کیا گیا تو اس نے یہ اقرار کیا کہ میں نے بدر دین کو اس لئے ہلاک کیا کہ وہ احمدی ہے۔ اور اس کا کچھ نہیں بنا۔

چوہدری بدر دین صاحبؓ گولی لگنے کی وجہ سے گر پڑے۔ ان کے ایک داماد ڈاکٹر میر محمد صاحب قریشی نے آپ کو ایمبولینس کار کے ذریعہ سے سول ہسپتال پہنچایا مگر آپ جانبر نہ ہو سکے اور اگلے دن گیارہ بجے کے قریب ساٹھ سال کی عمر میں آپ کو شہادت کے ذریعے عمر جاودانی نصیب ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بے ہوشی کے عالم میں بھی آپ کی زبان پر مسنونہ دعائیں اور کلمہ طیبہ جاری رہا۔ آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے مگر آپ نے اپنے پیچھے چونتیس افراد کا کنبہ بطور یادگار چھوڑا ہے۔

مولوی عبدالغفور صاحب اور آپ کا کمسن بچہ مانسہرہ

اب میں صوبہ سرحد میں ہونے والی ایک شہادت کا ذکر کرتا ہوں یہ کیونکہ ایسے ضلع کی شہادت ہے جو کبھی سرحد میں شمار ہوتا ہے، کبھی پنجاب میں شمار ہوتا ہے یعنی ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ۔ مولوی عبدالغفور صاحب، آپ دس برس کی عمر میں قادیان پہنچے اور ۱۹۰۶ء میں حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو قادیان کی پیاری اور پرنور برکت سے اس قدر محبت اور عقیدت ہوگئی کہ اپنے بڑے بھائی حکیم نظام جان صاحبؓ کو بھی آنے کی ترغیب دی جس پر حکیم صاحب مستقل ہجرت کر کے قادیان ہی کے ہوگئے۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ اذان سے پہلے اٹھتے اور اپنے ملازم کو ہمراہ لے کر دریا سے پار چکیوں پر چلے جاتے تھے۔ نماز فجر وہیں ادا کرتے اور اسی عرصہ میں ان کا سات سال کا بچہ عبداللطیف چائے لے کر وہاں پہنچ جاتا۔ دونوں ناشتہ کرتے اور زمین کی دیکھ بھال کے بعد اپنے گاؤں لوٹ آتے۔

۲۱ رستمبر کو بوقت صبح آٹھ بجے آپ اپنے بچے عبداللطیف کو لے کر اپنے گھر سے پن چکیوں کی نگہداشت کے لئے نکلے۔ آپ چار فرلانگ تک گئے تھے کہ ایک کمین گاہ سے آپ پر بندوق کا فائر کیا گیا۔ اس کے بعد آپ کو اور آپ کے بچے کو کلہاڑی سے شہید کر دیا گیا۔ ظالم قاتل بھاگ گئے اور بے گور و کفن لاش کی نگرانی آپ کا گھریلو کتا کرتا رہا جو کبھی آپ کی نعش کی طرف جاتا اور کبھی ان کے بچے کی نعش کی طرف جاتا تھا۔ بس دیکھو کتے کو بھی خدا تعالیٰ نے ان بدبختوں پر فضیلت بخشی ہے۔ وہ شہید کی نعشوں کی نگرانی کر رہا تھا اور ظالم اس سے لاپرواہ ہو کر اپنی خباثتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ مولوی عبدالغفور صاحب نے اپنے پیچھے ایک بیوہ، تین لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔ اب ان سب کے خاندان گواہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتنے فضل نازل فرمائے ہیں۔ دنیا تو ان واقعات کو بھول سکتی ہے مگر خدا کبھی نہیں بھولتا اور اپنے بے شمار انوار کے ذریعہ ان کی اولاد در اولاد پر ثابت کرتا چلا جاتا ہے کہ تم جو کچھ دنیا میں پا رہے ہو اور جو آخرت میں پاؤ گے وہ تمہارے بزرگ شہداء کی برکت ہے۔

محترم داؤد جان صاحب شہید

اب یہ واقعہ۔ شہادت ۱۹۵۶ء کی محترم داؤد جان شہید صاحب کی ہے، یہ بھی صوبہ سرحد کے

ہیں اور وہیں شہید کئے گئے۔ ۲۳؍مارچ ۱۹۵۶ء کو خطبہ ثانیہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے نماز ہائے جنازہ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا، ''چوتھا جنازہ جو بہت تکلیف دہ ہے کابل کے ایک احمدی دوست داؤد جان صاحب کا ہے۔ یہ مخلص دوست جلسہ پر ربوہ آئے ہوئے تھے۔ واپس گئے تو بعض لوگوں نے ان کی حکام کے پاس شکایت کر دی۔ انہوں نے بلا کر دریافت کیا کہ تم ربوہ گئے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں میں ربوہ گیا تھا۔ اس پر انہیں قید کر دیا گیا مگر ان کی قوم کی اس سے تسلی نہ ہوئی۔ چنانچہ ایک بہت بڑے ہجوم نے قید خانے پر حملہ کر دیا اس کے دروازے اور کھڑکیاں توڑ دیں اور پھر انہیں نکال کر باہر لے آئے اور کھلے میدان میں کھڑا کر کے ان کو شہید کر دیا۔

ان کی شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مرنا تو سب نے ہے لیکن اس قسم کی موت بہت دکھ اور تکلیف کا موجب ہوتی ہے اور مارنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق بناتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوْماً کہ تو اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آ گئی ہے لیکن ظالم کی مدد کیسے کی جائے۔ آپؐ نے فرمایا ظالم کو ظلم سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔ پس تم دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کی حفاظت فرمائے اور جن لوگوں نے غلطی کی ہے انہیں بھی ہدایت دے تا بجائے اس کے کہ وہ احمدیوں کے خلاف تلوار اٹھائیں ان کے دل احمدیت کے نور سے منور ہو جائیں اور انہیں نیکی کی راہوں پر چلنے کی توفیق نصیب ہو''۔ (روزنامہ الفضل ۱۳؍اپریل ۱۹۵۶ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے خطبہ فرمودہ ۳۰؍مارچ ۱۹۵۶ء مطبوعہ الفضل سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کھلے میدان میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا تھا۔

ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب کوہاٹ

اب حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں ہونے والی بے شمار شہادتوں میں سے اب میں ایک آخری شہادت کا ذکر کرتا ہوں۔ شہید مرحوم ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب ابن خان میر خان صاحب افغان

تھے۔ یہ خان میر خان حضرت مصلح موعودؓ کے ایک جانثار محافظ تھے اور ایسا کام کرتے تھے صرف حفاظت کا ہی نہیں بلکہ سامان وغیرہ بھی خود اٹھا اٹھا کر گاڑیوں میں رکھنا اور بچوں کی حفاظت کرنا، ان کی بھی دلداری کرنی۔ غرضیکہ حضرت مصلح موعودؓ کے پہرہ داروں میں سے خان میر ایک بے مثل پہرہ دار تھے۔

مریم سلطانہ جوڈاکٹر محمد احمد خان صاحب، آپ کے بیٹے کی بیگم اور آپ کی بہو تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ ضلع کوہاٹ کے علاقہ ٹل میں مقیم تھی۔ اس علاقے میں کوئی احمدی گھرانہ نہ تھا۔ ۱۹۵۶ء میں وہاں مخالفت کی آگ بہت بھڑکی۔ ۲۹/جون ۱۹۵۶ء کو مخالفین میرے خاوند کو دھوکہ دے کر ایک مریض کے علاج کے لئے پانچ چھ میل دور علاقہ غیر میں لے گئے۔ یہ سراسر جھوٹ بول کر لے جانے والا گاؤں کا ایک ملاں تھا۔ اس نے انسانی ہمدردی کے نام پر ان سے اپیل کی کہ سات میل دور تمہیں جانا پڑے گا مگر ایک مریض ہے اور اس کی خاطر اگر تمہارے دل میں سچی ہمدردی ہے انسانیت کی تو وہاں پہنچو اور اس کا علاج کرو لیکن جونہی یہ بد بخت گاؤں پہنچا اس نے نہایت غضب ناک آواز میں اعلان کیا کہ یہ قادیانی ڈاکٹر ہے میں اسے نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ اسے گولی نہ ماردوں اور وہیں گولی مار کر شہید کر دیا۔

مریم سلطانہ کو شہادت کی خبر ملی تو اردگرد کوئی بھی ان کا ہمدرد نہ تھا۔ سب مخالف تھے۔ لیکن بڑی بہادر خاتون تھیں۔ یہ ہمت کر کے، بچوں کو خدا کے سپرد کر کے اپنے میاں کی نعش لینے کے لئے نکل کھڑی ہوئیں۔ جس قسم کے حالات تھے نعش کا ملنا ممکن نہیں نظر آتا تھا لیکن آپ لاش کی تلاش میں سرگرداں پھرتی رہیں۔ کہتی ہیں کہ میں لاش تلاش کرتی پھرتی تھی اور شہر کے لوگ میرے شوہر کے قتل پر خوشیاں منا رہے تھے۔ میں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا پھر کوئی میرے غم میں شریک نہ تھا۔ آخر انہوں نے یعنی مریم نے آخر لاش حاصل کر ہی لی اور ٹرک کا انتظام بھی خود ہی کیا۔ بڑی بہادر خاتون تھیں، خود اکیلے ہی سارے کام کئے۔ ٹرک کا انتظام کر کے اس میں لاش رکھ کر چاروں بچوں کو ہمراہ لے کر ربوہ روانہ ہوگئیں۔

کہتی ہیں میں آہوں اور سسکیوں میں زیر لب دعائیں کرتی رہی اور اور ان کے شوہر کی دکان بھی لوٹ لی گئی۔ قاتل وہاں دندناتا پھر رہا تھا لیکن کوئی اسے پکڑنے والا نہ تھا لیکن خدا کی پکڑ سخت ہوتی ہے۔

اب یہ وہ آخری بات ہے جس سلسلہ میں میں جماعت کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ جتنے بھی احمدیوں کو شہید کرنے والے ظالم لوگ ہیں ان کی خبر تو لے کر دیکھیں کہ حکومت کی پکڑ سے تو وہ بچ گئے ان پر خدا کی کیسی پکڑ آئی۔ میں جب وقف جدید میں تھا مجھے یہ شوق تھا، میں جستجو کیا کرتا تھا تو ایک خاندان کے متعلق جس نے بہت ظالمانہ طریق پر ایک احمدی کو مارا تھا اس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ سارا خاندان ایک حادثہ میں بس میں جل گیا اور تمام کے تمام جل کر مر گئے۔ پس اس پہلو سے بھی مجھے شوق تھا کچھ مواد میں نے اکٹھا کروایا تھا وہ اللہ بہتر جانتا ہے کہاں گیا۔لیکن احمدی محققین کو یا جن جن علاقوں میں یہ لوگ بستے ہیں جو قتل کرنے کے بعد دندناتے پھرتے تھے ان کے علاقے کے احمدیوں کو چاہئے کہ ان کے حالات جمع کریں اور دیکھیں کہ خدا کی تقدیر نے ان کو کیسے آ پکڑا۔

اب ان کے بیان کے متعلق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ یہ شخص جو دندناتا پھرتا تھا یہ پاگل ہو گیا اور دیوانگی کی حالت میں گلیوں میں نیم برہنہ پھرتا رہا اور کچھ عرصہ نظر آنے کے بعد کہیں ہمیشہ کے لئے گم ہو گیا۔وہ ملاں جو مریض دکھانے کے بہانے ڈاکٹر کو بلانے آیا تھا وہ بھی اپنے بھائی کے ہاتھوں بیوی بچوں سمیت قتل ہو گیا۔تو اللہ کی پکڑ ڈھیل تو دکھاتی ہے مگر بہت سخت ہوا کرتی ہے۔مگر ہمارے ارباب حل وعقد کو تو خدا کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ تو تاریخ ان کو بتائے گی کہ یہ کہاں جارہے ہیں اور کس گڑھے میں کود رہے ہیں اور سارے ملک کو اپنے ساتھ جہنم میں داخل کر رہے ہیں۔

آج کل جو وہاں حال گزر رہا ہے گلی گلی ظلم کا شکار بن چکی ہے، اتنے بھیانک مظالم ہو رہے ہیں کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ **مزقھم کل ممزق و سحقھم تسحیقا کی تقدیر ہے جو پاکستان میں چلتی دکھائی دے رہی ہے۔مزقھم کی چکی کے نیچے یہ سارے پیسے جارہے ہیں اور کسی کو پتہ نہیں کہ ابھی مرنے کے بعد ایک اور چکی میں بھی پیسے جائیں گے جس کا پیسا جانا ہمیشہ کے لئے یا اتنے لمبے عرصہ کے لئے ہے جسے ہیشگی کہا جا سکتا ہے۔**اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ہدایت عطا فرمائے۔آمین۔

خلافت ثانیہ کے شہداء

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷؍مئی ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ (البقرۃ:۱۵۵)

شہداء کا ذکر چل رہا ہے اسی تعلق میں یہ مرکزی آیت ہے جس کی میں ہر دفعہ تلاوت کرتا ہوں۔

جب شہداء کا ذکر خیر چلا تو اس وقت اس کثرت سے شہداء کے نام نہیں تھے جو اب اس مضمون کے تتبع سے آہستہ آہستہ نکل آئے ہیں اور عزیزم غلام قادر کی شہادت نے جو یہ سلسلہ جاری کیا دیا، اللہ تعالیٰ امید ہے اس کو بھی اس کے ثواب سے محروم نہیں رکھے گا کیونکہ بہت سے ایسے نام ہیں جن کو عام یاد بھلا چکی تھی۔ پس ضروری تھا کہ ان کا ذکر بار بار چلے۔ اب جو پاکستان میں خصوصیت سے ہمارے اسیران راہ مولیٰ پڑے ہوئے ہیں ان میں سے بھی اکثر کے نام کو لوگ بھلا چکے ہوں گے لیکن اپنے قفس میں بیٹھے ہوئے ان کا دل تو چاہتا ہوگا کہ ”کہیں تو بہر خدا آج ذکر یار چلے“۔ فیض نے بہت خوب کہا ہے کہ:

؎ قفس اداس ہے یارو صبا سے کچھ تو کہو
کہیں تو بہر خدا آج ذکر یار کر چلے

(زنداں نامہ،نسخہ ہائے وفا صفحہ:۲۶۴)

تو جو میرے یار ہیں وہ ان کے بھی تو یار ہیں ۔ان کے بھی یار ہیں جنہوں نے راہ احمدیت میں بے شمار قربانیاں پیش کیں ۔تو یہ ذکر خیر جو آج میری زبان سے جاری ہورہا ہے ہوسکتا ہے آج کے قفس کی فضاؤں کو بھی روشن کر دے اور کچھ دیر تک وہ لوگ جو اس ذکر کو سنیں ان یادوں میں محو ہو جائیں جو ان کو بھی بہت پیاری ہیں اور اس سے خود تسلی پائیں کہ بڑی بڑی عظیم قربانیاں دینے والے وجود پہلے گزر چکے ہیں،ان کے مقابل پر تو ان لوگوں کی قربانیاں ماند ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں ۔پس وہ سلسلہ ہے جسے اب ہم آگے بڑھاتے ہیں اور تعجب ہے کہ افغانستان میں اس سے اور بھی بہت زیادہ شہید ہوئے ہیں جتنا عام لوگوں کا تصور ہے۔

صاحبزادہ محمد سعید جانؓ اور صاحبزادہ محمد عمر جانؓ افغانستان

سب سے پہلے میں صاحبزادہ محمد سعید جانؓ اور صاحبزادہ محمد عمر جانؓ افغانستان کا ذکر کرتا ہوں ۔۱۹۱۷ء میں ضلع گجرات کے ایک مجذوب فضل کریم صاحب ہوا کرتے تھے جن کو تبلیغ کا بہت شوق تھا لیکن تھے مجذوب ۔ان کو پتہ نہیں تھا کہ ان کی تبلیغ کی جرأت کے نتیجہ میں احمدی بھائیوں کو کیا کیا مصیبتیں پڑیں گی ۔بہر حال ان کے دل میں یہ سودا سمایا کہ وہ تبلیغ کی خاطر ۱۹۱۷ء میں روانہ ہو کر کابل چلے گئے او روہاں جا کر سردار نصر اللہ خان کو درخواست دی کہ میں احمدی ہوں اور بغرض تبلیغ آیا ہوں ۔سردار نے ان کو فوراً گرفتار کر لیا اور پھر جب ان سے پوچھ گچھ کی اور کون کون احمدی ہیں تو اس مجذوب بے چارے نے ان سب کے نام لے دیئے جن کا اس کو علم تھا ۔چنانچہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے پانچ لڑکوں کو بھی ان کی نشاندہی پر گرفتار کر لیا گیا جو ابھی افغانستان میں ہی تھے۔

انہیں شیر پور کے جیل خانے میں مقید کر کے ان کے پاؤں پر موٹی موٹی بیڑیاں ڈال دی گئیں اور اگر چہ ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا گیا مگر یہ دردناک ،اذیت ناک موت جو رفتہ رفتہ ان کو پہنچائی گئی یہ عام یکدفعہ کی شہادت سے زیادہ دردناک ہوا کرتی ہے ۔چنانچہ آٹھ نو ماہ تک وہ جیل میں اس حالت میں

رہے کہ ان کو کھانے میں سوائے نمک اور خشک روٹی کے کچھ نہیں ملتا تھا اور اس کی وجہ سے جیل میں ہی انہوں نے تکلیفیں اٹھا اٹھا کر جب نظام نے جواب دیا، انتڑیاں گل گئیں تو اسی حالت میں وفات پائی۔تو بلاشبہ ان کا نام عظیم شہداء میں داخل ہے اور ان کی شہادت اس پہلو سے زیادہ دردناک ہے کہ نو ماہ تک مسلسل تکلیفیں اٹھاتے ہوئے انہوں نے جان دی ہے۔

حضرت سید سلطان احمد صاحب اور حضرت سید حکیم صاحب

ایک اور کابل کے شہید ہیں ان کا بھی یہی حال ہے۔ان کو بھی نمک اور خشک روٹی پر رکھا گیا تھا جس طرح ان شہداء کو بھی اور اسی طرح رفتہ رفتہ انتڑیاں گل گئیں، زخم پیدا ہو گئے سارے نظام میں اور اس حالت میں انہوں نے جان دی ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۱۸ء کا ہے۔حضرت سید سلطان احمد صاحب شہید اور ان کے بھائی حضرت سید حکیم صاحب کا ذکر ہے۔شہادت ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔علاقہ جاجی کے حاکم سردار محمد خان کے حکم سے ایک بڑے عالم یعنی سید سلطان صاحب جو بڑے عالم دین تھے اور ان کے بھائی سید حکیم صاحب کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ یہاں خشک نمک اور نان کے سوا کوئی کھانا نہیں ملتا تھا۔مسلسل یہ کھانا کھانے کے نتیجہ میں دونوں کی انتڑیاں بالکل گل گئیں اور اسی دردناک حالت میں شہید ہوئے۔

حاجی میراں بخش صاحب اور ان کی اہلیہ

اب تاریخ کے اعتبار سے مختلف ملکوں کا جگہ جگہ ذکر چلے گا۔مگر میں نے تاریخ وار چونکہ مرتب کیا ہے اس لئے اب میں انبالہ کے حاجی میراں بخش صاحب اور ان کی اہلیہ کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں یوم شہادت ۱۳/ ۱۴ راگست ۱۹۴۰ء۔۱۳/ ۱۴ راگست کی درمیانی شب کو گیارہ بجے حضرت حاجی میراں بخش صاحبؓ اور ان کی اہلیہ صاحبہ کو ان کے اپنے مکان میں شہید کر دیا گیا۔حاجی میراں بخش قریشی محلّہ خلوت انبالہ شہر کے رہنے والے تھے۔ چرم فروشی کرتے تھے۔حاجی صاحب نے ۱۹۰۴ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔نہایت سرگرم داعی الی اللہ تھے۔ان پر اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی بدولت فضل بھی بہت کئے تھے اور بہت کاروبار چلا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کا جو کاروبار کا پھلنا اور پھیلنا یہ بھی احمدیت ہی کی برکت سے تھا۔اس وجہ سے بہت مشہور ہو گئے تھے اور ملاّنوں کو یہ بہت تکلیف تھی کہ احمدی ہو کر اتنی اس کو برکت ملی ہے، اتنا مال و دولت اس کے ہاتھ آرہا ہے۔

اس وجہ سے ملّانوں کی انگیخت پر ۱۳ اور ۱۴ کی درمیانی شب کو گیارہ بجے جب کہ آپ اور آپ کی اہلیہ اپنے مکان پر سوئے تھے آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ پہلے حاجی صاحب پر دشمنوں نے تیز چاقو سے حملہ کیا اور پسلی کے قریب ایک گہرا زخم لگا جس سے حاجی صاحب موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر ان کی اہلیہ کی آنکھ کھلی اور وہ شور مچا کر مدد حاصل کرنے کے لئے چھت پر چڑھنے لگیں کہ سنگدل قاتل نے مرحومہ کو چھت سے نیچے گرا لیا اور ایک دو وار میں ہی کام ختم کر دیا۔ یہ واقعہ شہادت اور بھی دردناک ہو جاتا ہے یہ معلوم کر کے کہ ان کی چھوٹی بچی عمر دس ماہ ان کی گود میں تھی وہ ان کے نیچے دب گئی اور لاش اس بچی کے اوپر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہوئی۔ اس حالت میں بچی کو اٹھایا گیا جو زندہ تھی کہ وہ مرحومہ ماں کا دودھ چوسنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ دودھ خشک ہو چکا تھا۔ بہت ہی دردناک شہادت ہے یہ اور اس حالت میں چونکہ پوسٹ مارٹم کے بعد لاش احمدیوں کے سپرد نہیں کی گئی تا کہ وہ اس کو باقاعدہ تابوت میں ڈال کر قادیان لے جا سکتے اس لئے ان کے غیر احمدی رشتہ داروں نے ان کی نعش کو وہیں دفنا دیا۔

صوبیدار خوشحال خان صاحب

صوبیدار خوشحال خان صاحب، تاریخ شہادت ۲۹رمئی ۱۹۴۲ء۔ آپ صوابی ضلع مردان میں ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دوسرے بھائی جمعدار سلطان محمد خان صاحب تھے۔ اب ان کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں عین ان کے ساتھ بھی احمدیت کا ایک معجزہ ہوا ہے کہ ان کے خاندان کی تیس بتیس پشتوں سے جہاں تک ان لوگوں کو یاد تھا یہ سلسلہ چلا آ رہا تھا کہ دو بیٹے ہوتے تھے ایک لاولد مر جاتا تھا پھر دوسرے کی بھی دو بیٹے ہوتے تھے اور اس میں سے ایک لاولد مر جاتا تھا۔ پھر آگے اس کے بھی دو بیٹے ہوتے تھے۔ یہ ایک حیرت انگیز سنت تھی جو بڑی دیر سے چلی آ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے احمدیت قبول کرنے سے یہ طریق بدل ڈالا اور آپ کو بیٹوں، پوتوں اور پڑپوتیوں سے نوازا یعنی دو بیٹوں والا قصہ ختم ہو گیا پھر کثرت سے ان کے بیٹے بیٹیاں بھی ہوئے پوتے بھی ہوئے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس دور میں قاضی محمد یوسف صاحب آف پشاور کے زیر تبلیغ تھے مگر احمدیت قبول کرنے کی توفیق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ملی۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ایک خواب میں پہلے بھی کر چکے تھے۔

آپ کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔

واقعہ شہادت کی تفصیل یہ ہے: احمدیت کی وجہ سے آپ کے گاؤں مینی تحصیل صوابی ضلع مردان میں آپ کی بہت مخالفت تھی ۔۲۹ رمئی ۱۹۴۲ء کو آپ حسب معمول ٹوپی سے نماز جمعہ ادا کر کے اپنے گاؤں واپس جارہے تھے کہ رستے میں ان کے گاؤں موضع مینی اور صوابی کے درمیان انہیں بعض نامعلوم لوگوں نے گولیاں برسا کے شہید کر دیا۔ قاتل جائے واردات پر ایک خط چھوڑ کر گئے جس میں لکھا تھا کہ قادیانی مذہب چھوڑ دو، رسول کریم کا دین خراب مت کرو ورنہ سب قتل کر دیئے جاؤ گے۔ آپ نے اپنے پیچھے نو بیٹے، تین بیٹیاں اور متعدد نواسے نواسیاں بطور یادگار چھوڑے ہیں۔ یہ بھی شاید سن رہے ہوں اگر ان کے کانوں تک میری یہ آواز پہنچے تو یہ اپنے خاندان کی آج کی موجودہ تفصیل بھی مجھے بھجوائیں۔ کون کون کہاں آباد ہوا ہے، ان سے خدا تعالیٰ کا کیا سلوک ہے۔

انڈونیشیا کے شہداء کا ذکر

اب میں ہندوستان کا ذکر چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لئے آپ کو **انڈونیشیا** لے کے چلتا ہوں۔ انڈونیشیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت سی شہادتیں ہوئی ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جلی قلم کے لکھنے والی شہادتیں ہیں۔

سب سے پہلے ۱۹۴۵ء میں آزادی کے اعلان کے بعد جبکہ انڈونیشیا نے جنگ آزادی جیت لی تو موضع چوکنگ کاونگ ضلع تاسک ملایا، مغربی جاوا، انڈونیشیا کے علاقہ میں ماشومی نامی ایک انتہا پسند مسلمان تنظیم کے ایماء پر ماشومی کے شر پسند عناصر کے ہاتھوں چھ احمدی شہید کئے گئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ **محترم جائد (Jaid) صاحب، محترم سورا (Sura) صاحب، محترم سائری (Sairi) صاحب، محترم حاجی حسن صاحب، محترم راڈن صالح (Raden Saleh) صاحب، دھلان (Dahlan) صاحب۔**

ان سب شہداء کو انتہائی وحشیانہ طریق سے ہاتھ باندھ کر سرعام چوک میں شہید کیا گیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ اب ظاہر ہے کہ ان سب کے لئے بظاہر توبہ کا رستہ کھلا تھا اور ارتداد کا رستہ کھلا تھا مگر ایک بھی ان میں سے اپنے دین سے نہیں ہٹا۔ بہت بہادری سے جان دی۔ انہی ایام میں اس ضلع کی ایک اور جماعت سانگیانگ لومبنگ انڈ ہیانگ(**Sangiang Lombang**

(Indhiang) میں اسی تنظیم کے چار دہشت گردوں نے چار احمدی احباب کو بے دردی سے شہید کیا جن کے اسماء حسب ذیل ہیں۔ **محترم حاجی سنوسی (Haji Sanusi) صاحب، محترم اومو (Omo) صاحب، محترم تہیان (Tahyan) صاحب اور محترم سہرومی (Sahromi) صاحب۔**

۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۵ء وارنگ دویانگ چی آنجور (Warung Doyong Chianjur) میں نام نہاد ملاں اور نام نہاد اسلامی شر پسندوں کے فتنہ کی وجہ سے دو احمدیوں کو جیل بھیج دیا گیا جن میں سے ایک احمدی **محترم مارتاوی (Martawi) صاحب** ۴؍مئی کو جیل کے اندر ہی فوت ہو گئے اور اس طرح انہوں نے بھی خدا کی راہ میں شہادت پائی۔ اگرچہ قتل نہیں ہوئے مگر جیل میں راہ مولیٰ میں قید کئے جانے والے جب مرتے ہیں تو شہید ہی ہوتے ہیں۔

مکرم شریف دوتسا صاحب البانیہ

اب یورپ آتے ہیں۔ یورپ کے پہلے احمدی شہید کا ذکر کرتا ہوں۔ یہ البانیہ کے باشندے تھے ان کا نام شریف دوتسا تھا۔ ان کے بیٹے یہاں آ کر مجھ سے ملے بھی ہوئے ہیں۔ شریف دوتسا صاحب یورپ کے **پہلے احمدی شہید** ہیں کیونکہ جب کمیونسٹ انقلاب آیا تو وہ مذہب کا نام بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور چونکہ اشتراکیت اصولاً اسلام کے خلاف تھی اس لئے بڑی بہادری کے ساتھ اسلام پر قائم رہے اور کمیونسٹ حکومت کو کہہ دیا کہ میں تمہارے جھوٹے نظام کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ اس کے نتیجہ میں ان کو شہید کر دیا گیا۔ گویا باقاعدہ انہوں نے شہادت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے قبول کیا ہے۔ سرکردہ رئیس تھے اور ان کا اثر ورسوخ البانیہ میں بھی تھا اور یوگوسلاویہ میں بھی تھا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپ کی شہادت کے موقع پر تحریر فرمایا

> ”شریف دوتسا ایک مخلص احمدی تھے۔ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ کمیونسٹ طریق حکومت کے مخالف تھے اور جو مسلمان اس ملک میں اسلامی اصول کو قائم رکھنا چاہتے تھے ان کے لیڈر تھے۔ مرتے تو سب ہی ہیں اور کوئی نہیں جو مقررہ عمر سے زیادہ زندہ رہ سکے مگر مبارک ہے وہ جو کسی نہ کسی رنگ میں دین کی حمایت کرتا ہوا مارا جائے۔ شریف دوتسا کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ یورپ کے پہلے

شہید ہیں‘‘۔

محترم محمد اکرم خان صاحب چارسدہ ضلع پشاور

اب پھر واپس صوبہ سرحد چلتے ہیں۔محترم محمد اکرم خان صاحب چارسدہ ضلع پشاور۔تاریخ شہادت ۱۰رجنوری ۱۹۵۰ء۔آپ نے مولوی محمد الیاس صاحب کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔پہلے پیغامی ہوا کرتے تھے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر دستی بیعت کی۔بڑے مخلص احمدی رہے۔تبلیغ کا بہت شوق تھا۔مطالعہ کتب کا جنون تھا۔کچھ عرصہ نائب تحصیلدار رہے۔دفتر چیف کمشنر سرحد میں میر منشی بھی رہے۔بعد میں زمینداری اختیار کی اور چارسدہ کے قریب موضع ’’ڈب‘‘ آباد کیا۔ڈب میں ہی تھے کہ کسی انگیخت پر ایک نامی گرامی بدمعاش نے ۱۰رجنوری بروز منگل بندوق سے فائر کر کے شہید کر دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

’’وہ چھہتر سال کی عمر کے تھے اور ایک رئیس خاندان میں سے تھے۔یہ وہی ہیں جن کے متعلق ان کے بھائی نے بیان دیا تھا کہ ہم نے ایک اٹھنی احمدیوں کو دے دی ہے اور ایک اٹھنی غیر احمدی کو۔یہ پہلے پیغامی جماعت کے ساتھ تھے بعد میں مبائعین میں شامل ہو گئے۔خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی شہادت میں بعض مولویوں کا ہاتھ ہے‘‘۔

وہ تو لازماً ہوگا مگر چونکہ قطعی شہادت حضرت مصلح موعودؓ کو نہیں ملی تھی اس لئے یہی فرمایا کہ خیال کیا جاتا ہے۔

چوہدری محمد حسین صاحب، گمبٹ

اب چوہدری محمد حسین صاحب تاریخ شہادت ۲۲رفروری ۱۹۵۲ء کا ذکر کرتا ہوں۔یہ اب پنجاب کی بات ہے اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب کہ احرار مومنٹ کی شرارت اور شور وغوغا بہت زوروں پر تھا۔احراری لیڈروں کی رات دن کی فتنہ انگیز تقریروں اور تحریروں کی وجہ سے ۱۹رفروری ۱۹۵۲ء کو چوہدری محمد حسین صاحب احمدی کو گمبٹ ریاست خیر پور سندھ میں شہید کر دیا گیا۔اب سندھ کے شہداء کا جو ذکر چلتا ہے اس میں عام طور پر لوگ ان کو بھول جاتے ہیں۔یہ بھی سندھ کے عظیم الشان

شہداء میں سے ہیں۔ پولیس نے اطلاع ہونے پر قاتل کوموقع پر گرفتار لیا۔ چوہدری صاحب موصوف کو فوراً ہسپتال پہنچایا گیا مگر وہ جانبر نہ ہو سکے۔ انالله و انا الیه راجعون.

انڈونیشیا کے مزید چھ شہداء کا ذکر

اب پھر انڈونیشیا۔ تاریخ کے اعتبار سے اب پھر انڈونیشیا کی باری آرہی ہے۔ چیانڈام (Chiandam) انڈونیشیا، ۳رمارچ ۱۹۵۳ء کو اس جماعت کے چھ مرد وزن کو شہید کیا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں مغربی جاوا، انڈونیشیا میں ایک انتہا پسند پارٹی دارالاسلام ہوا کرتی تھی۔ شر پسند عناصر اوراس جماعت کے پیشوا امام کارتو سوویرو (Karto Suwiryo)، جو انڈونیشیا میں نام نہاد اسلامی شریعت نافذ کرنا چاہتے تھے۔ دارالاسلام جوان کی تنظیم تھی اس کے دہشت گرد جو کہ اپنے آپ کو تن تارا اسلام انڈونیشیا کہا کرتے تھے۔ ۳رمارچ ۱۹۵۳ء بروز ہفتہ شام سات بجے اسی تنظیم تن تارا اسلام کے دہشت گرد صدر جماعت احمدیہ چیانڈا م کے گھر آئے۔ اس وقت صدر جماعت **سوما (Soma) صاحب** (عمر تقریباً ۳۷ سال) کے پاس ان کے بیٹے اور جماعت احمدیہ چیانڈام کے سیکرٹری اور محاسب **محترم اوسون (Uson) صاحب** (عمر ۲۱ سال) اور سوما صاحب کے ایک قریبی رشتہ دار **محترم سرمان (Sarman) صاحب** (عمر ۲۶ سال) موجود تھے۔

تن تارا کے کارندے زبردستی ان کے گھر میں داخل ہوئے اور ان تینوں کو اپنے ساتھ گھر کے باہر ایک کھلے میدان میں لے گئے اور فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ انالله و انا الیه راجعون۔

اس کے بعد تن تارا اسلام انڈونیشیا کے شر پسند اس گھناؤنی کارروائی کو جاری رکھتے ہوئے **محترم جملی (Jumli) صاحب** کے گھر گئے اور انہیں گھر سے بلایا۔ پھر زبردستی گھر میں داخل ہو گئے جہاں **محترمہ ایڈوٹ (Idot) صاحبہ** اور **محترمہ اونیہ (Uniah) صاحبہ** بھی موجود تھیں۔ انہوں نے تینوں کو گھر سے باہر نکال کر فائرنگ کر شہید کر دیا۔ انالله و انا الیه راجعون.

1953ء کے فسادات میں لاہور کے شہداء

اب لاہور کے شہداء کا ذکر کرتا ہوں جو پہلے مارشل لاء کے نفاذ سے کچھ عرصہ پہلے شہید ہوئے اور بعضوں کا ذکر پہلے شاید ہو چکا ہو لیکن اب میں تاریخ کے حوالے سے بعض کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا ذکر تحقیقی عدالت کی رپورٹ میں بھی ہے۔ جس دن مارشل لاء لگایا گیا اس دن حالات اتنے خراب ہو

چکے تھے کہ تحقیقاتی عدالت کے جج جسٹس منیر نے لکھا: اس دن کے واقعات کو دیکھ کر ''سینٹ بارتھولومیو ڈے'' یاد آجاتا تھا۔

ماسٹر منظور احمد صاحب لاہور

اس مارشل لاء سے قبل جو شہادتیں ہیں ان میں ماسٹر منظور احمد صاحب مدرس بھی شامل تھے۔ ان سب شہداء کے متعلق میں نے لکھ دیا ہے کہ ان کی تفاصیل معلوم کریں کہاں تھے، کس کے بیٹے تھے، ان کی اولاد کہاں کہاں گئی۔ شہادتوں کے ذکر میں توجہ صرف اسی طرف بٹی رہی کہ کون شہید ہوا حالانکہ ضروری تھا ہماری تاریخ کو مکمل کرنے کی خاطر کہ ان کی اولاد، ان کے پسماندگان وغیرہ کہاں گئے اور کہاں آباد ہوئے اور خدا تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تو اب انشاء اللہ یہ بھی اس شہادت کے تذکرہ کا ایک پھل، بہت ہی نیک پھل ہے جو ہمیں زائد حاصل ہو رہا ہے۔ وہ لوگ جن کی اولادوں کو بھلا دیا گیا تھا اب وہ اولادیں بھلائی نہیں جاسکیں گی۔ اس خطبہ کے تسلسل میں ان کا ذکر خیر بھی چلے گا۔

محمد شفیع صاحب اور میاں جمال احمد صاحب لاہور

ماسٹر منظور احمد صاحب مدرس تھے۔ یہ نہیں لکھا کہ کون تھے، کس کے بیٹے تھے، کہاں تھے۔ صرف اتنا ذکر ہے کہ مدرس تھے۔ ان کے علاوہ ۶؍ مارچ کو ایک احمدی محمد شفیع صاحب برما والا کو مغلپورہ میں شہید کیا گیا اور کالج کے ایک احمدی طالب علم میاں جمال احمد صاحب کو بھی اسی روز شہید کیا گیا۔ میاں جمال احمد صاحب شہید کی شہادت کا واقعہ بہت ہی دردناک بھی ہے اور ان کی بہادری پر بھی دلالت کرتا ہے۔ بہت نڈر انسان تھے۔ محترم جمال احمد صاحب ولد مستری نذر محمد صاحب حلقہ بھاٹی گیٹ لاہور کو ۶؍مارچ ۱۹۵۳ کو شہید کیا گیا۔ شہادت کے وقت آپ تعلیم الاسلام کالج لاہور میں ایف۔ایس۔سی کے طالب علم تھے۔ جب بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تشریف لے جاتے تو شہید مرحوم ساری ساری رات ڈیوٹی دیتے۔ ۵؍مارچ ۱۹۵۳ء کو آپ ساری رات گھر کی چھت پر پہرہ دیتے رہے۔

۶؍مارچ کو جمعہ کے روز آپ اپنی والدہ اور بہن بھائیوں کو ملنے سائیکل پر رنگ محل جا رہے تھے۔ گھر سے کچھ فاصلہ پر محلّہ دار جو آپ کو جانتے تھے جلوس کی شکل میں کھڑے تھے۔ آپ پاس سے گزرے تو انہوں نے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ آپ سائیکل سے اتر کر کھڑے ہو گئے۔ ہجوم گالیاں

دیتا ہوا آپ کو مارتے ہوئے یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا یہ مرزائی ہے اسے جان سے ماردو۔ایک شخص جو آپ کو ذاتی طور پر جانتا تھا وہ آپ کے پاس آیا کہنے لگا جمال تم کہہ دو کہ تم احمدی نہیں ہوتو میں تمہیں بچا لوں گا۔اگر تم ویسے نہیں کہنا چاہتے تو میرے کان میں ہی کہہ دوتو پھر بھی میں اس ہجوم کو سنبھال لوں گا۔ کیونکہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔آپ کہنے لگے کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں اور اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹ نہیں بولوں گا،تم نے جو کچھ کرنا ہے کرلو۔چنانچہ آپ کو نیچے گرا کر چاقوؤں سے شہید کر دیا گیا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔شہادت کے وقت آپ کی عمر صرف ۱۷سال تھی۔

جمال احمد شہید کے بھائی نصیر الدین بلال اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ شہید مرحوم کے قاتل حکومت نے پکڑ کر چھوڑ دیئے۔لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو ہمارے سامنے سزا دی۔ایک پاگل ہو کر نہایت بری حالت میں مرا یعنی گندی نالیوں کا گند پیتے ہوئے پھرتا رہا اسی حالت میں مرا اور دوسرا اندھا ہو کر مرا۔

مرزا کریم بیگ صاحب

اب ایک اور احمدی مرزا کریم بیگ صاحب کو فلیمنگ روڈ پر چھرا مار دیا گیا اور ان کی نعش ایک چتا میں پھینک دی گئی جو فرنیچر کو آگ لگا کر تیار کی گئی تھی۔کثرت کے ساتھ اسی روز احمدیوں کی دکانیں لوٹ لی گئیں۔ان کے سامان کو اکٹھا کر کے ان کی دکانوں میں ڈال کر یا باہر آگ لگا دی گئی۔تیسرے پہر ایک ممتاز ایڈووکیٹ شیخ بشیر احمد صاحب لاہور کے مکان کو بھی ہجوم نے گھیر لیا۔اس واقعہ میں شہادت تو کوئی نہیں ہوئی مگر چونکہ شیخ بشیر احمد صاحب نے دفاع میں گولی چلائی تھی اس لئے ان کو پکڑ لیا گیا بعد میں عدالت نے ان کو بری کر دیا۔

۷رمارچ کی رات کو عبدالحکیم مالک پائنیر الیکٹرک اینڈ بیٹری سٹیشن کے مکان پر چھاپہ مارا گیا اور ان کی بوڑھی والدہ قتل کر دی گئیں حالانکہ وہ احمدی نہیں تھی۔یہ واقعہ اس غلط فہمی سے ہوا کہ چونکہ عبدالحکیم صاحب جماعت احمدیہ گنج مغلپورہ کے صدر تھے اور ایک معروف ہستی تھے اس لئے دشمنوں نے سمجھا کہ ماں بھی احمدی ہوگی حالانکہ وہ احمدی نہیں تھی۔تو یہ نہیں وہاں قتل ہوئے مگر ان کی بوڑھی والدہ قتل کر دی گئیں۔

مکرم عبدالغفور صاحب حوالدار اور ایک احمدی عطار، لاہور

۸رمارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں دو اور بھی شہادتیں ہوئیں جن میں سے ایک مکرم حوالدار عبد

الغفور صاحب ولد الٰہی بخش صاحب تھے اور دوسرے لاہور کے علاقہ میں ایک **احمدی عطار** تھے جن کا نام کسی وجہ سے تاریخ میں درج نہیں۔اب یہ بھی اسی قسم کا واقعہ ہے کہ جہاں تاریخ میں محفوظ رکھنے والی ضروری چیزیں نظر انداز کر دی گئیں ہیں۔اب یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ احمدی عطار شہید ہوا ہو اور اس کا کوئی باپ، کوئی ماں، رشتہ دار، کوئی اور پسماندہ ایسے نہ ہوں جن کو پتہ نہ ہو کہ ان کا نام کیا تھا، کہاں کے تھے اور اب ان کی اولاد بھی کہیں پھیلی ہوئی ہوگی۔تو یہ وہ اہم تاریخی واقعات ہیں جو نظر سے دور رہ گئے ہیں اور شہادت کے ذکر میں صرف اتنا ہی سمجھا گیا کہ ایک شہید ہوا، ایک شہید ہوا، ایک شہید ہوا۔حالانکہ اس کے ماحول کی باتیں، اس کے رشتہ داروں کی باتیں، اس کے بزرگوں کی باتیں، یہ ساری تاریخ کا حصہ ہونی چاہئے تھیں۔پس اتنا ہی لکھا ہوا ہے کہ ایک احمدی عطار تھا جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔اب جب تاریخ لکھنے والے نے لکھا ہے اس وقت اس کا نام معلوم نہیں ہوا ہوگا۔ہوسکتا ہے ہنگامے کے حالات میں یہ بات لکھی گئی ہو بعد میں آسانی سے یہ نام معلوم کیا جاسکتا تھا۔

مرکز سلسلہ قادیان کی حفاظت کے سلسلہ میں شہادتیں

اب اس کے بعد جو ذکر چلے گا وہ مرکز حفاظت کے سلسلے میں قادیان اور اس کے نواح میں شہادت کے واقعات کا ذکر ہو چکا ہوگا یہ چونکہ اپنی ذات میں ایک لمبا مسودہ ہے اور اس ذکر میں کئی باتیں بیان ہونے کے قابل ہیں اس وقت میں صرف اتنی بات بیان کرنا چاہتا ہوں کہ قادیان سے ہجرت سے پہلے جو واقعات وہاں گزرے ہیں ان میں لفظ شہادت کا استعمال جائز ہے۔اگر چہ ایک تقسیم کا ایک سیاسی جھگڑا تھا اور اس کے نتیجے میں حملے ہو رہے تھے مگر امر واقعہ یہ ہے کہ جتنے بھی مسلمان جو لاکھوں کی تعداد میں شہید کئے گئے ہیں محض اس جرم میں شہید ہوئے ہیں کہ وہ مسلمان تھے پس احمدی تھے یا غیر احمدی تھے اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ ان سے دشمنی کی وجہ ان کا مسلمان ہونا تھا۔پس اگر کسی کو مسلمان سمجھتے ہوئے خواہ وہ حقیقی مسلمان ہو یا سطحی مسلمان ہو قتل کیا گیا ہو تو لازماً خدا کے حضور اس کا درجہ شہادت کا ہی ہوگا۔لیکن جن احمدی شہداء کا ذکر میں کروں گا اس ضمن میں ان کے متعلق ایک بات میں کھول کر دینا چاہتا ہوں کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کا شہادت کا مرتبہ ان عام مسلمانوں سے زیادہ بڑا تھا۔جیسا کہ تفصیلی ذکر آئے گا آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ بہت سے احمدی نوجوانوں نے اپنے بھائی مسلمانوں کی حفاظت میں جانیں دی ہیں اور قادیان میں بڑی بڑی دور دور سے لوگ جا کر اس خیال سے آباد ہوئے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی حفاظت میں اور مرکز کی حفاظت

میں جان دینے سے بھی دریغ نہ کریں۔پس قطعی طور پر کھلی کھلی شہادت ہے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور اپنی جانیں دے دیں اور جانتے تھے کہ انتہائی خطرناک حالات ہیں اس کے باوجود بعض بہت دور دور کے گاؤں میں گئے ہیں اور وہاں سارے کے سارے مسلمان گاؤں کا انخلا کروادیا گیا ہے حالانکہ چند ایک ہوا کرتے تھے۔مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت فرمائی اور کامیابی کے ساتھ بہت بڑی تعداد میں مسلمانوں کو وہاں سے نکالنے کی توفیق احمدیوں کو ملی۔

قربانی کا یہ حال تھا اس زمانہ میں جب کہ کھانے کو روٹی بھی نہیں ملتی تھی، ایک ایک لاکھ یا اس سے زائد مسلمان مہاجرین کو روٹی دینے کا انتظام قادیان کے لنگر خانہ نے کیا ہوا تھا۔اور حضرت مصلح موعودؓ کی فراست کو دیکھئے کہ اس سے بہت پہلے آپ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ حالات نہایت خطرناک ہونے والے ہیں اور ہمیں اس وقت ضرورت پڑے گی جب کہ کہیں گندم میسر ہی نہیں آئے گی، جب کہیں خوراک نہیں ملے گی۔چنانچہ آپ نے جماعت احمدیہ کا وہ انتظام جہاں گندم کی جاتی تھی اس انتظام کو کناروں تک گندم سے بھروا دیا۔بہت دور تک لوگوں کو بھیجا جاتا تھا کہ وہ گندم خرید کے لائیں ۔اس وقت تعجب ہوتا تھا کہ اتنی زیادہ گندم کی کیا ضرورت ہے مگر جب یہ سلسلہ شروع ہوا تو اس وقت پتہ چلا کہ اردگرد کے مسلمان جو لاکھوں کی تعداد میں قادیان میں پناہ لینے کے لئے وقتاً فوقتاً آتے رہے اگر وہ دشمن کی بستیوں سے بچا بھی لئے جاتے تو فاقوں کا شکار ہو جاتے۔مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان کے گندم کے ذخیروں نے ان کو زندہ رہنے کے لئے قوت مہیا کردی یعنی جیسا بھی تھا نمک روٹی سے گزارہ کیا یا پانی نمک روٹی سے گزارہ کیا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ رکھے گئے اور ان کے زندہ رکھنے میں وہ تمام احمدی شامل ہیں جنہوں نے مختلف جگہوں سے وقف کر کے قادیان میں آکر ان کی حفاظت کے انتظام کئے تھے۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

اب چونکہ وقت تھوڑا ہے اس لئے اس میں میں اگلے مضمون کو شروع نہیں کرسکتا۔انشاء اللہ یہ سلسلہ آگے جرمنی میں بھی جاری رہے گا اور جرمنی کے بعد پھر جب یہاں آئیں گے تب بھی یہ شہداء کے تذکرے کا سلسلہ جاری رہے گا۔اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا کی سعادت تو نصیب کر ہی چکا ہے ان کی اولادوں کو بھی دین و دنیا کی سعادتیں نصیب کرے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی سب نئی نسلوں کو توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

شہداء بسلسلہ حفاظت مرکز قادیان ۱۹۴۷ء

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍مئی ۱۹۹۹ء بمقام بادکروئس ناخ جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ (البقرة: ۱۵۴ تا ۱۵۵)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ صبر اور نماز کے لئے دعا مانگو۔ یہ دونوں باتیں اس میں شامل ہیں صبر کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور نماز کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔ اور صبر کے ساتھ صبر کی مدد طلب کرو اور نماز کے ساتھ نماز کی بھی مدد طلب کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ اور انہیں جو خدا کی راہ میں مارے جائیں گے، خدا کے رستے میں مارے جائیں مردے نہ کہا کرو۔ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

یہ وہ آیات ہیں جیسا کہ ان کے ترجمہ سے ظاہر ہے یہ شہدا کے ذکر کے عنوان کے طور پر اختیار کی گئی ہیں۔ ایک سلسلہ شہدا کے ذکر کا جو ہم نے شروع کر رکھا ہے آج بھی انشاء اللہ اسی سلسلہ

میں قادیان سے ہجرت سے پہلے جو شہادتیں ہوئی تھیں ان کا ذکر چلے گا۔حفاظت مرکز کے سلسلے میں قادیان اور اس کے نواح میں جو شہادات ہوئی ہیں ان کو جیسا کہ میں نے پچھلے خطبہ میں ذکر کیا تھا دوہرا امتیاز حاصل ہے کیونکہ ان مسلمانوں کے دفاع میں جن کا قصور صرف مسلمان ہونا تھا، جن کا قتل عام کیا جارہا تھا، ان کے دفاع میں احمدیوں نے ان کو بچانے کی خاطر جو جانیں دیں ہیں یہ غیر معمولی عظمت کی شہادتیں ہیں اور جیسا کہ ان کا ذکر چلے گا آپ حیران ہوں گے کس بہادری کے ساتھ موت کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے وہ لوگ آگے بڑھے اور خدا کی راہ میں اپنی جانیں پیش کر دیں۔

جمعدار محمد اشرف صاحب شہید

پہلا ذکر جمعدار محمد اشرف صاحب شہید کا ہے جن کی تاریخ شہادت ۲؍ستمبر ۱۹۴۷ء ہے۔ مجھے افسوس ہے ہماری تاریخ میں ان لوگوں کے متعلق تفصیلات اکٹھی نہ کی گئیں لیکن اب جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس کے نتیجہ میں بہت سے شہداء کے پسماندگان خود وہ اطلاعیں بھجوا رہے ہیں جو ہماری تاریخ میں اس وقت محفوظ نہیں ہیں۔ وہ لکھ رہے ہیں کہ ہم ان کے بچے کتنے تھے، کہاں کہاں گئے، اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا سلوک کیا، دشمنوں سے کیا سلوک کیا وغیرہ وغیرہ۔غرضیکہ اس مبارک سلسلہ کے نتیجہ میں ایک اور سلسلہ معلومات کا اکٹھا ہونا شروع ہو گیا ہے جس کے نتیجہ میں ہماری تاریخ اور زیادہ سنورتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔

جمعدار محمد اشرف صاحب کے متعلق تاریخ احمدیت میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے روزنامچے کے حوالے سے یہ درج ہے کہ ۲؍ستمبر ۱۹۴۷ء کو مسلمانوں کے گاؤں سٹھیالی پر جہاں خود حفاظتی کے خیال سے علاقے کے اور کوئی مسلمان دیہات بھی جمع تھے، بہت بڑا گاؤں تھا سٹھیالی، مسلمانوں کا اور وہاں اردگرد کے دیہات کے مسلمان بھی پناہ کے لئے اکٹھے ہو گئے تھے وہاں سکھوں کے حملے کا آغاز ہوا اور اس حملہ کے دوران جمعدار محمد اشرف صاحب ان مسلمانوں کی حفاظت کے لئے سٹھیالی بھجوائے گئے تھے۔ وہاں برین گن کے فائر سے شہید ہوئے۔ جمعدار صاحب مرحوم احمدیہ کمپنی 8/15 پنجاب رجمنٹ سے جنوری ۱۹۴۷ء میں فارغ ہوئے تھے اور قادیان تشریف لے آئے تھے۔ ۲۵ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ نے حفاظت مرکز کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ ۲۶؍اگست کو

جناب کیپٹن شیر ولی صاحب کے حکم سے صوبیدار عبدالمنان صاحب دہلوی ، عبدالسلام صاحب سیالکوٹی ، حوالدر میجر محمد یوسف صاحب گجراتی ، محمد اقبال صاحب اور عبدالقادر صاحب کھارے والے، غلام رسول صاحب سیالکوٹی ، فضل احمد صاحب اور عبدالغفار صاحب ان کے ہمراہ یہ سٹھیالی پہنچے جہاں سکھوں نے رائفل، سٹین گن ، برین گن اور گرینیڈ کے بے دریغ استعمال کیا۔ جمعدار محمد اشرف صاحب اور صوبیدار عبدالمنان صاحب دہلوی اور محمود احمد صاحب عارف تینوں بڑی بہادری اور جرأت سے دفاع کررہے تھے کہ یکا یک برین گن کا برسٹ جمعدار محمد اشرف صاحب کے ماتھے پر لگا اور وہ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

میاں علم الدین صاحب

دوسری شہادت جس کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے وہ میاں علم الدین صاحب کی ہے۔ تاریخ شہادت ۶ ؍ستمبر ۱۹۴۷ء۔ آپ کی پیدائش غالباً ۱۸۹۸ء کی ہے۔ ننگل باغبان نزد قادیان میں کچھ عرصہ سکونت پذیر رہے۔ پھر ۱۹۳۲ء میں قادیان منتقل ہو گئے۔ اولاً حلقہ مسجد مبارک اور پھر حلقہ مسجد فضل میں سکونت اختیار کی ۔ آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ ہر سال اس سلسلہ میں گرمیوں کے موسم میں دریائے بیاس کے پاس اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو ضرور ملنے جایا کرتے تھے۔ آپ کی تبلیغ کی بدولت ان میں سے بعض کو قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ آپ مولانا جلال الدین صاحب قمر کے والد تھے۔

واقعہ شہادت یوں بیان ہوا ہے کہ قادیان پر جب پولیس اور فوج کی مدد سے جنہوں نے حملے شروع کئے تو فوج قادیان پر کرفیو لگا دیتی تھی اور اہل قادیان کو قانونی زنجیروں میں جکڑ کر غیر مسلم جتھوں کو کھلا چھوڑ دیتی تھی کہ وہ من مانی کریں لیکن اس کے باوجود غیر مسلم جتھوں کو احمدیوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کچھ تو ویسے ہی اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ رعب کے ذریعے ہماری مدد کی جائے گی ۔ اصل وجہ تو یہی ہے جو وعدہ ہم نے بارہا پورا ہوتے دیکھا ہے لیکن اس مدد دینے کے تعلق میں غیروں کا جھوٹ بھی شامل ہو جایا کرتا تھا جو ان کے خلاف کام کرتا تھا۔ اس قدر کثرت سے انہوں نے قادیان کے اسلحے سے متعلق مشہور کر رکھا تھا کہ سکھ باوجود جتھوں کے، باوجود اس کے کہ فوج اور پولیس کی اعانت ان کو حاصل ہوتی تھی جب بھی لڑتے تھے اور ذرا ان کو خطرہ ہو کہ قادیان سے اسلحہ نکل کے ان پر جوابی حملہ ہونے والا ہے تو ڈر کر بھاگ جایا کرتے تھے۔ مگر اس دوران جب کہ لڑائی ہو رہی

تھی اس وقت ان کو یقیناً موقع مل جاتا تھا احمدیوں کو شہید کرنے کا اور بعض غیر احمدی مسلمانوں کو شہید کرنے کا۔

یہ جو واقعہ میں بیان کر رہا ہوں یہ غالباً ۶ ؍ستمبر ۱۹۴۷ء کو جب قادیان پر ایک بہت بڑا حملہ ہوا ہے اس وقت پیش آیا۔ اس حملے کا زور زیادہ تر حلقہ مسجد فضل پر پڑا تھا۔ مستورات اور بچوں کو محفوظ مقامات پر پہنچا دیا گیا تھا۔ یعنی احمدی والنٹیئر جو خدمت کر رہے تھے جنہوں نے ہر قسم کا خطرہ مول لے کر تمام مستورات اور بچوں کو وہاں سے نکال لیا تھا۔ مولانا جلال الدین صاحب قمر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب اپنے گھر کے بالا خانے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس گھر کے سامنے ایک منزلہ کچے مکانات تھے۔ ایک سکھ پولیس مین ان گھروں کی چھتوں پر چڑھ آیا۔ بالا خانے کی کھڑکی اس طرف کھلتی تھی۔ قانون کے اس محافظ کی نظر میرے والد صاحب پر پڑی۔ غالباً وہ اپنے افکار میں مگن تھے اور ان کی نظر پولیس مین پر نہیں پڑی۔ اس پولیس مین نے اچانک گولی چلا دی اور انہوں نے اپنے خون میں لت پت تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی شہادت کا منظر ایک دوسرے بالا خانے میں بیٹھے ہوئے ایک احمدی دوست دیکھ رہے تھے جن میں چوہدری محمد حسین صاحب کلرک نظامت جائیداد بھی تھے۔ موجود احمدیوں نے نماز جنازہ پڑھ کر تن کے کپڑوں میں ان کو دفنا دیا۔

اس سلسلہ میں ضمناً ذکر کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے باوجود اس کے کہ خطرہ بہت سخت تھا وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم کی بنا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے خواہ انہوں نے مقابلے میں حصہ لیا ہو یا نہ لیا ہو بڑی دلیری کے ساتھ اس خیال سے کہ قادیان کا یہ تاثر نہ پڑے کہ قادیان کے باشندے اپنے مکان چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں جس کے نتیجہ میں بہت بڑا ریلا قادیان کے اوپر آ سکتا تھا۔ اس خطرے کو دور کرنے کی خاطر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ ہر احمدی اپنے مکان پر پہرہ دے۔ صرف وہ اپنے مکان سے باہر جائیں جن کو باقاعدہ نظام جماعت کے تحت کسی مصلحت کے پیش نظر نکالا جائے خصوصاً ان میں عورتیں اور بچے شامل ہوا کرتے تھے۔ اس لئے ان اکیلے اکیلے لوگوں کا اپنے گھروں میں بیٹھے رہنا یقیناً ایک بہت عظیم شہادت ہے کیونکہ سلسلہ کے وقار کی خاطر انہوں نے اپنی جان کا خطرہ مول لیا ہوا تھا۔

سید محبوب عالم صاحب بہاری

ایک اور بزرگ سید محبوب عالم صاحب بہاری کی شہادت کا واقعہ بھی یوں درج ہے کہ ۱۹؍ ستمبر ۱۹۴۷ء کو سید محبوب عالم صاحب بہاری جن کا خاندان اس وقت انگلستان میں اور ہر جگہ اور بھی گیا لیکن انگلستان میں خصوصیت کے ساتھ ان کی اولاد بس رہی ہے۔ سید صاحب ایک نیک اور بہت بےنفس بزرگ تھے۔ ۱۹؍ ستمبر ۱۹۴۷ء کی صبح کو نماز کے بعد ریلوے لائن کے ساتھ سیر کے لئے گئے۔ اب بہادری دیکھیں باوجود اس کے کہ حالات بےانتہا خراب تھے، گھر میں ٹھہرنے کا حکم تھا مگر بزدلی کے ساتھ نہیں ٹھہرے۔ جو سیر کا دستور تھا جاری رکھا اور ریلوے لائن کے ساتھ باقاعدہ صبح سیر پہ جایا کرتے تھے لیکن ڈی۔ پی۔ سکول قادیان کے قریب موضع رام پور کے بالمقابل کسی نے انہیں گولی کا نشانہ بنایا۔ شروع میں تو انہیں لاپتہ تصور کیا جاتا رہا لیکن وہ جو احمدی والنٹیئرز کے دستے جایا کرتے تھے اس مکان میں ان کو موجود نہیں دیکھا تھا۔ اس مکان میں ان کا نہ پا کر یہی سمجھتے رہے کہ لاپتہ ہیں۔ شاید کسی اور کے مکان میں چلے گئے ہوں مگر اس واقعہ کے تین دن کے بعد ایک مسلمان دیہاتی نے جو پناہ گزین کے طور پر باہر سے آیا ہوا تھا سید صاحب کے داماد سید صادق حسین صاحب کو بتایا کہ میں نے اس حلیہ کے ایک مسلمان کی لاش جس کے گلے میں نیلا کرتہ تھا اور یہ نیلا کرتا انہوں نے ہی پہنا ہوا تھا ریلوے لائن کے قریب پڑی ہوئی دیکھی تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پس ان کی نعش کا تین دن بعد پتہ چلا اور ان کو دفنانے کا بھی کوئی انتظام نہ ہو سکا۔

شمسہ سفیر لنڈن سے بیان کرتی ہیں کہ میرے نانا جان سید محبوب عالم صاحب اور ان کے بھائی سید محمود عالم صاحب جب انہوں نے احمدیت کا پیغام سنا تو بہار سے پیدل چل کر قادیان آئے تھے۔ یہ جو واقعہ ہے اس کا میں نے دوبارہ انگلستان سے پتہ کروایا ہے کیونکہ جہاں تک جماعت کی تاریخ محفوظ ہے میں نے اصل رجسٹر پڑھے ہیں جن میں ابتدائی احمدیوں کے، صحابہ کے بڑے عظیم الشان واقعات درج ہیں۔ کس طرح انہوں نے غیر معمولی قربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قادیان آ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ مجھے یہ خیال تھا کہ غالباً سید محبوب عالم صاحب بھی انہیں میں سے ہیں۔ چنانچہ انگلستان سے جب تصدیق کروائی گئی تو شمسہ سفیر صاحبہ نے یہ تصدیق بھیجی ہے کہ اولاد میں صرف ایک ہی بیٹی تھی جو میری والدہ تھیں اور ان کا نام سلمٰی تھا۔ پندرہ برس کی عمر میں ان

کی شادی سید صادق علی صاحب سے ہوئی تھی۔

قادیان پیدل آنے کے متعلق لکھتی ہیں کہ جب انہوں نے بہار میں احمدیت کا پیغام سنا تو بہار سے پیدل چل کر قادیان آئے اوران کے پاؤں سوج گئے تھے۔غریب خاندان تھا،سفر خرچ نہیں تھا۔یہ مختصر سی بات انہوں نے لکھی ہے۔جو رجسٹر کا حوالہ میں نے دیا ہے جس کی تفصیل انشاءاللہ جلسہ سالانہ پر میں سناؤں گا۔وہ بہت ہی عظیم الشان واقعہ ہے حیرت انگیز قربانی ہے۔بہار سے چل کر پیدل ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ ننگے پاؤں، زخمی پاؤں جو ہر روز سوج جایا کرتے تھے زخموں سے،اس کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام سنا تھا صرف آنکھوں دیکھنا تھا اس حالت میں یہ قادیان آئے تھے۔پس ان کی شہادت ایک عظیم واقعہ ہے جس کو کبھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔جیسے بہادر پہلے تھے ویسے ہی شہادت کے دوران بھی بہادر ہی ثابت ہوئے۔

مکرم پیر سلطان عالم صاحب

ایک شہادت مکرم سلطان عالم صاحب کی تاریخ میں درج ہے۔عزیز سلطان عالم صاحب ۲۶؍نومبر ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوئے۔۱۹۳۸ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے درجہ اول میں میٹرک پاس کیا۔اس عرصہ میں تحریک جدید بورڈنگ ہاؤس میں داخل رہے۔اس چھوٹی سی عمر میں ہی باقاعدہ تہجد گزار تھے۔بعدازاں گجرات سے امتیاز کے ساتھ ایف اے پاس کیا اورسی ایم اے کے مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہو کر ملازم ہو گئے۔۱۹۴۲ء میں آپ کو مہمان خانے میں معاون ناظر ضیافت کے طور پر تعینات کیا گیا۔یہ چونکہ وقف کر کے آ گئے تھے اور قادیان میں معاون ناظر ضیافت کے طور پر ان کی تقرری ہوئی تھی جو انہوں نے بڑی جانفشانی سے ادا کی۔

۱۹؍ستمبر ۱۹۴۷ء کی ایک چٹھی میں جو ۲۵؍ستمبر کو گولیکی پہنچی،مرحوم نے یہ لکھا:

> ''حضور کا حکم ہے کہ عورتوں اور بچوں کو بھیج دو اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ہم تو حضور کے حکم کے مطابق خون کا آخری قطرہ بہانے کے لئے یہاں بیٹھے ہیں''۔

واقعہ شہادت: ۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کرفیو اٹھنے کے بعد جب بعض بیرونی محلوں میں رہنے والے احمدی اپنے مکانوں کی دیکھ بھال کے لئے باہر جانے لگے تو بڑے بازار کے اختتام پر جو

ریتی چھلہ سے ملتا ہے عین دن دہاڑے بر سر بازار سات احمدیوں کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ان میں میاں سلطان عالم صاحب بی۔اے۔نائب ناظر ضیافت بھی تھے اور جب بعض لوگ شہید ہونے والے احمدیوں کی لاشوں کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھے تو ان کو بھی گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔

اب اس شہید کے مزید تعارف کے طور پر بیان کر رہا ہوں کہ یہ شہید مکرم پیر عالم صاحب واقف زندگی کے حقیقی بھائی تھے۔پیر عالم صاحب میرے دفتر میں، پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں، ہمہ وقت خدمت کے لئے تیار رہتے ہیں۔رات بارہ بجے یا ایک بجے تک ہماری بعض علمی مجالس رہی ہیں بعض دفعہ دو بجے تک، سب لوگ چھٹی کر جاتے تھے مگر پیر صاحب نے کبھی چھٹی نہیں کی۔صبح ہمارے مختلف کارکنوں کے آنے سے پہلے میں اپنے دفتر پہنچ جاتا ہوں اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں پہنچا ہوں اور پیر صاحب موجود نہ ہوں۔اللہ کے فضل سے ان کا بھائی تو شہادت کا رتبہ پا گیا لیکن پیر صاحب نے بھی جیتے جی وقف کا حق ادا کر کے اللہ کے حضور یقیناً بہت رتبے پائے ہیں۔

نور ہسپتال کے قریب جس گڑھے میں آپ کو دفن کیا گیا وہاں اب کتبہ بھی نصب کر دیا گیا ہے۔نور ہسپتال کے قریب یہ جو شہید ہوئے تھے ان کو بعد میں موقع پا کر جتنے بھی شہید تھے اکٹھا کر کے ایک گڑھا بنا کر اس میں دفن کیا گیا تھا۔اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں کتبہ نصب کر دیا گیا ہے۔میں اس لئے بتا رہا ہوں کہ قادیان جانے والے جائیں تو وہاں بھی دعا کے لئے جایا کریں۔شہید نے بوڑھے والدین، نوجوان بیوہ بنت ڈاکٹر عمر دین صاحب افریقی ساکن گجرات اور دو بیٹے خلیل احمد اور نعیم احمد بطور پسماندگان چھوڑے ہیں۔

مکرم مرزا احمد شفیع صاحب

اب ایک اور شہادت کا ذکر کرتا ہوں جو مکرم مرزا احمد شفیع صاحب (شہادت ۱۴ راکتوبر ۱۹۴۷ء) کی ہے۔جن کا بیٹا یہاں جرمنی میں ہے مرزا مسیح احمد صاحب۔ان کو آپ اکثر لوگ جانتے ہوں گے۔مرزا احمد شفیع صاحب، مرزا محمد شفیع صاحب کے صاحبزادے تھے۔۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے اعلیٰ نمبروں سے میٹرک پاس کیا۔ایف اے اور بی اے میں ڈبل میتھ لے کر اعلیٰ نمبروں میں ڈگری حاصل کی۔شہادت کے وقت آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں بطور استاد کے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔سلسلہ کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔نماز باجماعت اور خدام

الاحمدیہ کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ ہر قسم کے چندوں اور خصوصاً تحریک جدید میں ہر سال اضافے کے ساتھ حصہ لیا کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اپنے فرائض کو نہایت احسن طور پر نبھاتے رہے۔

اب میں ان کے خاندان کا تعارف کرواتا ہوں۔ ان کے والد حضرت مرزا محمد شفیع صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ محاسب صدر انجمن احمدیہ تھے۔ میرے بچپن سے پارٹیشن تک مجھے ان کا ہمیشہ دیکھنا یاد ہے۔ بہت ہی مستعد کارکن تھے اور ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی صلاحیتوں کا نمونہ دکھاتے ہوئے محاسبہ کا کام کیا ہے۔ ان کا مزید تعارف یہ ہے کہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر تھے۔ یعنی حضرت مرزا محمد شفیع صاحب، حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر تھے اور انہی کی بیٹی سے آگے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری نسل جاری ہوئی ہے۔ جو دوسری بیگم تھیں ان کو اچھی اماں کہا کرتے تھے ان سے کوئی اولاد نہیں تھی لیکن وہ ان کی اولاد سے بھی ماں کی طرح محبت کرتی تھیں بلکہ بعض ان کے بچے انہی کے پاس پلے ہیں۔ حضرت چھوٹی آپا یعنی ام متین کے یہ حقیقی ماموں تھے، مرزا احمد شفیع صاحب۔ مرزا احمد شفیع صاحب کی بیوہ امۃ الرحمٰن صاحبہ ربوہ میں ہوتی ہیں جن کے ساتھ ان کی بیٹی امۃ الباسط (امۃ القیوم ساتھ رہتی ہیں۔ حضور نے ۲۸؍مئی کے خطبہ میں تصحیح فرمادی تھی) رہتی ہیں۔ ان کی ایک بیٹی لندن میں ہیں جن کے بچے آگے پھر خدمت دین کی توفیق پا رہے ہیں۔ فضل اور شیلا دو نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے جماعت کی علمی خدمات میں بہت بھرپور حصہ لیا ہے اور جو بھی ریسرچ کے کام میں ان کے سپرد کرتا ہوں بڑی تندہی سے ادا کرتے ہیں۔ انگلستان کی جماعت میں یہ دو نام کافی مشہور ہیں۔ ان کے بیٹے مرزا مسیح احمد جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہاں جرمنی میں ہیں اور کافی لمبے عرصہ سے صاحب فراش ہیں اور بڑی ہمت سے بیماری کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان کی بیگم بھی ان کی بہت خدمت کر رہی ہیں۔ آپ سب کو میں ان سب کے لئے دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

فیض محمد صاحب، انکی اہلیہ و بچی اور عبدالجبار صاحب

اب کئی شہادتوں کا ذکر جو فیض محمد صاحب، زہرہ بی بی صاحبہ، عبدالجبار صاحب اور فیض محمد صاحب کی چار سالہ بچی کی شہادتیں ہیں۔ اب ان کا ذکر میں کرتا ہوں۔ مکرم ٹھیکیدار عبدالرزاق بیان

کرتے ہیں کہ ''فیض محمد صاحب سری گوبند پورہ کے رہنے والے تھے۔آپ کے والد کا نام نبی بخش تھا۔معمار کا کام کیا کرتے تھے۔آپ کی شہادت سے ایک رات قبل قادیان پر انڈین آرمی نے بہت زبردست فائرنگ کی اور صبح فجر کے بعد سکھ جتھے نے حملہ کر دیا، اس طرح ہندوستانی فوج پہلے سکھ جتھوں کے لئے رستہ تیار کیا کرتی تھی پھر اس کے عقب میں جتھے حملہ آور ہو جایا کرتے تھے۔''

کہتے ہیں ''ہم تو وہاں سے ہجرت کر کے بورڈنگ میں منتقل ہو گئے تھے مگر فیض محمد صاحب نے اہل خانہ سمیت اپنا مکان نہ چھوڑا اور وہیں مقیم رہے''۔

اب یہ بھی وہی روح ہے۔چونکہ امام کا حکم تھا اپنے مکانوں پہ قائم رہو اس لئے یقینی طور پر حملے کی خبر پانے کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے مکان میں ڈٹے رہے۔''جس وقت ہمارے مکان پر حملہ ہوا تو ہم گھر کے عقبی دروازے سے سو کے قریب افراد نکل کر بورڈنگ ہاؤس جا چکے تھے''۔

یعنی یہ بیان دے رہے ہیں ٹھیکیدار عبدالرزاق صاحب کہ ہم جا چکے تھے، یہ بعد میں شہید ہوئے۔''پنڈت محمد عبداللہ صاحب نے اطلاع دی کہ فیض محمد صاحب، ان کی اہلیہ زہرہ بی بی، ان کے جواں سال بیٹے عبدالجبار صاحب اور ایک چار سالہ بچی کو سکھوں نے تلواروں اور برچھیوں سے شہید کر دیا''۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مکرم ملک حمید علی صاحب

ایک شہادت ملک حمید علی صاحب کی بھی مذکور ہے۔یہ تاریخ میں درج ہے مگر اس کی تفاصیل موجود نہیں ہیں۔اس خطبہ کے سلسلہ کا ایک یہ بھی فائدہ پہنچ رہا ہے اور پہنچے گا کہ اب جو بھی ان کے عزیز سنیں گے وہ انشاءاللہ ان کے متعلق تفصیلی معلومات مزید مہیا کر دیں گے۔ملک حمید صاحب کے متعلق جو کچھ معلوم ہے وہ یہ ہے کہ مکرم ملک بشیر احمد صاھب کنجاہی کے فرزند اور جناب ملک غلام فرید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایم۔اے کے رشتہ میں بھتیجے تھے۔آپ کو ملٹری نے پکڑا اور ہائی سکول قادیان کے پیچھے لے جا کر گولی مار کے شہید کر دیا۔

مکرم ماسٹر عبدالعزیز صاحب

ایک شہید کا نام ماسٹر عبدالعزیز ہے۔ان کے متعلق بھی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔لیکن جو معلوم ہیں مختصر سی وہ میں بیان کر دیتا ہوں۔آپ ننگل باغبان متصل قادیان کے رہنے والے تھے۔

لاہور سے واپس آرہے تھے قادیان نہیں پہنچ سکے۔ یہ لاہور سے اسی غرض سے واپس آرہے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ کا حکم تھا کہ قادیان والے قادیان نہ چھوڑیں۔ یہ باوجود اس کے کہ باہر محفوظ جگہ پہنچ چکے تھے پھر بھی قادیان واپسی کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔ان کے متعلق یقینی طور پر پتہ نہیں چل سکا کہ کیسے شہید ہوئے مگر جب کچھ عرصہ غائب رہے تو روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ بٹالہ میں ان کو شہید کیا گیا۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب کسی وقت مدرسہ احمدیہ میں مدرس بھی رہے ہیں۔

مکرم غلام محمد صاحب اور مکرم عبدالحق صاحب

اب دو ایسی شہادتیں ہیں جن کا ذکر خصوصی طور پر حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے مضمون ''قادیان کی خونریز جنگ'' میں کیا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان الفاظ میں یہ ذکر کیا کہ قادیان کے مرکزی حصہ پر جو حملہ ہوا اس میں ایک شاندار واقعہ ہوا۔ بہت سے واقعات میں اس واقعہ کو خصوصیت کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک شاندار واقعہ بیان کیا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ قرون اولیٰ کی قربانیوں کی یاد دلاتا ہے۔

> ''جب حملہ کرتے وقت پولیس اور سکھ شہر کے اندر گھس آئے اور شہر کے مغربی حصہ کے لوگوں کو مار پیٹ کر خالی کرانا چاہا اور وہ لوگ مشرقی حصہ میں منتقل ہو گئے تو معلوم ہوا کہ گلی کے پار ایک گھر میں چالیس عورتیں جمع تھیں وہ وہیں رہ گئی ہیں''

ہمارے مغرب میں ہندوؤں کے محلے تھے اور وہیں احمدی بھی پہلے آباد ہوا کرتے تھے۔ تو جب یہ خطرہ ہوا تو احمدیوں کو محفوظ جگہ پہنچانے کا وقت کسی طرح نہ مل سکا اور وہیں بعض گھروں میں وہ اکٹھے ہو گئے اور حسب توفیق والنٹیئرز ان کو لے کے آتے رہے۔ یہ پس منظر ہے جس میں یہ واقعہ ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں شہر کے مغربی حصہ کے لوگوں کو مار پیٹ کر جگہ خالی کروانی شروع کی یعنی پہلے فوجیوں نے اور پولیس نے یہ کام شروع کیا اور وہ لوگ جو مشرقی حصہ میں منتقل ہو گئے تھے یعنی مغربی حصہ سے جو احمدیوں والا حصہ تھا مشرقی اس میں منتقل ہو گئے اس وقت معلوم ہوا کہ گلی کے پار ایک گھر میں چالیس عورتیں جمع تھیں وہ وہیں رہ گئیں ہیں۔

''بعض افسران ان کو نکلوانے کے لئے گلی کے سرے پر موجود مکان
تھا وہاں پہنچے اوران کے نکالنے کے لئے دونو جوانوں کو بھیجا''

وہاں پھٹے لگا کر ایک عارضی پل بنا لیا جایا کرتا تھا تو پھٹوں پر سے یہ گزر کر گئے ہیں ، یہ نوجوان جس وقت گلی پار کرنے لگے تو سامنے کی چھتوں سے پولیس نے ان پر بے تحاشہ گولیاں چلا دیں اور وہ لوگ واپس گھر آنے پر مجبور ہو گئے ۔ تب لکڑی کے تختے منگوا کر ، یہ غالباً لکڑی کے تختے منگوائے گئے ہیں پہلے نیچے سے جانے کی کوشش کی ہوگی عام گلی میں سے لیکن وہاں وہ عین لوگوں کے نشانے میں تھے اور خطرہ تھا کہ شاید کوئی بھی بچ نہیں سکے گا ۔ اس لئے اس کے بعد جو ترکیب سوجھی کسی کو کہ لکڑی کے پھٹے لگائے جائیں اور بہت تیزی سے چھلانگ لگا کر ان پھٹوں پر سے گزر جائیں ۔

دونو جوان اس کام کے لئے گئے تھے یعنی دونو جوانوں نے پیش کیا کہ ہمیں بھیجیں پھٹوں کے اوپر سے ہم انشاء اللہ جا کر احمدی خواتین کو نکال لائیں گے ۔ ان میں ایک غلام محمد صاحب ولد مستری غلام قادر صاحب سیالکوٹی تھے اور دوسرے عبدالحق نام قادیان کے تھے جو احمدیت کی طرف مائل تو تھے اور احمدی مجاہدین کے ساتھ خدمت میں بھی بھر پور حصہ لے رہے تھے مگر ابھی جماعت میں شامل نہیں تھے ۔ یہ دونوں نوجوان برستی گولیوں میں سے پھٹے پر سے کودتے ہوئے اس مکان میں چلے گئے جہاں چالیس عورتیں موجود تھیں ۔ انہوں نے ایک ایک عورت کو کندھے پر اٹھا کر تختے پر ڈالنا شروع کیا اور مشرقی مکان والوں نے انہیں کھینچ کر اپنی طرف لانا شروع کیا ۔

جب وہ اپنے خیال میں سب عورتوں کو نکال چکے اور خود واپس آ گئے اور محفوظ تھے تو معلوم ہوا کہ انتالیس عورتیں آئی ہیں اور ایک نہیں آئی حالانکہ یہ یقینی خبر تھی کہ چالیس عورتیں ہیں ۔ ایک بڑھیا عورت جو گولیوں کے ڈر کے مارے ایک کونے میں چھپی ہوئی تھی وہ وہیں رہ گئی ۔ اب ایسے موقع پر انسان کہہ سکتا ہے کہ انتالیس آ گئی ہیں ٹھیک ہے ۔ اب اپنے جوانوں کو خطرے میں کیوں ڈالیں بڑھیا عورت ہے ویسے ہی مرنے کے قریب ہے اس کو وہیں چھوڑ دیں ۔ مگر وہ وقت ایسا تھا جب کہ احمدی مجاہدین ہر قربانی کے لئے تیار تھے ۔ چنانچہ اس وقت ان دونوں نوجوانوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ۔ غلام محمد صاحب ولد میاں غلام قادر صاحب سیالکوٹی اور اسی طرح ان کے علاوہ عبدالحق صاحب ، یہ دو تھے جنہوں نے کہا کہ ہم جاتے ہیں فکر نہ کریں ۔

چنانچہ غلام محمد صاحب ولد میاں غلام قادر صاحب جب یہ دوڑے ہیں تختے پر سے اس طرف سے بڑھیا کو ڈھونڈنے کے لئے تو جاتے ہوئے سامنے سے ان کے پیٹ میں گولی لگی اور بہت گہرا زخم آیا انتڑیوں کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔لیکن بڑے ہمت والے بڑے مضبوط جوان تھے۔انہوں نے ایک ہاتھ سے اپنے پیٹ کو سنبھالا اور پھر بھی جا کر اس بڑھیا کو نکالنے کی کوشش کرنے کے لئے اندر چلے گئے لیکن توفیق نہ مل سکی اور وہاں دروازے پر دوسری طرف اسی کمرے میں گر گئے۔اس پر وہ جو غیر احمدی دوست تھے عبدالحق صاحب انہوں نے کہا اب میں جاتا ہوں چنانچہ وہ بھی گئے اور انہوں نے بڑھیا کو نکال لیا اور جب وہ دونوں واپس آنے لگے تو ان کی پیٹھ پر گولی لگی اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

ان دو واقعات میں ایک عجیب بات بھی مضمر ہے جس سے قبولیت دعا کا بھی پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کس طرح باریک باریک اشاروں سے اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ میں اپنے بندوں کی دلی آرزوؤں کو پوری کیا کرتا ہوں۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ ہسپتال تو نہیں تھا جس جگہ بھی انہیں لے جایا گیا وہاں عارضی طور پر طبی امداد مہیا کی گئی تھی لیکن چونکہ اندر کا زخم بہت زیادہ گہرا تھا اور ناقابل علاج تھا اس لئے ان کے بچنے کا کوئی سوال نہیں تھا۔مگر آخر وقت تک ہوش قائم رہی۔اس وقت انہوں نے جو عیادت کے لئے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کو بتایا کہ مجھے اسلام اور احمدیت پر پکا یقین ہے۔تم گواہ رہو کہ میں اپنے ایمان پر قائم رہتے ہوئے جان دے رہا ہوں۔ یہ واقعات بھی ایسے ہیں جو اسلام کی عظیم پرانی تاریخ کو زندہ کرنے والے اور اس کو دکھانے والے واقعات ہیں۔صحابہ مرتے وقت دوسروں کو گواہ کر دیا کرتے تھے گواہ رہو کہ ہم اسی دین پر جان دے رہے ہیں۔

پھر انہوں نے ایک اور بات بیان کی۔ کہتے ہیں میں اپنے گھر سے اسی لئے نکلا تھا کہ میں اسلام کے لئے جان دوں گا۔آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں نے اس مقصد کے لئے جان دی ہے۔ جب میں گھر سے چلا تھا تو میری ماں نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا دیکھنا پیٹھ نہ دکھانا۔اب اس بات میں بہت گہرا راز مضمر ہے جو شاید ایسے ذہنوں میں نہ ابھرے کہ ان کو سامنے گولی لگی ہے پیٹھ پیچھے نہیں لگی اور جو غیر احمدی تھے ان کو پیٹھ پیچھے گولی لگی۔اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرق کر کے دکھا دیا کہ ایک کی ماں کی دعا تھی سامنے سے مار کھانا، پیٹھ نہ دکھانا۔ واقعۃً اس نے پیٹھ نہ دکھائی۔ یہ وہ پہلو ہیں جوان کی شہادت کو بہت ہی عظیم کر کے دکھا رہے ہیں اور پھر انہوں نے اپنی ماں کے نام یہ پیغام بھیجا کہ میری ماں سے کہہ دو کہ تمہارے بیٹے نے تمہاری

وصیت پوری کردی ہے اور یہ پیغام دے کر انہوں نے جان دے دی۔'' قادیان کی خونریز جنگ'' بحوالہ تاریخ احمدیت یہ واقعہ درج ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ: ۱۸۸۔۱۹۰)

مکرم محمد رمضان صاحب آف کھارا اور انکا خاندان

اب ایک واقعہ محمد رمضان، عالم بی بی، چراغ دین، جان بی بی، منور احمد وغیرہ شہداء کا میں بیان کرتا ہوں۔ٹھیکیدار ولی محمد صاحب جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی زندہ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم محمد رمضان صاحب کا خاندان موضع کھارا نزد قادیان کا رہائشی تھا۔ان کا خاندانی پیشہ زمینداری تھا۔ پہلے ان کا خاندان کسی پیر کا مرید تھا۔خدا کے فضل سے ۳۶ءیا ۳۷ء میں سب خاندان احمدی ہوگیا۔مکرم محمد رمضان صاحب اور مکرم چراغ دین صاحب جو دونوں بھائی مخلص احمدی تھے، دیانت میں اتنے مشہور تھے کہ جب غدر کے وقت حالات خراب ہوئے تو اکثر لوگ اپنی امانتیں محمد رمضان کے پاس آ کر جمع کرایا کرتے تھے۔ان کو یقین تھا کہ یہاں ان کا مال محفوظ رہے گا۔

جب ہندو تاجر کھارا کے علاقہ میں آباد ہونا شروع ہوئے تو انہوں نے گورنمنٹ سے یہ درخواست کی کہ ان کو یہ علاقہ خالی کر کے دیا جائے۔سکھوں اور ہندوؤں کے کردار کا یہ فرق ہے کہ سکھ تو بزور شمشیر خود علاقہ خالی کروالیا کرتے تھے۔ ہندوؤں کا یہ مطالبہ تھا کہ پہلے خالی کراؤ پھر ہم جائیں گے۔تو پرانے بنی اسرائیلیوں کی کچھ روایات ان میں ابھی تک زندہ ہیں۔ بہر حال انہوں نے حکومت سے یہ درخواست کی اور حکومت خاص طور پر ہندوؤں کا تو بہت ہی لحاظ کرتی تھی کہ ہمیں پہلے خالی کرا دو پھر ہم داخل ہوں گے۔ جب قادیان میں جماعت کو علم ہوا کہ کھارا کے احمدی اس وقت مشکل میں ہیں تو کچھ خدام سینوں پر اسلحہ باندھ کر ہماری مدد کو پہنچے۔یعنی ولی محمد صاحب یہ واقعہ بیان کررہے ہیں۔سکھوں نے ان کی مزاحمت کی مگر خدام نے جرأت اور بہادری کے ساتھ سکھوں پر فائرنگ کی حتی کہ گاؤں کا ایک حصہ سکھوں سے بالکل خالی کردیا اور خدام گاؤں کے اندر داخل ہوگئے اور احمدیوں کو کہا کہ آپ لوگ سورج نکلنے سے پہلے قادیان چلے جائیں تب آپ لوگ بچ سکتے ہیں۔

چنانچہ اسی ہدایت پر ٹھیکیدار ولی محمد صاحب کے بزرگوں کے سوا سب احمدی سورج نکلنے سے پہلے قادیان چلے گئے مگر ٹھیکیدار ولی محمد صاحب کے بزرگ قائم رہے کہ نہیں ہم یہ جگہ چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ یہ گھرانہ چونکہ زمینداری کی وجہ سے مشہور تھا لہذا سکھوں کا خیال تھا کہ یہاں بہت زیادہ

مال و دولت ہوگی۔سکھوں نے جب اس گھر پر حملہ کیا تو اس حملے میں ٹھیکیدار ولی محمد صاحب کی والدہ محترمہ عالم بی بی صاحبہ، چچا چراغ دین صاحب، چچی جان بی بی صاحبہ، چچا کا بیٹا تین سالہ منور احمد اور چچا کی ایک بیٹی اور رشتے دار محمد شریف آف قادر آباد کو گھر پر ہی شہید کر دیا گیا۔ حملے کے وقت اگر چہ محمد رمضان صاحب اپنے تین سالہ پوتے کو ساتھ لے کر گھر سے نکلنے میں کامیاب تو ہو گئے مگر سکھوں نے پیچھا کر کے تالاب کے قریب ان کو گولی مار کر شہید کر دیا۔

مکرم نیاز علی صاحب

اب ایک اور دوست مکرم نیاز علی صاحب کھاریاں کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں۔مکرم خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی بیان فرماتے ہیں کہ میرا ایک بچہ حمید جو مرکزی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے والوں میں شامل تھا اور محلّہ کی مخدوش حالت پر اطلاع پا کر اور یہ سن کر کہ سکھوں کے حملے کا بہت بڑا زور ہمارے مکان کے پاس ہے میری خبر معلوم کرنے کے لئے گھر آیا تھا اور ہم یہ دیکھ کر کہ قریب قریب کی عورتیں اور بچے جا چکے ہیں اپنے مکان سے نکلے اور بابو اکبر علی صاحب مرحوم کی کوٹھی میں پہنچے جہاں مرکزی حفاظت کرنے والے نوجوان مقیم تھے۔ میرے وہاں جانے کے تھوڑی دیر بعد انچارج صاحب کو اطلاع پہنچی کہ ایک مکان میں ابھی تک بہت سی عورتیں اور بچے محصور ہیں اور خطرہ لحہ بہ لحہ بڑھتا چلا جا رہا ہے ان کو بحفاظت نکالنے کا انتظام کیا جائے۔

اس پر انچارج صاحب نے نوجوانوں کو آواز دی اور وہ دوڑتے ہوئے آ کر ان کے گرد جمع ہو گئے اور جب انہیں بتایا گیا کہ فلاں مکان میں عورتیں اور بچے موجود ہیں ان کو نکال لائیں تو ایک لحہ کے توقف کئے بغیر سارے کے سارے نوجوان جن کی تعداد پندرہ بیس سے زیادہ نہ تھی ملٹری اور سکھوں کی گولیوں اور سکھوں کی کرپانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے محض لاٹھیاں لے کر دوڑ پڑے اور تھوڑی ہی دیر میں دوسو کے قریب عورتوں اور بچوں کو بحفاظت نکال لائے۔ یہ بھی رعب کی، نصرت کی ایک عجیب مثال ہے۔ایک طرف فوج بھی تھی، پولیس بھی تھی، سکھ ہر قسم کے ہتھیاروں، رائفلوں، کرپانوں وغیرہ سے مسلح اور مقابل پر یہ پندرہ بیس صرف لاٹھی بردار اور ان کو یہ توفیق مل گئی کہ ان کے حملے کو چیرتے ہوئے، ان کے جتھے کو چیرتے ہوئے بیچ میں سے راستہ بنایا اور محفوظ طریق پر عورتوں اور بچوں کو نکال لائے۔کسی قسم کی کسی گھبراہٹ کا کوئی اظہار نہیں کیا۔

جب ہمارے مجاہد ان کو اپنی حفاظت میں بورڈنگ کی طرف لا رہے تھے تو موضع سے قادیان آنے والے راستے کے قریب جو محلّہ دارالرحمت اور محلّہ دارالعلوم کے درمیان واقع ہے بہت سے مسلح سکھوں نے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ دیکھ کر ہمارے نوجوان جن کے پاس لاٹھیاں تھیں ان کے مقابلے پر ڈٹ گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھایا کہ ان سکھوں کو توفیق نہ ملی ان کو مارنے کی۔ جب تک ملٹری اور پولیس والے وہاں نہ پہنچے۔ اس سے پہلے کئی سکھوں کو یہ پندرہ بیس نوجوان لاٹھیاں مار کر بھگا چکے تھے اور ہمارے نوجوانوں میں کسی کو خراش تک نہیں آئی تھی۔ خواتین اور بچوں کو نرغے سے نکالنے کے لئے جو مجاہدین اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر مردانہ وار آگے بڑھے تھے ان میں ایک مجاہد جو نہایت سنجیدہ نوجوان اور رضا کار بن کر قادیان کی حفاظت کی غرض سے کھاریاں ضلع گجرات سے آیا ہوا تھا اس کا نام نیاز علی تھا۔ نہ معلوم اپنے ساتھیوں سے کس طرح علیحدہ ہو گیا بعد میں معلوم ہوا کہ ملٹری نے نہایت سفا کی سے ان کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔

اب یہ دیکھیں کتنا عظیم خدا تعالیٰ کی نصرت کا معجزہ ہے کہ پندرہ بیس لاٹھی بردار بغیر کسی رائفل کے جاتے ہیں اور سکھوں کے لشکر کے بیچ سے رستہ بناتے ہوئے، صفیں چیرتے ہوئے فوج اور پولیس کی گولیوں سے بے خوف پار اتر جاتے ہیں اور احمدی عورتوں اور بچوں کو نکال لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اس عرصہ میں ان کو خراش تک نہیں آتی جب کہ کئی سکھ جن کی تعداد معین نہیں وہ ان کی لاٹھیوں سے ہی مارے گئے۔ تو یہ واقعات بتاتے ہیں کہ **احمدیت کوئی مسیح موعود کا لگایا ہوا پودا نہیں یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے جس کو اللہ نے آپ کے ہاتھ سے لگوایا ہے اور یہ پودا کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔ یہ لازماً بڑھے گا اور لازماً ہمیشہ ترقی کرتا چلا جائے گا اور دشمن کی پھونکیں اس روشن چراغ کو کبھی بجھا نہیں سکیں گی جسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اور قرآن کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں روشن کیا گیا ہے۔**

مکرم عبدالمجید خان صاحب

اب ایک شہادت عبدالمجید خان صاحب کی ہے جن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب مرحوم کے یہ ماموں تھے۔ آپ مسجد اقصیٰ قادیان میں قرآن کریم کی کلاس لیا کرتے تھے۔ مرحوم تقسیم ملک کے بعد دوبارہ قادیان گئے۔ اس وقت آپ پاکستان کی فوج کے ملازم

تھے۔ انہوں نے چاہا کہ میں اپنے والدین کو جا کر لے آؤں۔ بہت دلیر تھے۔ لوگوں نے منع بھی کیا مگر وردی پہن کر عازم سفر ہو گئے۔ آپ کے جانے سے تھوڑی دیر بعد ایک آدمی آیا اور اس نے کہا وہاں پر ایک نوجوان کا سر پڑا ہوا ہے۔ جب تحقیق کی گئی تو وہ عبدالمجید خان صاحب کا سر تھا جو کھارا سے نکلتے ہی شہید کر دیئے گئے تھے۔

مکرم بدر دین صاحب، گلاب بی بی صاحبہ اور محمد اسماعیل صاحب

ایک شہادت مکرم بدر دین صاحب، ان کی اہلیہ گلاب بی بی صاحبہ اور ان کے بیٹے محمد اسمٰعیل کی ہے۔ مکرم بدر دین صاحب قادیان کے قریب گاؤں سیکھواں کے رہنے والے تھے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ ہر جمعہ باقاعدگی سے قادیان پیدل جا کر پڑھتے تھے۔ آپ کی اہلیہ مکرمہ گلاب بی بی صاحبہ بھی پیدائشی احمدی تھیں۔ آپ احمدیت کی خاطر ہر مشکل کو برداشت کرنے والی تھیں۔ آپ کے بیٹے محمد اسمٰعیل صاحب نے والدین کی تربیت سے صالح ہونے کا مقام حاصل کیا تھا۔ بہت نیک انسان تھے۔ یہ بھی ہر جمعہ قادیان جایا کرتے تھے اور حفاظت مرکز کی ڈیوٹی بڑے شوق سے کرتے تھے۔

واقعہ شہادت: تقسیم ملک کے اعلان کے بعد گاؤں کے اکثر احمدی قادیان منتقل ہو چکے تھے لیکن ابھی گاؤں کلیۃً نہیں چھوڑا تھا اچانک سکھوں نے گاؤں پر ہلہ بول دیا اور مسلمانوں کے گھروں پر قبضہ کر لیا اور ان کو گاؤں چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ مکرم ابراہیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے والد بدر دین صاحب، والدہ گلاب بی بی صاحبہ اور بھائی اسمٰعیل صاحب گاؤں سے ایک قافلے کے ساتھ قادیان آرہے تھے کہ قافلے پر سکھوں نے حملہ کر دیا۔ میں خود اس قافلے میں شامل تھا۔ وہاں پر میرے والد، والدہ اور بھائی اسمٰعیل کو شہید کر دیا گیا۔ حملہ کے وقت مجھے میرے والد صاحب نے اشارہ کیا کہ بھاگ جاؤ یعنی اپنے نکلنے کی وجہ یہ بیان کر رہے ہیں کسی بزدلی کی وجہ سے نہیں گیا تھا، والد کی اطاعت میں گیا ہوں۔ کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ ان کا بچنا محال ہے۔ پس غالباً اپنی نسل کو جاری رکھنے کی تمنا پوری کرنے کی خاطر انہوں نے اشارہ کیا کہ تم نکل جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی کہ اس حملے کے باوجود اس گھیرے سے باہر آ گئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچ گئے۔ مگر اثر یہ تھا کہ بدحواس ہو چکے تھے، کوئی ہوش نہیں رہی، میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں، کیا ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مرحوم شہید باپ کی خواہش کو پورا کرنا تھا اور نسل کو جاری رکھنا تھا چنانچہ کچھ دوستوں کو ان کا

علم ہوا یعنی بھکتے بھکتے پھرتے ہوئے بعض احمدی دوستوں کی نظر میں آ گئے اور وہ ان کو پکڑ کے قادیان لے آئے اور جہاں تک شہداء کا تعلق ہے کچھ عرصہ کے بعد احباب ان کے اشارے پر وہاں پہنچے اور ان کی لاشوں کو دفن کر دیا۔

مکرم عبدالرحمٰن صاحب

اب آخری ذکر مکرم عبدالرحمٰن صاحب شہید کا ہے۔ یعنی اس سلسلہ میں جو شہادتیں ہوئی ہیں قادیان میں تقسیم کے وقت ان شہادتوں میں یہ آخری ذکر میں کر رہا ہوں اس کے بعد یہ تذکرہ ابھی لمبا ہے اور بہت دیر تک چلتا رہے گا۔ ابھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے زمانے کی شہادتوں کا دور ہے بہت عظیم دور ہے۔ پھر اس عاجز کے زمانے میں خدا تعالیٰ نے جو بعض لوگوں کو شہید ہونے کی توفیق بھی دی ان کا بھی ذکر ہوگا تو یہ سلسلہ اللہ بہتر جانتا ہے کب تک چلے گا۔ ہو سکتا ہے جلسہ سالانہ تک یہ خطبات کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے اور اس کے نتیجہ میں انشاء اللہ تعالیٰ جو معلومات اکٹھی ہوں گی ان کے علاوہ جو شہداء کے خاندان ہیں خصوصاً ان کے دل میں اپنے ماں باپ کی قربانیاں احمدیت کے ساتھ ایک غیر معمولی وابستگی پیدا کر دیں گی، وابستگی ہے تو اس وابستگی کو اور بھی چمکا دیں گی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ شہادتوں کا یہ سلسلہ، سلسلہ وار آگے بڑھتا رہے گا اور اگلی صدی تک ان کی یادیں اور شہداء بھی پیدا کرتے رہیں گے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ جو شہداء کے ذکر کا چلا ہے یہ بہت بابرکت ثابت ہوگا۔

کیپٹن نور احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن صاحب شہید پیرو شاہ کے رہنے والے تھے اور فوج میں حوالدار تھے اور بڑے بہادر تھے۔ ہماری ملاقات حفاظت مرکز کے سلسلہ میں قادیان میں ہوئی۔ واقعۃً شہادت یہ ہے کہ کیپٹن صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ ہمیں کسی شخص نے تلونڈی جھنگلاں میں یہ اطلاع دی کہ دھوپ سڑی میں ہم نے کنویں میں تھری ناٹ تھری کی رائفل پھینک دی ہے۔ ان حالات میں اس زمانے میں تھری ناٹ تھری کی رائفل کی احمدیوں کے نزدیک بڑی قدر تھی کیونکہ دشمنوں نے تو مشہور کیا تھا کہ بے انتہا اسلحہ ہے لیکن بہت معمولی اسلحہ تھا۔ ایک تھری ناٹ تھری رائفل کے لئے مجاہد جان دینے کے لئے تیار بیٹھے تھے کیونکہ اس رائفل کے ذریعہ کئی لوگوں کی جانیں بچائی جا سکتیں تھیں۔ تو مکرم کیپٹن شیر ولی صاحب نے کیپٹن نور احمد صاحب کے بیان کے

مطابق مجھے پانچ آدمیوں کے ہمراہ بھیج دیا کہ آپ لوگ جا کر رائفل تلاش کر لائیں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کنویں کے ساتھ رسی نہیں ہے جس کے ذریعہ کنویں میں اترا جاوے۔ میں نے کسی چیز کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ چھلانگ لگاتے ہی میری پشت پر ایک برچھی دھنس گئی۔ مجھے بہت زیادہ تکلیف ہوئی لیکن میں نے اس کی پروا کئے بغیر کنویں میں غوطہ لگایا لیکن کنویں میں کوئی رائفل نہیں تھی۔ ایک غلط اطلاع تھی یا کسی نے دیکھ لیا ہوگا رائفل پھینکتے ہوئے اور ان کے پہنچنے سے پہلے نکال لی۔ صرف تین چار برچھیاں تھیں جن میں سے ایک برچھی نے ان کو زخمی کیا۔ واپسی پر راجن پور کے قریب ہم نے دیکھا کہ کچھ سکھ وہاں سے نکل رہے ہیں۔ ہم پرواہ کئے بغیر آگے بڑھ گئے لیکن عبدالرحمٰن صاحب حوالدار پیچھے ہی رہ گئے۔ جب سکھوں نے دیکھا تو بھاگ کر آئے اور موقع پر ہی عبدالرحمٰن صاحب کو شہید کر دیا۔ ہمیں اس واقعہ کی اطلاع بعد میں ملی۔ ہم جب تلونڈی جھنگلاں پہنچے تو پیچھے سے آنے والے کسی آدمی نے بتایا کہ عبدالرحمٰن کو سکھوں نے مار دیا ہے اور لاش کماد میں پھینک دی ہے۔ یعنی گنے کے کھیت میں۔ ہم لوگ وہیں سے جائے واردات کی طرف لوٹے اور عبدالرحمٰن کی لاش کو حفاظت سے واپس لے آئے۔

تو یہ روح تھی جو اس زمانہ میں کارفرما تھی۔ عظیم بہادری کے نمونے دکھائے ہیں مجاہدین نے اور امر واقعہ یہ ہے کہ آپ تلاش کر کے دیکھیں تاریخ میں۔ اسلام کی اولین تاریخ کے سوا آپ کو اس قسم کی بیباک شہادتوں اور قربانیوں کے واقعات اور نظر نہیں آئیں گے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ ان واقعات کو ہمیشہ اپنے دل کی دنیا میں آباد رکھیں گے اور آپ کے دل کی دنیا ان واقعات کی یاد سے جگمگاتی رہے گی اور انہی میں سے، انہی لوگوں میں سے جن کے دلوں میں یہ یادیں وابستہ ہیں آسمانِ احمدیت پر چمکنے والے ستارے بھی پیدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شہداء فرقان بٹالین اور دو واقف زندگی شہداء

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ مئی ۱۹۹۹ء بمقام اسپل ہائم، ہائیڈل برگ جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۱۵۴-۱۵۵)

اور پھر فرمایا:

ان آیات کا عام فہم ترجمہ یہ کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ سے صبر کے ذریعہ اور نماز کے ذریعہ استعانت طلب کرتے رہو۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہا کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

جو شہدا کا تذکرہ شروع ہوا ہے آج بھی یہی تذکرہ جاری رہے گا اور آگے بھی جاری رہے گا۔ آج اس تذکرے سے پہلے میں یہ اعلان بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ آج لجنہ اماء اللہ جرمنی کا سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے اور آج اس کا جمعۃ المبارک کا دن پہلا دن ہے تو اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو بھی مبارک فرمائے اور ہر پہلو سے خدا تعالیٰ اس پروگرام میں برکت رکھ دے، خیر و عافیت سے یہ یہاں

تشریف لائیں اور خیر و عافیت سے واپس جائیں۔ ان دعاؤں میں بھی آپ ان کو یاد رکھیں۔

شہدا کا جو ذکر چلا ہے آج کے بہت مختصر خطبہ میں میں **فرقان بٹالین کے شہدا** کا پہلے ذکر کروں گا۔ فرقان بٹالین کا قیام حکومت پاکستان کی درخواست پر عمل میں آیا تھا کیونکہ کشمیر کے محاذ پر ہندوستان کا دباؤ بہت زیادہ تھا اور جس کثرت سے بعد میں پاکستان کو اپنے دفاع میں جرأت مندانہ شہادتیں پیش کرنے کی توفیق ملی ہے ابھی اس کا ذوق وشوق کے ساتھ یہ سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا اور جماعت احمدیہ کا نمونہ ہی دراصل آغاز میں باقی مجاہدین کے لئے سرفہرست بن گیا اور جماعت کو ہر میدان میں پہل کرنے کی توفیق ملی ہے اسی طرح کشمیر کے جہاد میں بھی جماعت کو خدا تعالیٰ نے یہ پہل کی توفیق عطاء فرمائی۔ اس کی بہت ہی تفصیلی تاریخ ہے جو ہماری کتابوں میں محفوظ ہے مگر میں ان سب تفاصیل کو نظر انداز کرنا چاہتا ہوں کیونکہ جو مرکزی پہلو ہے وہ یہ ہے کہ کون کون شہدا تھے جن کو شہادت کی توفیق ملی۔ اس لئے اس کے مختصر تعارف کے طور پر میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے پاکستان کی حکومت کی تحریک پر ہی یہ تحریک کی تھی اور اس تحریک میں آپ نے اپنا بہت ہی اعلیٰ نمونہ فرمایا۔ صرف احمدی والدین ہی کو تحریک نہیں بلکہ ان کے جذبہ شہادت کو بڑھانے کے لئے آپ نے اپنے بیٹے بھی اس تحریک میں سب سے پہلے پیش کئے۔

ان میں سے خاص طور پر دو بڑے بیٹے اس لحاظ سے قابل ذکر ہیں۔ ایک حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو بھی آپ نے اس کو آرگنائز کرنے لئے یعنی اسے منظّم کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا اور دوسرے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی زندہ ہیں ان کے سپرد کیا تھا کہ وہ تمام تحریک کو منظّم کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے اپنے اپنے دائرے میں بہت اعلیٰ خدمات سرانجام دیں اور ان دونوں کے علاوہ آپ کے چھ بیٹے بھی اس محاذ پر لڑنے کے لئے پہنچے اور ایک داماد میر داؤد احمد صاحب بھی اس میں شامل ہوئے۔ اسی طرح خاندان کے دو اور افراد بھی اس قربانی میں شامل ہو کر سعادت پا گئے۔ تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے اپنے دائرے میں خدمت کی بہترین جزا عطاء فرمائے۔

شہادت کے واقعات کی تفصیلات کو جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے میں نظر انداز کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اب میں خطبات کو ویسے بھی مختصر کر رہا ہوں کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اور حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کی خطبات میں یہی سنت تھی کہ ضرورت پڑنے پر خطبات کو بہت لمبا بھی کر دیا کرتے تھے مگر بالعموم چھوٹا خطبہ دیا کرتے تھے۔ تو یہ جو میرا دستور بن گیا تھا کہ ہر خطبہ ضرور ایک گھنٹے کا ہو اب میں اس کو چھوڑ رہا ہوں اور مجھے اس سے زیادہ لطف آتا ہے کہ میں اس پرانی سنت کا احیاء کروں جس کا احیاء ہمارے زمانے میں ہمارے وقت کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی کیا۔

مکرم برکت علی خان صاحب اور مکرم اللہ رکھا صاحب

ان شہدا میں سے جن کی قسم کا بیان ہوا ہے سب سے پہلے مکرم برکت علی خان صاحب ساکن داتہ زید کا تحصیل پسرور کا ذکر کرتا ہوں اور دوسرے نمبر پر ضلع گجرات کے مکرم اللہ رکھا صاحب ساکن جسوکے۔ دونوں نے بڑی بہادری کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔ اللہ رکھا صاحب شہید کے وصال کے بعد ان کے کپڑوں میں سے ان کی والدہ کا خط ملا جو ظاہر کر رہا ہے کہ احمدی خواتین میں جذبہ شہادت کس قدر عروج کرتا ہے۔ ان کی والدہ کے الفاظ یہ ہیں: ''بیٹا احمدیت کی خاطر تن من دھن کی بازی لگا دینا، ہر مشکل کا مقابلہ کرنا اور پشت نہیں دکھانا بلکہ دلیری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنا۔''

اللہ تعالیٰ ان کی والدہ کو بھی جزا دے اور اس شہید کو بھی جزا دے کہ اس والدہ کی نصیحت پر لفظاً لفظاً عمل کیا اور شہادت کی روح کے ساتھ شہید ہوئے۔

جو باتیں ہمارے تاریخی مواد میں موجود نہیں ہیں وہ اب ان تذکروں کے ذریعہ سے اکٹھی ہو سکتی ہیں اور ہو بھی رہی ہیں۔ جب بھی شہادت کا ذکر کرتا ہوں تو ان کے رشتے دار جو دنیا میں دور دراز پھیلے ہوئے ہیں وہ ان کے متعلق مزید تفصیلات بھی بھجواتے ہیں اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ اگر ان کی پیچھے اولاد کوئی ہے، رشتہ دار تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا کیا فضل فرمائے۔ پس یہ سارے امور رفتہ رفتہ خطوط کے ذریعہ اکٹھے ہو کر ہماری تاریخ کا ایک نیا باب کھول دیں گے۔

چوہدری نصیر احمد صاحب

تیسرے شہید جن کو اسی محاذ پر شہادت کی توفیق ملی ہمارے عزیز دوست پروفیسر سلطان اکبر صاحب کے چچازاد بھائی چوہدری نصیر احمد صاحب تھے۔ ۳ راگست ۱۹۴۸ء کو بوقت شہادت کنوارے تھے اور سیکنڈ ایئر کے طالب علم تھے۔ ان کے متعلق بھی یہی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ خاص جذبہ

شہادت کے ساتھ فرقان بٹالین میں شامل ہوئے تھے۔

مکرم منظور احمد صاحب اوجلوی

چوتھے نمبر پر مکرم منظور احمد صاحب اوجلوی تھے جو ۷ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو کشمیر کے محاذ پر شہید ہوئے۔ یہ بھی غیر شادی شدہ تھے۔ ایک بہن زندہ ہیں اور والدین فوت ہو چکے ہیں۔ اب ان کی بہن جو شاید سن رہی ہوں اللہ کرے کہ ابھی زندہ ہوں تو وہ اس بارے میں مزید معلومات ہمیں مہیا کر سکتی ہیں۔

مکرم عبدالرزاق صاحب

پانچویں نمبر پر مکرم عبدالرزاق صاحب کا ذکر کرتا ہوں جو جذبہ شہادت کے شوق کے لحاظ سے دیوانوں کی طرح تھے تقسیم ہند سے پہلے بھی آپ کو احمدیوں اور دیگر مسلمانوں کے دفاع کی توفیق ملی یعنی قادیان اور اس کے ماحول میں خدمت کی توفیق ملی۔ آپ ایک صحابی ابن صحابی کی اولاد تھے یعنی آپ کے باپ بھی، آپ کے دادا بھی یہ دونوں صحابی تھے۔ اگر چہ ان کے چچا اور بھائی محاذ کشمیر پر جاتے ہوئے اس تاکید کے ساتھ ان کو پیچھے چھوڑ گئے تھے کہ تم یہیں رہو ہم جاتے ہیں لیکن ان کا شوق شہادت ان دونوں کے حکم پر غالب آ گیا اور از خود خاموشی کے ساتھ محاذ کشمیر پر پہنچے اور ۲۱ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو بڑی دلیری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ چونکہ غیر شادی شدہ تھے اس لئے ظاہراً پیچھے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ گھر والوں کے اصرار پر کہ آپ واپس آ جائیں آپ نے ان کو معذرت کا خط لکھ دیا جس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابدی شہادت پانے کو زندہ واپس لوٹنے پر ترجیح دیتے تھے اور بڑی دلی معذرت کے ساتھ آپ نے لکھا کہ اب میری واپسی کی توقع نہ کریں۔

مکرم محمد اسلم صاحب مانگٹ

چھ نمبر پر مکرم محمد اسلم صاحب مانگٹ کا ذکر کرتا ہوں۔ یہ چوہدری جہان خان صاحب صحابی کہ چھوٹے بیٹے تھے۔ چوہدری جہان خان کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال سے پہلے آپ کی بیعت کرنے والے آخری صحابی چوہدری جہان خان صاحب تھے۔ یہ چوہدری محمد افضل صاحب مانگٹ جو کسی وقت امیر ضلع حافظ آباد رہے ہیں ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کی شہادت ۱۹۴۸ء میں فرقان محاذ پر ہندوستان کی شدید بمباری کے نتیجے

میں براہ راست ایک بم پھٹنے سے ہوئی یعنی ایسے بم پھٹنے سے جن کا براہ راست ان کے جسم پر اثر ہوا اور ان کے پرخچے اڑ گئے۔ شہادت کے وقت چونکہ آپ غیر شادی شدہ تھے اس لئے کوئی اولاد پیچھے نہیں چھوڑی۔

مکرم سخی منگ صاحب

ساتویں نمبر پر مکرم سخی منگ صاحب کا ذکر کرتا ہوں۔ انہوں نے خود ۱۹۳۳ء میں چھوٹی عمر میں ہی احمدیت قبول کی تھی۔ ۱۶، ۱۷ر جنوری ۱۹۴۹ء کو محاذ پر مجاہدین کا ٹرک کھڈ میں گرنے کی وجہ سے شہید ہوئے۔

مکرم میاں غلام یٰسین صاحب

آٹھویں نمبر پر مکرم میاں غلام یٰسین صاحب کا ذکر کرتا ہوں۔ یہ یکم فروری ۱۹۴۹ء کو دوران خدمت نمونیہ سے وفات پا گئے تھے۔ وہاں شدید سردی سے بچاؤ کا چونکہ کوئی خاص انتظام نہیں ہوتا تھا اس لئے بہت سے غرباء جو پوری طرح تن کو ڈھانپ نہیں سکتے وہ اسی دوران سردی کا شکار ہو گئے لیکن درحقیقت چونکہ شہادت کے شوق میں گئے تھے اور اسی ذمہ داری کو ادا کرتے کرتے فوت ہوئے اس لئے ان کو بھی شہید کا مقام حاصل ہوا۔

مکرم محمد خان صاحب

نویں نمبر پر مکرم محمد خان صاحب کا ذکر کرتا ہوں یہ بھی صحابی ابن صحابی کی اولاد تھے۔ ان کو فرقان بٹالین کے محاذ پر ۱۸ر مارچ ۱۹۴۹ء کو دشمن کی شدید بمباری کے نتیجے میں منہدم ہونے والی عمارت کے اندر شہادت کی توفیق ملی۔ ان کے ایک صاحبزادے عزیزم مبارک احمد نجیب، اللہ کے فضل سے سلسلہ کے ایک مخلص مربی ہیں اور نظارت اشاعت میں اعلیٰ درجہ کی علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مکرم بشیر احمد صاحب ریاض

دسویں نمبر پر مکرم بشیر احمد صاحب ریاض کا ذکر کرتا ہوں۔ مقبوضہ کشمیر کے رہنے والے تھے اور اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔ شہادت کے وقت ان کی چار بہنیں تھیں۔ کیونکہ غیر شادی شدہ تھے اس لئے ظاہر ہے کوئی اولاد پیچھے نہیں چھوڑی۔ ان کی شہادت ۹ر اکتوبر ۱۹۴۹ء کو ایک راکٹ

لانچر پھٹنے کے نتیجے میں ہوئی اور موقع پر ہی دم توڑ دیا۔

مکرم عبدالرحمٰن صاحب

گیارہ نمبر پر مقبوضہ کشمیر کے ایک اور نوجوان عبدالرحمٰن صاحب کا ذکر کرتا ہوں۔ ان کی شہادت نہر میں ڈوبنے کے نتیجہ میں ہوئی۔ اس محاذ سے یہ واپس آ رہے تھے کہ رستے میں ایک نہر میں نہاتے ہوئے ڈوب گئے۔ کیونکہ ڈوب کرفوت ہونے والوں کا بھی آنحضرت ﷺ نے شہیدوں میں ذکر فرمایا ہے اس لئے قطعاً مبالغہ نہیں کہ ہم ان کو شہید قرار دے سکتے ہیں۔ نیز چونکہ ان کا سفر محض للہ تھا۔ آنحضور ﷺ نے مسلمان ڈوب کرفوت ہونے والوں کو شہید قرار دیا خواہ وہ للہ سفر اختیار کئے ہوئے ہوں یا بغیر سفر کے ہی کسی نہر وغیرہ میں غرق ہو چکے ہوں ان سب کو رسول اللہ ﷺ نے شہید قرار دیا ہے۔ للّٰہی سفر اس شہادت کی عظمت کو بڑھانے والا ایک زائد پہلو ہے۔ پس اس پہلو سے ان کو جب غرقابی نصیب ہوئی تو یہ غرقابی محض خدا کی خاطر ایک سفر کے دوران نصیب ہوئی۔ یہ اگر چہ شادی شدہ تھے مگر براہ راست انہوں نے کوئی اولاد پیچھے نہیں چھوڑی۔ ہاں ان کی بیوی کی دوسری شادی کے نتیجے میں ان میں ایک عزیز محمد اشرف ضیاء مربی سلسلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان شہادتوں کو اس طرح نوازا کہ آگے بھی خدمات کے سلسلے ان کی نسل سے جاری فرما دیئے۔

اس فہرست کو یہاں ختم کرتا ہوں۔ اس وقت تک جو معلومات قطعی طور پر مل چکی ہیں ان کو شامل کر لیا گیا ہے اور بعد میں مزید آتی رہیں گی۔ اب میں ایسے شہداء کی فہرست پیش کرتا ہوں آخر پر جو واقفین زندگی تھے اور خدمت دین کے دوران میدان جہاد میں ان کی طبعی موت سے وفات ہوئی۔ چونکہ واقف زندگی تھے اس لئے اس دوران جو طبعی موت سے وفات ہے وہ بھی شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔

مولوی عبیداللہ صاحب ابن حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی

ان میں سر فہرست مولوی عبیداللہ صاحب ابن حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی بھی ہیں۔ ان کا وصال ۷ ردسمبر ۱۹۲۳ء کو ماریشس میں ہوا تھا اور چونکہ خدمت دین پر مامور تھے اور اس دوران وفات ہوئی اس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے ان کو شہداء میں شامل کیا یعنی شہداء میں تو اللہ تعالیٰ نے شامل کیا تھا شہداء کی فہرست میں حضرت مصلح موعودؓ نے ان کا ذکر بھی فرمایا۔ آپؓ کے الفاظ ان

کے متعلق یہ ہیں:۔

''میں آج ایک دین کی خدمت میں جان دینے والے عزیز کی یاد کے لئے اور دوستوں کو اس کے لئے دعا کی تحریک کرنے کے واسطے خطبہ پڑھنے لگا ہوں۔ وہ دوست جس کو خدمت دین میں شہادت ملی ہے وہ ہمارا عزیز بچہ عبید اللہ ہے'' (خطبات محمود جلد ۸ صفحہ:۲۵۹)

یہ حافظ بشیر الدین صاحب عبید اللہ کے والد تھے اور ان کی ساری اولاد آگے جو سلسلہ جاری ہوا ہے یہ انہیں کی پاک ذریت میں سے ہیں۔ اللہ ان کو جزا دے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی اولاد پر بڑی برکتیں نازل فرمائی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اکثر خدمت دین کرنے والے ہیں۔ شاید ہی کوئی ہو میرے علم میں نہیں جسے خدمت دین کی توفیق نہ مل رہی ہو۔ اگر نہیں مل رہی تو دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کو خدمت دین کرنے والوں میں شامل فرمادے۔ یہ اس وقت سب دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس شہادت کو ظاہری، دنیوی لحاظ سے بھی بہت رنگ لگائے ہیں اور دینی لحاظ سے بھی جیسا کہ میں نے عرض کیا بہت رنگ لگائے ہیں۔

الحاج مولوی محمد دین صاحب

آخر پر الحاج مولوی محمد دین صاحب کا ذکر کرتا ہوں جو حضرت ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منجھلے بیٹے تھے، آپ کو ۱۹۳۶ء میں وقف کی توفیق ملی اور آپ کا پہلا وقف تین سال کے لئے تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو البانیہ تبلیغ کے لئے بھجوایا تھا۔ اس زمانے میں دیکھیں کہاں کہاں حضرت مصلح موعودؓ کا ذہن پہنچتا تھا اور کن کن ملکوں تک آپ کی رسائی تھی اور البانیہ میں جواب شہادتوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس کا بھی آغاز احمدی کے ذریعہ ہی ہوا تھا یعنی ایک احمدی مبلغ کو سب سے پہلے وہاں جا کر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر پہنچنے کی توفیق ملی تھی۔ اگرچہ اس ملک میں وہ شہید نہیں ہوئے لیکن آغاز انہیں سے ہوا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو ۱۸ر نومبر ۱۹۴۲ء کو اس محاذ سے واپسی کے بعد دوبارہ ساؤتھ افریقہ کے لئے روانہ کیا لیکن جس جہاز میں آپ سفر کر رہے تھے کیونکہ وہ جنگ کا زمانہ تھا اس لئے اسے تارپیڈو کا نشانہ بنایا گیا اور جہاز کے مسافروں سمیت آپ بھی غرق ہوئے۔ تو اس جہاز میں

ایک شخص ایسا تھا جس نے خدا کی راہ میں، خدا کے رستہ میں جان دی اس لئے اس کا نام ہمیشہ کے لئے شہیدوں میں لکھا جائے گا۔ اس پہلو سے ان کو غرقابی کی شہادت بھی نصیب ہوئی اور خدمت دین کے سفر کے دوران وصال پانے کے نتیجے میں دوہری شہادت عطا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ انکی اولاد کو بہت بابرکت کرے، ہرلحاظ سے ان کی ترقی کے سامان کرے، دینی ترقی کے بھی اور دنیاوی ترقی کے بھی۔ ان کی اولاد کے متعلق اب تک جو مجھے معلوم ہوا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ اپنے پیچھے ایک بیٹے جمال دین نامی چھوڑے تھے جو کسی وقت کراچی میں رہتے تھے۔ اب اگر اللہ کرے زندہ موجود ہوں تو وہ رابطہ کر سکتے ہیں، بتا سکتے ہیں کہ آگے ان کی اولاد کب ہوئی اور کتنی ہوئی اور کہاں کہاں پھیلی۔ بہرحال ہماری تاریخ میں تو اتنا ذکر ہے کہ ان کے بیٹے جمال دین صاحب کسی وقت کراچی میں رہتے تھے اور اس وقت کیا حال ہے اس کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ مگر اس سلسلۂ خطبات کی ایک یہ بھی برکت ہوگی کہ وہ اگر زندہ ہوں، خدا کرے زندہ ہوں تو سن رہے ہوں گے اور ہمیں اپنے حالات مزید بھجوائیں گے اور اگر وہ زندہ نہ ہوں خدانخواستہ تو آگے ان کی اولاد ہم سے رابطہ کرے اور بتائے کہ ان کے بزرگ والدین کی شہادتوں کے نتیجہ میں ان کو کیا کیا دنیاوی اور دینی برکات وصول ہوئیں۔

اس ذکر کے بعد میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں اور انشاء اللہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے لجنہ کا اجتماع شروع ہورہا ہے، دعاؤں میں بہت بہت یاد رکھیں اور چونکہ بعض احمدی خواتین کے جذبہ شہادت کا ذکر ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ توقع رکھتا ہوں کہ ہماری لجنات اماء اللہ ان کی نیک قربانیوں کی روح کو اپنے سینوں میں ہمیشہ یاد رکھیں گی اور نسلاً بعد نسل یہ روح آگے منتقل ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان دعاؤں اور التجاؤں کو قبول فرمائے۔

شہید مربیان کا تذکرہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ رمئی ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرة:۱۵۴-۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور صلوٰۃ پر قائم رہتے ہوئے صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ استعانت طلب کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔ اور جو راہ خدا میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

یہ وہی سلسلۂ شہادات ہے جو ایک لمبے عرصہ سے جاری ہے اور ایک لمبے عرصہ تک جاری رہے گا۔ اس دفعہ جن شہداء کا ذکر کیا جا رہا ہے یہ وہ ہیں جن کو براہ راست دشمن نے قتل نہیں کیا بلکہ راہ خدا میں خدمت کرتے ہوئے وفات پا گئے۔ پس اس پہلو سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ بھی راہِ خدا کے شہداء میں شمار ہونے چاہئیں۔

اس ضمن میں جو فہرست میں نے تیار کی ہے سر دست اس میں سب سے پہلا نمبر مرزا احمد شفیع صاحب مرحوم کے بھائی مرزا منور احمد صاحب کا آتا ہے لیکن اس ضمن میں ایک گزشتہ خطبہ میں

ایک یادداشت کی خرابی کی وجہ سے یا بے توجہی کی وجہ سے غلط بات کہہ دی گئی تھی اس کو درست کرنا چاہتا ہوں۔ مرزا احمد شفیع صاحب مرحوم کے صاحبزادے مرزا مسیح احمد صاحب نے جرمنی سے یہ درستی کروائی ہے بالکل معمولی سی بات تھی مگر بہرحال خطبات میں درستی ہونی ضروری ہے۔ امۃ الرحمٰن صاحبہ مرحومہ کے ساتھ جو بیٹی رہتی تھیں ان کا نام میں نے غلطی سے امۃ الباسط کہہ دیا تھا۔ اس بیٹی کا نام امۃ القیوم ہے اور امۃ القیوم اب شادی شدہ ہیں اور سرگودھا میں مقیم ہیں جبکہ امۃ الباسط صاحبہ لندن میں رہتی ہیں اور یہ ہیں وہ جو فضل اور شیلا کی والدہ ہیں۔ پس اس درستی کے بعد اب میں ان شہداء کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب ایران

سب سے پہلے شہزادہ عبدالمجید صاحب تاریخ شہادت ۲۲ رفروری ۱۹۲۸ء کا ذکر کرتا ہوں جن کا مدفن تہران میں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۲ رجولائی ۱۹۲۴ء کو شہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی کو ایران میں احمدیہ مرکز قائم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ کے ہمراہ مولوی ظہور حسین صاحب اور محمد امین خان صاحب بھی تھے جن کو بخارا میں احمدیت کا پیغام پہنچانے کا حکم دیا گیا تھا۔ حضرت شہزادہ صاحب جو اس تبلیغی وفد کے امیر بھی تھے اپنے دوسرے ساتھیوں سمیت ۱۶ را کتوبر ۱۹۲۴ء کو ایران کے مشہور شہر مشہد میں پہنچے اور پانچ چھ دن کے بعد مشہد سے تہران میں تشریف لے گئے اور وہاں نیا دارالتبلیغ قائم کیا۔

حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب ضعیف العمر بزرگ اور قدیم صحابہ میں سے تھے اور نہایت اخلاص سے اپنے خرچ پر آئے تھے۔ مگر یہاں آکر خرچ ختم ہو گیا۔ پیچھے کوئی جائیداد نہیں تھی۔ مرکز سے مستقل مالی امداد ان کو نہیں دی جارہی تھی۔ آپ معمولی سی صف اور نہایت مختصر سے بستر پر رات بسر کیا کرتے تھے یہاں تک نوبت آجاتی تھی کہ کپڑے دھونے کے لئے صابن کا خرچ نہیں رہتا تھا۔ بایں ہمہ آپ نے آخر دم تک اپنے عہد کو نبھایا اور بے نفس خدمات سے باقاعدہ وہاں جماعت قائم کر دی۔ ۲۲ رفروری ۱۹۲۸ء کو تہران میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان کی وفات پر فرمایا: ''شہزادہ عبدالمجید صاحب افغانستان کے شاہی خاندان سے تھے اور شاہ شجاع کی نسل سے تھے۔ آپ نہایت ہی نیک نفس اور متوکل آدمی

شہید مربیان

حافظ عبید اللہ صاحب مبلغ ماریشس
شہادت ۱۹۲۳ء

حضرت شہزادہ عبد المجید صاحب ایران
شہادت ۱۹۲۸ء

حضرت حافظ جمال احمد مبلغ ماریشس
شہادت ۱۹۴۹ء

مولوی محمد دین صاحب مبلغ سلسلہ
شہادت ۱۹۴۲ء

مولانا نذیر احمد علی صاحب سیرالیون
شہادت ۱۹۵۵ء

شہید مربیان

مبارک احمد بھٹی صاحب مربی سلسلہ
شہادت ۱۹۷۱ء

مولانا ابوبکر ایوب صاحب ہالینڈ
شہادت ۱۹۷۲ء

مولانا غلام حسین ایاز صاحب سنگاپور
شہادت ۱۹۵۹ء

حافظ عبدالحفیظ صاحب مبلغ فجی
شہادت ۱۹۸۱ء

محمد شفیق قیصر صاحب مربی سلسلہ
شہادت ۱۹۷۹ء

شہید مربیان

مولانا عبدالمالک خان صاحب
شہادت ۱۹۸۳ء

قریشی محمد اسلم مربی سلسلہ ٹرینیڈاڈ
شہادت ۱۹۸۵ء

محمد احمد اموسا مینسا مبلغ غانا
شہادت ۱۹۸۸ء

بشارت الرحمٰن قمر صاحب مربی سلسلہ
شہادت ۱۹۸۲ء

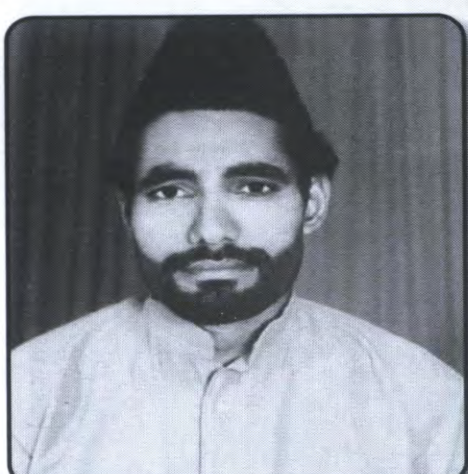

مبشر احمد شاہد چوہدری مبلغ نائجیریا
شہادت ۱۹۹۲ء

شہید مربیان

مبارک احمد ساقی صاحب مبلغ سلسلہ
شہادت ۱۹۹۲ء

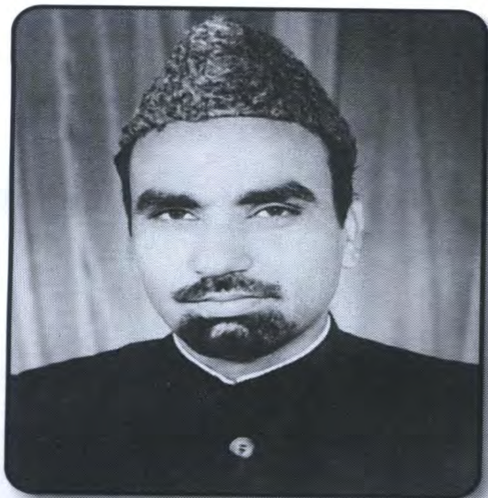

چوہدری محمد عیسیٰ صاحب مبلغ لندن
شہادت ۱۹۹۴ء

مولانا کرم الٰہی ظفر صاحب سپین
شہادت ۱۹۹۶ء

مسعود احمد جہلمی صاحب مبلغ سلسلہ
شہادت ۱۹۹۲ء

علی حیدر اپل صاحب مبلغ سلسلہ
شہادت ۱۹۹۵ء

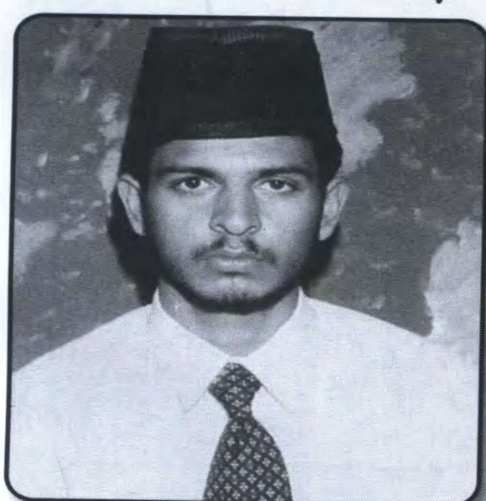

ناصر فاروق سندھو صاحب مربی سلسلہ
شہادت ۱۹۹۹ء

تھے۔ میں نے جب تبلیغ کے لئے اعلان کیا کہ ایسے مجاہدوں کی ضرورت ہے جو تبلیغ دین کے لئے زندگی وقف کریں تو انہوں نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس وقت ان کے پاس کچھ روپیہ تھا انہوں نے اپنا مکان فروخت کیا، رشتہ داروں اور متعلقین کو حصہ دے کر خود ان کے حصہ میں جتنا آیا وہ ان کے پاس رہا اس لئے مجھے لکھا کہ میں اپنے خرچ پر جاؤں گا۔ اس وقت میں ان کو بھیج نہ سکا اور جب کچھ عرصہ بعد ان کو بھیجنے کی تجویز ہوئی تو اس وقت وہ روپیہ خرچ کر چکے تھے مگر انہوں نے ذرا نہ جتایا کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ ہندوستان سے باہر کبھی نہ نکلے تھے۔ اس ملک (یعنی ایران) میں کسی سے واقفیت نہ تھی مگر انہوں نے اخراجات کے نہ ہونے کا قطعاً اظہار نہ کیا اور وہاں ایک عرصہ تک اسی حالت میں رہے۔ انہوں نے وہاں سے بھی اپنی حالت نہ بتائی۔ نامعلوم کس طرح گزارہ کرتے رہے مگر پھر مجھے اتفاقاً پتہ چلا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ دیر تک ان کا خط نہ آیا اور پھر جب آیا تو لکھا تھا کہ میرے پاس ٹکٹ کے پیسے نہیں تھے اس لئے خط نہیں لکھ سکا۔ اس وقت مجھے سخت افسوس ہوا کہ چاہئے تھا جب ان کو بھیجا گیا اس وقت پوچھ لیا جاتا کہ آپ کے پاس خرچ ہے کہ نہیں۔ پھر میں نے ایک قلیل رقم ان کے گزارہ کے لئے مقرر کر دی۔ وہاں کے لوگوں پر ان کی روحانیت کا جو گہرا اثر تھا اس کا پتہ ان چٹھیوں سے لگتا ہے جو آتی رہی ہیں۔ ابھی پرسوں ترسوں اطلاع ملی کہ آپ یکم رمضان المبارک فوت ہو گئے۔ دس دن بیمار رہے پہلے ہلکا ہلکا بخار رہا۔ آخری دن بہت تیز بخار ہو گیا اور ڈاکٹر کو بلایا تو اس نے کہا ہسپتال لے چلو۔ دوسرے دن وہاں لے جانا تھا کہ فوت ہو گئے۔ ان کی تیمارداری کرنے والے رات بھر جاگتے رہے تھے۔ سحری کے وقت تیماردار صبح کی نماز کے بعد سو گئے اور بارہ بجے دوپہر کے قریب ان کی آنکھ کھلی تو آپ فوت ہو چکے تھے۔ (خطبات محمود جلد ۱۱ صفحہ: ۲۴۴) حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب تہران کے جنوبی طرف شہر کے سب سے چھوٹے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ ۱۹۵۳ء تک آپ کا مزار مبارک موجود تھا مگر اس کے بعد قبرستان ہموار کر کے اس پر عمارتیں تعمیر کر دی گئیں۔

مکرم محمد رفیق صاحب کاشغر

دوسرے مبلغ جن کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ محمد رفیق صاحب کاشغر ۱۹۳۹ء مدفن کاشغر۔ مکرم مولوی محمد رفیق صاحب موضع چاچڑ ضلع شاہ پور کے رہنے والے تھے۔ تحریک جدید کے مطالبہ نمبر

دس کے تحت انہوں نے اپنی زندگی وقف کی تھی۔تحریک جدید کے مطالبہ نمبر دس کے مطابق صرف زادراہ لے کر کسی غیر ملک میں جائیں گے یہ شرط تھی۔ چنانچہ وہ محض زادِراہ لے کر اس غیر ملک کے لئے روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر اپنے کاروبار سے تبلیغی کام کو چلانا تھا۔مولوی صاحب نے کاشغر جانے کا ارادہ کیا۔ ۱۹۳۸ء کے آغاز میں آپ راجہ عدالت خان صاحب کے ساتھ کشمیر پہنچ گئے ۔راجہ عدالت خان صاحب کو تو پاسپورٹ نہ مل سکا مگر مولوی محمد رفیق مرحوم کو پاسپورٹ مل گیا تاہم انہیں کچھ عرصہ سرینگر ٹھہرنا پڑا۔اس قیام سے فائدہ اٹھا کر آپ نے چینی ترکستان کی زبان کافی حد تک سیکھ لی۔ گلگت سے کاشغر کا سفر نہایت سخت تھا۔راستہ میں اٹھارہ ہزار دوسوفٹ تک بلند پہاڑ اور طویل برفانی گلیشیئر زحائل تھے۔مرحوم پیدل سفر کرنے کے لئے بھی تیار تھے مگر ان کے لئے جماعت احمدیہ گلگت نے گھوڑا خرید لیا۔آپ بخیریت دوماہ میں کاشغر پہنچ گئے۔

کاشغر پہنچ کر انہوں نے درزی کا کام شروع کر دیا پھر کپڑے بیچنے کی دکان ڈال لی۔اس وقت کاشغر روسی ترکستان میں تھا۔گورنمنٹ نے انہیں کچھ دن نظر بند بھی رکھا تاہم مرحوم اپنا تبلیغی کام برابر سرگرمی سے کرتے رہے۔ چنانچہ ان کی تبلیغ سے ہی حاجی آل محمد صاحب اور حاجی جنود اللہ صاحب موضع سلوخ کاشغر مع خاندان احمدی ہوئے ہیں۔تو یہ حاجی جنود اللہ صاحب کا خاندان اب تو دنیا میں اللہ کے فضل سے پھیل چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو بہت ترقی دی ہے۔ یہ وہی خاندان ہے جو برفوں پر تقریباً گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے آخر ہندوستان پہنچے۔

محمد رفیق صاحب کو تیسرے سال استسقاء کی بیماری ہوگئی۔ یہ جگر کی خرابی سے ہوتی ہے اور اسی بیماری سے آپ وفات پا گئے۔آپ کی وفات کی اطلاع جناب مرزا معظم بیگ صاحب نے گلگت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو دی۔مرحوم نے کاشغر میں ہی شادی کی تھی اور پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بچی تھی۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد رفیق صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ’’اس (عدالت خان صاحب مرحوم) نے ایک اور نوجوان کو خود ہی تحریک کی کہ میرے ساتھ چلو اور وہ تیار ہو گیا۔اس طرح گو عدالت خان فوت ہو گیا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے بیج کو ضائع نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے شخص نے جسے وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا احمدیت کے جھنڈے کو پکڑ کر آگے بڑھانا شروع کر دیا اور مشرقی شہر کاشغر میں پہنچ گیا اور وہاں تبلیغ شروع کر دی۔نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے ایک دوست کو

اللہ تعالیٰ نے احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما دی۔ حاجی جنود اللہ صاحب ان کا نام ہے۔ وہ اسی تبلیغ کے نتیجہ میں قادیان آئے اور تحقیق کر کے احمدیت میں شامل ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حاجی جنود اللہ صاحب کی والدہ اور ہمشیرہ بھی احمدی ہو گئیں اور اب تو وہ قادیان ہی آئے ہوئے ہیں۔ تو عدالت خان کی قربانی رائیگاں نہیں گئی بلکہ احمدیت کو اس علاقے میں پھیلانے کا موجب بن گئی۔'' (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء صفحہ: ۷)

مکرم مرزا منور احمد صاحب مبلغ امریکہ

دوسرے مجاہد جن کا میں نے مختصر ذکر مرزا احمد شفیع صاحب شہید کے ذکر کے ساتھ کیا تھا ان کے متعلق کوائف یہ ہیں۔ مرزا منور احمد صاحب مرحوم اگست ۱۹۴۶ء کے آخر میں امریکہ تشریف لے گئے تھے۔ شکاگو میں کوئی ایک مہینہ قیام کے بعد آپ پٹس برگ کے حلقے میں متعین کئے گئے۔ ابتداء میں یہ حلقہ امریکہ کے ساحل پر بالٹی مور سے لے کر ڈیٹن تک پھیلا ہوا تھا جس میں کلیولینڈ اور مینگس ٹاؤن بھی شامل تھے۔ ان سب جماعتوں کے دلوں میں آپ نے اپنی خوش خلقی سادگی اور محبت کی بنا پر ایک خاص مقام پیدا کر لیا تھا۔

دو سال کے مختصر عرصہ کے اندر آپ نے اپنی شب و روز والہانہ جدوجہد سے پٹس برگس کے احمدیوں میں زبردست حرکت پیدا کر دی اور یہ حلقہ امریکہ مشن میں ایک ممتاز حیثیت اختیار کر گیا حتیٰ کہ شکاگو کی مقامی جماعت نے بھی آپ کو اپنے ہاں تقریر کی دعوت دی کہ ان میں وہ روح پیدا کریں جو انہوں نے پٹس برگ کی جماعت میں پیدا کر دی ہے۔ مرزا منور احمد صاحب شہید نہایت وجیہ صورت، بلند قامت اور بظاہر اعلیٰ درجہ کے صحت مند نوجوان تھے مگر اندر اندر آپ ٹیومر کے عارضہ میں مبتلا ہو چکے تھے جس کا آپریشن ۱۴ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ایک مقامی ہسپتال میں کیا گیا کیونکہ ٹیومر کا زہر انتڑیوں میں سرایت کر چکا تھا اس لئے آپریشن کے بعد کمزوری انتہاء کو پہنچ گئی اور دوسرے ہی دن دین مصطفیٰؐ کے اس انتھک جانباز سپاہی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ان کو بچپن سے ذاتی طور پر جانتے تھے۔ آپ نے ان کے بارہ میں لکھا: ''عزیز مرزا منور احمد مرحوم کو میں بچپن سے جانتا تھا اس لئے بھی کہ وہ ہمارے قریبی عزیزوں میں سے تھے یعنی ہماری ممانی صاحبہ کے بھائی اور ہماری ایک بھاوجہ صاحبہ کے ماموں تھے

اور اس لئے بھی کہ مرحوم کا بچپن سے میرے ساتھ خاص تعلق تھا۔ پس میں یہ بات بغیر کسی مبالغہ کے کہہ سکتا ہوں کہ مرحوم ایک بہت مخلص اور نیک اور ہونہار اور محبت کرنے والا اور جذبۂ خدمت و قربانی سے معمور نوجوان تھا۔ دن ہو یا رات، دھوپ ہو یا بارش جب بھی انہیں کوئی ڈیوٹی سپرد کی جاتی تھی وہ کمال مستعدی اور اخلاص کے ساتھ اس ڈیوٹی کو سرانجام دینے کے لئے لبیک، لبیک کہتے ہوئے آگے آجاتے تھے اور پھر اپنے مفوضہ کام کو اس درجہ توجہ اور سمجھ کے ساتھ سرانجام دیتے تھے کہ دل خوش ہو جاتا تھا اور زبان سے بے اختیار دعا نکلتی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی نیکی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی زندگی وقف کرنے اور پھر بلاد امریکہ میں وطن سے بارہ ہزار میل دور جا کر فریضۂ تبلیغ بجالانے کی سعادت عطا کی۔ موت تو ہر انسان کے لئے مقدر ہے مگر مبارک ہے وہ نوجوان جسے یہ سعادت کی زندگی عطا ہوئی اور مبارک ہیں وہ والدین جنہیں خدا نے ایسا نیک اور خادم دین بچہ عطا کیا۔‘‘ (روزنامہ الفضل ۱۹؍ستمبر ۱۹۴۸ء صفحہ:۳)

خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے متعلق فرمایا ’’مرزا منور احمد صاحب جو امریکہ کے مبلغ تھے میری ایک بیوی ام متین کے ماموں، میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کے سالے اور نہایت مخلص نوجوان تھے۔ ان کے معدہ میں رسولی ہوئی اور وہ فوت ہو گئے۔ ویسے تو ہر ایک کو موت آتی ہے لیکن اس طرح کی موت گو ایک طرف قوم کے لئے فخر کا موجب ہوتی ہے لیکن دوسری طرف اس کا افسوس بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی کو پندرہ بیس سال میں تیار کیا جائے اور وہ جوانی کی حالت میں فوت ہو جائے۔‘‘ (روزنامہ الفضل ۶؍اکتوبر ۱۹۴۸ء صفحہ:۶) یہ جو دوسرا پہلو ہے اسی وجہ سے میں جماعت کے مربیوں وغیرہ کو، واقفین کو تلقین کرتا ہوں کہ خدا کے لئے سفر کرتے وقت پوری احتیاطیں اختیار کیا کریں کیونکہ اگرچہ آپ تو شہادت کا رتبہ پا جاتے ہیں مگر پیچھے رہنے والوں کو یہ دکھ رہتا ہے کہ آپ کو اگر اور زندگی عطا ہوتی اور اور بھی زیادہ خدمت دین میں حصہ لے سکتے تھے۔

حضرت حافظ جمال احمد صاحبؓ ماریشس

اب تیسرے شہید جن کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں یہ حضرت حافظ جمال احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یوم شہادت ۲۷؍دسمبر ۱۹۴۹ء۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان ممتاز صحابہ میں سے تھے جو عنفوان شباب سے حضورؑ کے دامن سے وابستہ ہوئے اور مئی ۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور

حضرت اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔آپ کے والد حضرت حکیم غلام محی الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرسایہ بھی تربیت حاصل کی۔آپ موضع چکوال کے رہنے والے تھے۔

حضرت حافظ صاحب کو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ منفرد خصوصیت حاصل ہے کہ آپ اکیس برس تک ماریشس میں جہاد تبلیغ میں سرگرم رہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں کسی کو اتنا لمبا عرصہ میدان عمل میں مسلسل تبلیغ کا موقع نہیں ملا جیسے آپ کو ملا۔آپ ۲۷ رجولائی ۱۹۳۸ء کو قادیان سے ماریشس پہنچے اور ۲۷ ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو ماریشس ہی میں انتقال فرما گئے اور سینٹ پیری میں سپرد خاک کئے گئے۔آپ کی وفات کی اطلاع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳۰ ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو خطبہ دیا۔اس میں آپ کی وفات کو نشان قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ”حافظ جمال احمد صاحب کی وفات اپنے اندر ایک نشان رکھتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب وہ ماریشس بھیجے گئے تو جماعت کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔اتنی کمزور کہ ہم کسی مبلغ کی آمد و رفت کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔میں نے تحریک کی کہ کوئی دوست اس ملک میں جائیں۔اس پر حافظ صاحب مرحوم نے خود اپنے آپ کو پیش کیا۔“ (تاریخ احمدیت جلد ۱۴ صفحہ: ۹۰-۹۱) جو اس سے بھی بڑا نشان ہے وہ وہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے کسی صحابی کو اتنا لمبا عرصہ میدان جہاد میں تبلیغ کرنے کی توفیق نہیں ملی۔

حضرت الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب سیرالیون

اب میں حضرت الحاج مولانا نذیر احمد صاحب علی کا ذکر کرتا ہوں۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے اور مخلص صحابی حضرت بابو فقیر علی صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر کے فرزند تھے۔آپ فروری ۱۹۰۵ء کو جمعۃ المبارک کے دن موضع ننگل کوٹلی متصل گورداسپور شہر پیدا ہوئے۔آپ کا اصل وطن کوٹلہ چہلاں متصل چھینہ ضلع گورداسپور تھا۔ابتدائی تعلیم مسلم ہائی سکول امرتسر میں حاصل کی۔میٹرک کا امتحان تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے پاس کیا۔اس کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں بی ایس سی تک تعلیم حاصل کی۔آپ نے ۱۹۲۸ء میں زندگی وقف کی اور قادیان آ کر زیر ہدایت حضرت

امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ مولوی امام دین صاحب آف گولیکی سے عربی تعلیم حاصل کی۔ حضور کے درس قرآن میں بھی با قاعدہ شامل ہوتے رہے۔

آپ یکم فروری ۱۹۲۹ء کو با قاعدہ مبلغ مقرر ہوئے اور پہلی مرتبہ ۲۲؍فروری ۱۹۲۹ء کو گولڈ کوسٹ یعنی گھانا میں تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں چار سال متواتر تبلیغی جہاد میں عملی حصہ لینے کے بعد ۱۵؍مئی ۱۹۳۳ء کو قادیان واپس تشریف لائے۔ آپ پہلے مبلغ تھے جو غیر ملک میں فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے لئے قادیان سے بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے تھے۔ بذریعہ ٹرین تو بہت روانہ ہوئے تھے لیکن قادیان سے، گاڑی جب قادیان پہنچ چکی تھی، سٹیشن بن گیا تھا اس کے بعد اس ٹرین سے پہلے مبلغ تھے جو ٹرین پر قادیان ہی سے تبلیغ کے فریضہ کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ دوسری مرتبہ آپ ۲۰؍فروری ۱۹۳۶ء کو گولڈ کوسٹ تشریف لے گئے یعنی گھانا تشریف لے گئے۔ وہاں ایک سال تک کام کیا اس کے بعد حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو سیرالیون میں نیا مشن کھولنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ آپ ۲۰؍اکتوبر ۱۹۳۷ء کو سیرالیون روانہ ہوئے۔ جہاں آپ نے آٹھ سال تک تبلیغ کا شاندار کام کیا۔ اس عرصہ میں آپ نے متعدد سکولوں اور مساجد کی بنیادیں رکھیں اور متعدد جماعتیں قائم کر کے ان کی تنظیم کی۔ ۱۹۴۵ء میں آپ قادیان تشریف لائے اور واپسی پر آپ نے حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔

۲۶؍نومبر ۱۹۴۵ء کو آپ تیسری بار جملہ مشن ہائے مغربی افریقہ کے لئے بحیثیت رئیس التبلیغ بھجوائے گئے۔ اس موقع پر نہ صرف آپ کو رئیس التبلیغ کا لقب عطا فرمایا گیا بلکہ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو علی کا لقب بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کا پورا نام نذیر احمد علی مشہور ہو گیا۔ آپ ۱۴؍اپریل ۱۹۵۱ء کو واپس وطن تشریف لائے۔ آپ کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر حضور رضی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیاب جرنیل کے خطاب سے نوازا۔ آپ ۹؍مئی ۱۹۵۴ء کو چوتھی مرتبہ ایک سال کے لئے بیرون ملک بھجوائے گئے جہاں آپ ایک سال کا عرصہ پورا کرنے کے بعد یعنی سیرالیون میں ۱۹؍مئی ۱۹۵۵ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ پانچویں مبلغ ہیں جو تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے میدان تبلیغ میں شہید ہوئے۔

۱۹۴۵ء میں جب آپ کو واپسی کا حکم ہوا تو ایک تقریب میں آپ نے اپنے عزم کا اظہار ان

الفاظ میں فرمایا ’’آج ہم خدا تعالیٰ کے لئے جہاد کرنے‘‘ یہ بہت ہی لطیف آپ کا اظہار ہے اور بڑا غور طلب ہے۔ کیسا عمدہ خیال آپ کو یاد آیا، کیسی عمدہ نصیحت کر گئے ہیں۔ ’’آج ہم خدا تعالیٰ کے لئے جہاد کرنے اور اسلام کو مغربی افریقہ میں پھیلانے کے لئے جا رہے ہیں۔ موت فوت انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔‘‘ ایک قسم کی مخفی پیشگوئی بھی کی اپنی وفات کی۔ ’’ہم میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو آپ لوگ یہ سمجھیں کہ دنیا کا کوئی دور دراز حصہ ہے جہاں تھوڑی سی زمین احمدیت کی ملکیت ہے۔‘‘ تھوڑی سی زمین احمدیت کی ملکیت ہے، مراد اپنی قبر تھی۔ جس تھوڑی سی جگہ میں مجھے دفن کیا جائے گا وہ احمدیت کی ملکیت رہے گی تا کہ آئندہ احمدی نوجوانوں کے لئے نیکیوں کی تلقین کرتی رہے۔ ’’احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ اس تک پہنچیں اور اس مقصد کو پورا کریں جس کی خاطر اس زمین پر ہم نے قبروں کی شکل میں قبضہ کیا ہوگا‘‘ اللہ ان پر بے شمار رحمتیں نازل کرے، کیسی پیاری قبر کی صورت میں آپ نے زمین پر قبضہ کیا ہے۔ اس کے بعد مسلسل وہاں جماعت احمدیہ کے مبلغین پہنچ رہے ہیں اور بکثرت تبلیغ کی توفیق پا رہے ہیں۔ ’’پس ہماری قبروں کی طرف سے یہی مطالبہ ہوگا کہ اپنے بچوں کو ایسے رنگ میں ٹریننگ دیں کہ جس مقصد کے لئے ہماری جانیں صرف ہوئیں اسے وہ پورا کرتے رہیں۔‘‘ (الفضل ۲۷؍نومبر ۱۹۴۵ء)

پسماندگان کے ذکر میں آپ نے اپنے پیچھے بطور یادگار ایک بیوی اور پھر چھ لڑکے چھوڑے ہیں۔ رشید اختر صاحب، مبارک احمد نذیر صاحب مربی سلسلہ کینیڈا، بشارت احمد صاحب حال لندن، ڈاکٹر منیر احمد صاحب امریکہ، لطیف احمد نذیر صاحب، کریم احمد نذیر صاحب۔ یہ سارے بچے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت مخلص احمدی اور اپنے والد کی نیکیوں کو زندہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ یہ خاندان اب بکثرت دنیا میں پھیل چکا ہے اور اس کی تفصیل کی یہاں جگہ نہیں۔

مکرم مولانا غلام حسین صاحب ایاز سنگاپور

مکرم مولانا غلام حسین صاحب ایاز، تاریخ شہادت ۱۷، ۱۸؍اکتوبر ۱۹۵۹ء کی درمیانی شب۔ آپ کی ولادت ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار کو ۱۸۹۱ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم موضع فیض اللہ چک میں حاصل کی جو آپ کے گاؤں سکنہ تھہ غلام نبی سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

پرائمری کی تعلیم کے بعد آپ مدرسہ احمدیہ قادیان میں دینی تعلیم کے لئے داخل ہوئے اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کی اور پھر خدمت دین کے لئے اپنی زندگی پیش کردی۔

ایاز صاحب ۱۹۳۵ء میں تحریک جدید کے پہلے تبلیغی وفد میں سنگاپور بھیجے گئے تھے۔ پندرہ سال متواتر فریضۂ تبلیغ سرانجام دینے کے بعد ۱۹۵۰ء میں واپس آئے۔ آپ کو اس عرصہ میں شدید ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک دفعہ آپ کو شدید زخمی کر کے سڑک پر پھینک دیا گیا۔ پھر بعض لوگوں نے بیہوشی کی حالت میں سڑک سے اٹھا کر ہسپتال پہنچایا جہاں کافی عرصہ تک زخموں کا علاج ہونے کے بعد بالآخر تندرست ہوگئے۔ بعض لوگ آپ کے قتل کا منصوبہ بنا کر آپ کے پاس پہنچے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ کرشمہ دکھایا کہ وہی لوگ آپ کی باتیں سن کر آپ کی محبت کی تلوار سے گھائل ہو گئے اور جماعت میں شامل ہو کر سلسلہ کے مخلص خادم اور جاں نثار بن گئے۔ اس زمانے میں جب آپ کے والد صاحب محترم کو آپ کے خط آتے تھے تو یہی لکھتے تھے ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح قربانی کے لئے پیدا کیا ہے۔''

۸ راکتوبر ۱۹۵۶ء کو آپ کو دوبارہ سنگاپور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے بھجوایا گیا۔ کچھ عرصہ آپ سنگاپور میں مقیم رہنے کے بعد بورنیو میں متعین ہوئے۔ آپ ذیابیطس کے مریض تھے۔ ۱۶ راکتوبر ۱۹۵۹ء کو رات بخیریت سوئے صرف معمولی سی تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی لیکن آدھی رات کے بعد جب تہجد کے لئے بیدار ہوئے تو اٹھ کر کھڑے نہ ہو سکے اور زمین پر گر گئے۔ آپ کی اہلیہ نے ساتھ کے کمرے سے آ کر آپ کو دیکھا اور قریبی ہمسائے کو جو احمدی تھا آواز دی، اس نے آ کر چارپائی پر ڈالا۔ آپ کو ایمبولینس کے ذریعہ ہسپتال پہنچایا گیا جہاں چھتیس گھنٹے قومہ کی حالت میں رہنے کے بعد ۱۷، ۱۸ راکتوبر ۱۹۵۹ء کی درمیانی شب آپ اپنے میدان جہاد ہی میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مکرم مبارک احمد صاحب بھٹی ربوہ

اب مکرم مبارک احمد صاحب بھٹی کا تذکرہ کرتا ہوں۔ تاریخ شہادت ۷ ردسمبر ۱۹۷۱ء۔ مکرم مبارک احمد صاحب بھٹی چوہدری محمد علی صاحب کے بیٹے تھے۔ ۱۹۶۲ء میں کنری سے میٹرک پاس کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۷۱ء میں شاہد پاس قرار پائے اور بطور مربی ضلع

گوجرانوالہ میں مقرر فرمائے گئے۔ ابھی آپ کی تعیناتی کو تین ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں آپ کو مجاہد فورس ڈیوٹی پر طلب کیا گیا تو آپ مرکز کے حکم کے مطابق مجاہد فورس میں حاضر ہونے کے لئے ربوہ آ گئے۔ ۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو دریائے چناب کے پل کی حفاظت کی ڈیوٹی سے واپس آتے ہوئے ریل کار کے حادثہ میں وفات پا گئے۔ آپ کا جنازہ فوجی اعزاز کے ساتھ مسجد مبارک لایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور موصی ہونے کے باعث آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ آپ خدام الاحمدیہ کے فعال کارکن تھے۔ آپ کی زعامت کے دوران ہوسٹل جامعہ احمدیہ کی زعامت ربوہ کی تمام مجالس میں اول آتی رہی۔ بہت ہمدرد، مخلص اور خدمت گزار انسان تھے۔

مکرم محمد شفیق قیصر صاحب

محترم محمد شفیق صاحب قیصر۔ ان کی شہادت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے زمانے میں ہوئی۔ آپ محترم منشی محمد صادق صاحب کے فرزند تھے۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو محمود آباد سندھ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم قادیان میں پائی اور تقسیم ملک کے بعد ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ، سلانوالی ضلع سرگودھا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ، ربوہ میں تعلیم حاصل کر کے ۱۹۵۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک کے فوراً بعد ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ پہلے کچھ عرصہ دفتر خدمت درویشاں میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۹۵۷ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لے کر ۱۹۶۳ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔

ان کے علمی کام سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت متاثر تھے اور خود میرے سامنے بھی کئی بار ذکر کیا کہ یہ نوجوان خدا تعالیٰ کے فضل سے علمی کاموں میں خاص ملکہ رکھتا ہے۔ آپ نے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ دیگر جماعتی خدمات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی گرانقدر خدمت کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ آپ ۱۹۵۹ء میں نائب مہتمم اشاعت اور نائب ایڈیٹر رسالہ خالد مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۷۶ء تک آپ مختلف عہدوں پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۶ء میں آپ نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نامزد ہوئے

اور وفات تک آپ اسی حیثیت سے یعنی نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ ایک مرکزی حکم کے تحت قرآن کریم کی طباعت کے سلسلے میں ۱۳ رمارچ ۱۹۷۹ء کو ہانگ کانگ جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ مرکز کے دیئے ہوئے پروگرام کے مطابق ۱۵ رمارچ کو رنگون پہنچے جہاں پر قیام کا آپ کو مرکز سے ہی پروگرام دیا گیا تھا۔ چار روز تک وہاں تنظیمی امور طے کرنے کے بعد ۱۹ رمارچ کو رنگون سے مانڈلے کے لئے بعض تنظیمی عہدیداروں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ مانڈلے رنگون سے ۴۵۰ کلومیٹر پر ہے۔ ۲۰ رمارچ ۱۹۷۹ء کو علی الصبح مانڈلے پہنچے۔ اسی روز اپنے مفوضہ امور نمٹانے کے بعد رات کو واپس آ رہے تھے کہ رستے میں آپ کی کار کو حادثہ پیش آ گیا جس سے آپ کے سر پر چوٹ آئی اور بیہوشی طاری ہوگئی۔ ہر قسم کی امداد دینے کے باوجود آپ جانبر نہ ہو سکے اور بالآخر ۲۲ رمارچ کو اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کا جنازہ ۶ راپریل ۱۹۷۹ء کو ربوہ لایا گیا۔ اسی روز احاطہ بہشتی مقبرہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نماز عصر کے بعد نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ مرحوم نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے۔ ایک بیٹا طارق حیدر ٹورانٹو کینیڈا میں ہے اور دوسرا بیٹا محمد لطیف قیصر لاہور میں چارٹرڈ اکاؤنٹینسی کر رہا ہے اور بیٹی سعدیہ جھنگ میں اردو کی لیکچرار ہیں۔

مکرم ملک عبدالحفیظ صاحب مبلغ فجی

ایک اور شہید جن کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ ملک عبدالحفیظ صاحب مبلغ فجی تھے۔ محترم ملک عبدالحفیظ صاحب مرحوم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور صحابی حضرت نظام الدین صاحب کے پوتے اور مکرم کریم بخش صاحب آف بہاولپور کے صاحبزادے اور محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی کے داماد تھے۔ محترم ملک عبدالحفیظ صاحب حافظ قرآن تھے۔ حافظ صاحب مرحوم نے جامعہ احمدیہ میں شاہد کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ۱۹۷۴ء میں میدان عمل میں قدم رکھا اور سب سے پہلے تخت ہزارہ ضلع سرگودھا میں بطور مربی سلسلہ تعینات ہوئے۔ اس کے بعد رحیم یار خان اور مردان میں بھی بطور مربی سلسلہ مقیم رہے اور بوقت شہادت تقریباً ڈیڑھ سال سے فجی

میں بطور مبلغ اسلام تعینات تھے۔ حافظ صاحب بہت نیک، تہجد گزار اور انتھک خادم دین تھے۔

۱۹۷۴ء میں جب تخت ہزارہ میں متعین کیا گیا تو اس وقت وہاں کی جماعت بہت شدید مشکلات اور دباؤ کا شکار تھی۔ آپ کی لگن، محنت اور کامیاب حکمت عملی سے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور یہ جماعت پھر سے اپنے قدموں پر کھڑی ہوگئی۔ حافظ صاحب کو یہ سعادت بھی حاصل رہی کہ آپ نے جلسہ سالانہ پر مسجد مبارک میں نماز تہجد بھی پڑھائی۔ نہایت خوبصورت قراءت کرتے تھے اور رمضان مبارک میں تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

واقعہ شہادت: حافظ صاحب ۵ راگست ۱۹۸۱ء کو ایک دورہ پر لمبا سہ جا رہے تھے۔ ہائی وے پر ایک ٹرک سے ان کی ٹکر ہوگئی جس کے نتیجہ میں آپ شدید زخمی ہو گئے۔ ان کو ہسپتال پہنچایا گیا جہاں پر ۱۶ راگست ۱۹۸۱ء بروز اتوار زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی جان حقیقی مولا کے سپرد کر دی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

۲۲ راگست ۱۹۸۱ء کو شہید مرحوم کی نماز جنازہ ربوہ میں ادا کی گئی اس کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ شہید مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ کے علاوہ تین لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑے جن میں سے دو بیٹیوں کی شادیاں ہوچکی ہیں۔ ایک بیٹی عطیۃ المجیب مکرم محمد احمد صاحب نعیم مربی سیریا (حال لندن) کی بیگم ہیں۔ دوسری قرۃ العین ہیں جو ملک نجیب احمد صاحب کی اہلیہ ہیں جو اسسٹنٹ انجینئر شاہ تاج شوگر ملز ہیں۔ بیٹا (حافظ عبدالوہاب مربی سلسلہ) حافظ قرآن ہے اور جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم ہے۔ تیسری بیٹی صائمہ بی اے کر چکی ہیں اور ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔ اللہ ان کو بہترین رشتہ عطا فرمائے۔

مکرم عبدالرحمٰن صاحب بنگالی۔ امریکہ

اب مکرم عبدالرحمٰن صاحب بنگالی مرحوم کا ذکر کرتا ہوں۔ ضمناً یہ عرض کر دیتا ہوں کہ بہت آغاز میں میں اکثر ان سے ہومیو پیتھک دوا لیا کرتا تھا۔ بہت باریک باریک گولیوں میں بہت پتلی شیشیوں میں رکھا کرتے تھے اور بہت ہی مہربان اور پیار کرنے والے تھے اور کبھی کبھی تھوڑا تھوڑا ہومیو پیتھی کا سبق بھی دے دیا کرتے تھے۔ ۱۹۶۳ء میں امریکہ تشریف لے گئے اور پٹس برگ میں قیام فرمایا۔ نو سال تک تبلیغ اسلام کا فریضہ خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں ڈیٹن

مشن میں مقیم تھے اور تبلیغ اسلام مین ہمہ تن مصروف عمل تھے کہ ۱۶ رمئی ۱۹۷۲ء کو داعی اجل نے پکارا اور آپ نے اپنی جان مولائے حقیقی کے حضور پیش کر دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ عبدالرحمٰن صاحب بنگالی کی ایک بیٹی محترمہ صبیۃ النور صاحب امیر ہالینڈ کی بیگم ہیں اور ان کی بیٹی پھر آگے ہمارے نوید مارٹی صاحب کی بیگم ہیں اور اللہ کے فضل سے یہ بھی بہت مخلص خاندان ہے۔

مکرم بشارت الرحمٰن صاحب قمر

مکرم بشارت الرحمٰن صاحب قمر۔ تاریخ شہادت ۴ ردسمبر ۱۹۸۲ء۔ مکرم بشارت الرحمٰن صاحب قمر جھنگ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ یکم جولائی ۱۹۸۲ء کو میدان عمل میں مدرسہ چٹھہ ضلع گوجرانوالہ میں تقرر ہوا۔ وہیں فرائض منصبیہ ادا کرتے ہوئے ایک خادم دوست طاہر احمد کے ہمراہ اپنے علاقہ کی جماعتوں کے دورہ کے لئے موٹر سائیکل پر جا رہے تھے کہ ۴ ردسمبر ۱۹۸۲ء کی شام کو علی پور چٹھہ جاتے ہوئے علی پور شہر کے قریب پیچھے سے ایک تیز رفتار ٹرک آیا اور اس کی ٹکر کے نتیجہ میں دونوں ہی گرے اور دونوں کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی جس وجہ سے موقع پر ہی وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مکرم بشارت الرحمٰن صاحب نے جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران ہی وصیت کر لی تھی۔ ان کا جنازہ ۵ ردسمبر ۱۹۸۲ء کو ربوہ لایا گیا۔ خاکسار کو نماز عصر کے بعد آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کی توفیق ملی۔ بعدہ بہشتی مقبرے میں تدفین عمل میں آئی۔ بہت نیک فطرت، متین، کم گو اور وقت کے تقاضوں کو سمجھ کر ان پر پورا اترنے والے تھے۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اپنے سنٹر میں ان کے غیر احمدی احباب سے بھی دوستانہ مراسم تھے اور وہ سب ان کی بڑی قدر کیا کرتے تھے۔ مرحوم غیر شادی شدہ تھے۔

محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب

اب میں مولانا عبدالمالک خان صاحب مرحوم شہید کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یوم شہادت ۵ راگست ۱۹۸۳ء ہے۔ اگرچہ یہ ذکر کچھ لمبا ہو گیا ہے لیکن ان کے مقام اور مرتبے کے لحاظ سے اگر کچھ لمبا ہو بھی گیا تو کوئی حرج نہیں۔

لیکن ایک اور بات بھی ہے کہ نوٹس کی تیاری کے وقت جب میں ان شہداء کے نام اکٹھے کر رہا تھا اور ان کا ذکر خیر کر رہا تھا اس وقت تک مجھے علم نہیں تھا کہ اور کتنے شہداء کا ذکر ابھی باقی ہے۔

اس دوران مجھے سید عبدالحئیٰ صاحب کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ اب تک جو دریافت ہو چکے ہیں راہ مولیٰ میں سفر اختیار کرتے ہوئے شہید ہونے والے ان کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ ہے جو اور بھی بڑھ سکتی ہے۔ پس اس پر یہ خیال آیا کہ یہ سلسلہ تو پھر بہت لمبا چل جائے گا اور ابھی بہت سے دوسرے شہداء کا ذکر باقی ہے۔ اس لئے آئندہ انشاء اللہ میں اس مضمون کو مختصر کرنے کی کوشش کروں گا۔ ان کے اسماء بیان کردوں گا کس موقع پر، کس تاریخ کو شہید ہوئے اور مختصر ذکر ان کے پسماندگان کا کردوں گا تا کہ ان کے لئے دعائے خیر کی تحریک ہوتی رہے۔ اس طرح انشاء اللہ آئندہ دو تین خطبوں کے اندر یہ ذکر مکمل ہو سکے گا۔

اب مولانا عبدالمالک خان صاحب کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ ۲۵ رنومبر ۱۹۱۱ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں قادیان آئے اور مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۴ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا بعد ازاں دو سال مبلغین کلاس میں دینی تعلیم حاصل کی اور ۳۱ راکتوبر ۱۹۳۵ء سے آپ نے میدان تبلیغ میں عملی دینی خدمات کا آغاز فرمایا۔ آپ کو ابتداء میں یوپی کے انچارج مبلغ کی حیثیت سے اہم ذمہ داری سونپی گئی۔ اس وقت آپ کا صدر مقام لکھنؤ تھا۔ ۱۹۳۹ء میں یہ صدر مقام آگرہ منتقل ہو جانے کی وجہ سے آپ آگرہ آ گئے۔ ۱۹۴۰ء میں چند ماہ کے لئے کراچی میں کام کیا۔ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۳ء تک کے عرصہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر آپ نے مسلسل اٹھارہ ماہ تک ہندوستان کے چار صوبوں کا تفصیلی دورہ فرمایا۔ ۱۹۴۴ء میں آپ کی تقرری حیدرآباد دکن میں بطور مشنری انچارج کی گئی جہاں پر آپ نے ۱۹۴۸ء تک خدمات سرانجام دیں۔

تقسیم ملک کے بعد آپ کو لاہور بھجوایا گیا جہاں آپ نے آٹھ ماہ تک خدمات دینیہ سرانجام دیں۔ اس کے بعد آپ کی تقرری ۷ رنومبر ۱۹۴۹ء کو کراچی میں بطور مبلغ انچارج کی گئی۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو متبادل انجمن کراچی میں قائم فرمائی تھی اس صدر انجمن احمدیہ کراچی کا آپ کو جنرل سیکرٹری مقرر فرمایا۔ اس زمانے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو رئیس التبلیغ کا خطاب بھی عطا فرمایا۔ ۱۹ رجون ۱۹۶۱ء کو آپ مغربی افریقہ کے ملک غانا میں بغرض تبلیغ تشریف لے گئے۔ آپ کے زمانہ میں کماسی کا مشن ہاؤس تعمیر ہوا۔ ۱۹۶۴ء میں آپ واپس آئے تو پھر کراچی میں مربی سلسلہ مقرر کر دیا گیا جہاں آپ ۲۸ رجون ۱۹۷۰ء تک دینی

خدمات بجالاتے رہے بعدازاں آپ کو مرکز میں نائب ناظر اصلاح وارشاد مقرر کیا گیا اور اگلے سال ہی ناظر اصلاح وارشاد مقرر فرما دیا گیا۔اس عہدہ پر آپ نے بارہ سال تک خدمات سرانجام دیں۔

آپ ۵راگست ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک ایک تبلیغی سفر پر جاتے ہوئے شیخو پورہ کے قریب کار اور ٹرک کے حادثے میں زخمی ہوئے اور بروقت طبی امداد نہ ملنے کے باعث اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔**انالله و انا اليه راجعون** ۔مختصر خاندانی حالات یہ ہیں کہ آپ حضرت ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیسری زوجہ محترمہ کے بطن سے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔آپ کے بڑے بھائی مکرم حبیب اللہ خان صاحب ایم ایس سی تھے جو تعلیم الاسلام کالج میں واقف زندگی پروفیسر رہے ہیں۔ان کے بعد آپ کی ہمشیرہ، اہلیہ صاحبہ محترم خلیل احمد صاحب مونگھیری ہیں اوران کے بعد آپ تھے۔مولانا کی اولاد میں ایک صاحبزادہ مکرم عبدالرب انور محمود خان آف کیلیفورنیا امریکہ اور چار صاحبزادیاں محترمہ فرحت صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر صالح الہ دین صاحب حیدرآباد دکن، محترمہ شوکت گوہر صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی، محترمہ نصرت جہاں صاحبہ گائنا کالوجسٹ فضل عمر ہسپتال ربوہ اور محترمہ امۃ الحئی فضیلت صاحبہ اہلیہ مکرم سید حسین احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں۔

اب اس ذکر کو آج میں حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب شہید کے ذکر پر ختم کرتا ہوں اوراس کے بعد جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کچھ نہ کچھ تفصیل تو شاید بیان کرنی پڑے مگر حتی المقدور کوشش کروں گا کہ مختصر ہو۔اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اوران کی اولادوں کو جہاں جہاں بھی دنیا میں پھیل چکی ہیں دین و دنیا کی حسنات سے نوازتا رہے اور قیامت تک یہ شہادت کے علم بلند رکھیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ شہداء کے نقش قدم پر چل سکیں۔

واقفین زندگی شہداء کا ذکر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴؍جون ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرۃ:۱۵۴-۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

شہداء کا جو میں ذکر کر رہا ہوں اس سلسلہ میں مختلف سفارشات مرکز سے موصول ہوتی رہیں کہ ان سب کو بھی شہداء میں شامل کرنا چاہئے جن کو اس قسم کی موت راہ خدا میں نصیب ہوئی۔ لیکن اگر ان کی سفارشات کو قبول کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عملاً ہر واقف زندگی خواہ وہ اپنے ملک میں ہو یا اس کو اگر اپنی مرکزی جگہ سے کچھ فاصلے پر وفات نصیب ہو جائے تو اس کو وہ شہداء کی فہرست میں شامل کر لینا چاہتے تھے لیکن میرے لئے اس میں دقت یہ تھی کہ اس طرح تو ہر واقف زندگی کی وفات جہاں بھی ہوگی وہ شہداء ہی کی فہرست میں شمار ہونا چاہئے کیونکہ شاذ کے طور پر ہی کوئی ہوگا کہ

اپنے گاؤں میں بیٹھا ہوا ہو تو اس کی وہاں وفات ہو چکی ہو۔ پس اس پہلو سے یہ فہرست حد سے زیادہ پھیل جاتی اور کوئی معین جواز نہ ہوتا ایسے دوستوں کو شہداء قرار دینے کا۔

ویسے تو واقفین زندگی جو سچے ہوں ان کی موت خدا تعالیٰ کے نزدیک یقیناً ایک بہت بڑا مقام رکھتی ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کو کیا مراتب نصیب ہوں گے۔ پس یہاں مراتب کی بحث نہیں ہو رہی یہاں لفظ شہید کے اطلاق کی بات ہو رہی ہے۔ پس اس ضمن میں جو میں نے فیصلہ کیا وہ اصولی طور پر یہ ہے کہ اپنے ہی ملک میں جو واقفین زندگی کام کرتے ہوئے حادثہ کا شکار ہو جائیں انہیں ہم نے بوجہ حادثاتی وفات کے شہداء میں شمار کیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حادثاتی وفات کو بھی شہداء کے زمرہ میں شمار فرمایا ہے۔

جو کسی دوسرے ملک میں کام کرتے ہوئے چاہے حادثہ سے فوت ہوئے ہوں یا کسی اور طرح ان کی وفات ہوئی ہو انہیں بھی شہداء کی فہرست میں شامل کر لیا گیا۔

ہر واقف زندگی جو طبعی موت سے اپنے ہی ملک میں کام کرتے ہوئے وہاں کسی بھی جگہ فوت ہوا ہو جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے خدا کے ہاں اس کا جو بھی مرتبہ ہو ہم نے اسے شہداء کی فہرست میں شامل نہیں کیا۔ اس اصول کا بڑی سختی سے اطلاق کرتے ہوئے جو واقفین شہداء کی فہرست تیار ہوئی ہے اب میں پہلے سلسلے سے بات شروع کر کے جہاں بات کو چھوڑا تھا اب آگے بڑھاتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد یوسف شاہ صاحب

اور آج اس خطبہ کا آغاز ڈاکٹر محمد یوسف شاہ صاحب کی شہادت کے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت ڈاکٹر محمد یوسف صاحب سید معصوم شاہ صاحب کے ہاں موضع مدینہ ضلع گجرات میں ۱۶/فروری ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عین جوانی کے عالم میں، طالب علمی کے دور میں ۱۹۱۸ء میں بیعت کی اور ۱۹۳۰ء میں اپنے آپ کو نظام وصیت سے منسلک کر دیا۔ آپ نے گورنمنٹ میں فوجی ڈاکٹر کے طور پر کام کرنا شروع کیا اور لیفٹینٹ کرنل کے عہدے تک پہنچے۔ ۱۹۶۰ء میں آپ نے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زندگی ''بعد ریٹائرمنٹ وقف'' کر دی۔ چنانچہ یکم نومبر ۱۹۶۱ء کو آپ خدمت دین کے لئے لیگوس نائیجیریا پہنچے۔ آپ نے لیگوس میں احمدیہ ہسپتال کی بنیاد ڈالی۔

آپ کے اوصاف حمیدہ جن کے بیان میں کوئی بھی مبالغہ نہیں وہ مختصر یہ ہیں کہ آپ بے انتہا

پابند صوم وصلوٰۃ، بہت ملنسار، خلیق اور مخلوق خدا کا درد رکھنے والے وجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی۔ خلفاء سلسلہ سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور امام وقت کے ہر حکم پر لبیک کہنے والے تھے۔ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ بے دریغ اور والہانہ انداز میں کیا کرتے تھے۔ آپ کی ڈسپنسری میں ہمہ وقت جماعتی لٹریچر موجود رہتا تھا۔ نائیجیریا جماعت کے جملہ افراد آپ کی شخصیت سے بڑے متاثر تھے اور آپ سے گہری محبت اور احترام کا تعلق رکھتے تھے۔

سانحہ ارتحال۔ ۵؍اپریل ۱۹۶۹ء کے جلسہ سالانہ نائیجیریا کے موقع پر صبح کے سیشن کی صدارت کی۔ نماز اور طعام کے وقفہ کے لئے گھر جاتے ہوئے رستہ ہی میں دل کا دورہ پڑا۔ آپ کی میت ربوہ لائی گئی جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر موصی ہونے کے باعث بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ تدفین کے بعد حضور نے دعا کروائی۔ آپ کی اولاد جس شادی سے بفضلہٖ تعالیٰ زندہ رہی اور دین اور دنیا میں نشوونما پارہی ہے وہ آپ کی تیسری شادی تھی جو اپنے ماموں سید احمد شاہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی تاج سلطانہ صاحبہ سے ہوئی جن سے دو بچے ہیں۔ ایک سید محمد یحییٰ خضر صاحب حال لاہور اور دوسرے سید محمد عیسیٰ پرویز صاحب فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد سول ایوی ایشن کے محکمہ میں بطور جنرل مینیجر کام کر رہے ہیں۔ میں گواہ ہوں کہ یہ دونوں بچے خدا کے فضل سے بہت ہی فدائی ہیں سلسلہ کے ادنیٰ خادم ہیں اور ان کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی ہے۔ آپ کی اہلیہ سیدہ تاج سلطانہ کی وفات ۱۹۹۲ء میں کراچی میں ہوئی اور چونکہ موصیہ تھیں بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئیں۔

مولانا ابوبکر ایوب صاحب

مولانا ابوبکر ایوب صاحب انڈونیشیا کے رہنے والے تھے۔ تاریخ وفات ۱۴، ۱۵؍ستمبر ۱۹۷۲ء کی درمیانی رات۔ مولانا ابوبکر ایوب انڈونیشیا کے ان اولین احمدیوں میں سے تھے جو ۱۹۲۴ء میں قادیان آئے۔ وہاں انہیں بیعت سے مشرف ہونے اور پھر دینی تعلیم حاصل کرنے کی توفیق ملی۔ یعنی جب قادیان آئے تھے تو اس وقت احمدی نہیں تھے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ آپ کو انڈونیشیا کے علاوہ ہالینڈ میں بھی تبلیغی فرائض سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ آپ کا وصال ہالینڈ میں ہی ڈیوٹی پر مامور ہونے کی حالت میں ہوا۔

مولوی صاحب موصوف نہایت نیک فطرت، ملنسار، خوش اخلاق، شیریں گفتار اور بے حد محنتی تھے۔ لباس کی عمدگی اور صفائی کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ وقت کے بہت پابند تھے۔ شیریں گفتار تھے۔ مجھے بھی اس زمانہ میں جب یہ ہالینڈ میں تھے وہاں ان سے ملنے کی توفیق ملی تھی اور میں نے خصوصیت سے یہ بات محسوس کی تھی کہ بہت ستھرا اور صاف لباس پہننے کے عادی تھے اور کافی (Coffee) بنانے میں بہت ماہر تھے۔ چنانچہ سب سے پہلا کافی کا چسکا مجھے ان کی بنی ہوئی کافی سے ہوا تھا۔ آپ نے مختصر علالت کے بعد سڑسٹھ (۶۷) سال کی عمر میں وفات پائی۔ بوقت وفات آپ وہاں کے مشنری انچارج تھے۔ آپ کی میت ربوہ پہنچائی گئی جہاں ۲۳/ستمبر ۱۹۷۲ء کو نماز جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسجد اقصیٰ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

آپ کے وصال کے وقت آپ کے بچے انڈونیشیا میں مقیم تھے۔ آپ نے اپنی بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور چار بیٹیاں بطور یادگار چھوڑے۔ آپ کے بڑے بیٹے انیس احمد یعقوب صاحب اس وقت جکارتہ میں ایک انجینئرنگ کمپنی میں ڈائریکٹر ہیں اور دو بیٹے عبدالحمید صاحب اور عبدالمغنی صاحب بھی جکارتہ میں رہتے تھے۔ اول الذکر ملازم ہیں اور دوسرے بزنس مین ہیں۔ چاروں بیٹیاں شادی شدہ ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ جہاں ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ترقی عطا فرمائی ہے ان کی اولاد کو دین میں بھی بہت مخلص بنایا ہے اور یہ سارے بچے خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کے مخلص خادم ہیں۔

مکرم ظاہر احمد صاحب، مکرم جواد رشید خان صاحب اور مکرم خواجہ اعجاز احمد صاحب لاہور

اب ظاہر احمد صاحب، جواد رشید احمد خان صاحب ایڈووکیٹ نائب قائد ضلع لاہور اور خواجہ اعجاز احمد صاحب ناظم اطفال ضلع لاہور کی شہادت کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ لاہور سے ربوہ آرہے تھے۔ لاہور کے خدام کا ایک گروپ جو پانچ افراد پر مشتمل تھا، حفاظتی نقطہ نظر سے حضور انور کے قافلہ کے پیچھے آرہا تھا۔ پنڈی بھٹیاں سے چھ کلومیٹر دور ایک ٹرک کو اوورٹیک کیا تو سامنے ایک سائیکل سوار کو دیکھ کر اسے بچانے کے لئے کار روکنے کی کوشش کی اور اسی کوشش میں کار ایک درخت سے جاٹکرائی جس سے مکرم ظاہر احمد صاحب، مکرم خواجہ اعجاز احمد صاحب

اور مکرم جواد رشید احمد خان صاحب نے موقع پر ہی دم توڑ دیا اور ان کے ایک ساتھی بہت زخمی ہوئے۔

شہید ہونے والے خدام میں سے قائد ضلع مکرم طاہر احمد صاحب روہڑی کے رہنے والے تھے اور ملازمت کے سلسلہ میں لاہور منتقل ہو چکے تھے۔ دو سال سے قائد ضلع لاہور تھے۔ آپ نے اپنے سوگوار والدین کے علاوہ ایک بیوہ، تین لڑکیاں اور ایک لڑکا یادگار چھوڑے۔ بیٹیوں میں سے ایک کی شادی ہو چکی ہے۔ دو لڑکیاں کراچی یونیورسٹی میں B.Sc. کی طالبات ہیں۔ بیٹا الیکٹرونکس انجینئرنگ کر کے فلپس کمپنی میں ملازم ہے اور کراچی میں مقیم ہے۔

مکرم جواد رشید احمد خان صاحب ابن ملک بشیر احمد صاحب بوقت شہادت نائب قائد ضلع لاہور تھے۔ آپ کی عمر ۲۷ برس تھی۔ آپ کے بڑے بھائی مکرم زرتشت منیر احمد صاحب (حال ناروے) کراچی کے قائد ضلع تھے۔

حلقہ محمد نگر لاہور کے مکرم خواجہ اعجاز احمد صاحب ابن مکرم خواجہ محمد اکرم صاحب حادثہ کے شکار ہونے والے خدام میں سب سے چھوٹی عمر کے تھے۔ کوئی ۲۳، ۲۴ سال عمر ہوگی۔ شہادت سے ایک سال پہلے آپ نے ایم ایس سی فزکس کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے دوئم پوزیشن میں پاس کیا تھا اور مجلس نصرت جہاں کے لئے اپنی خدمات پیش کر رکھی تھیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی خواجہ ایاز احمد صاحب بھی واقف زندگی ہیں اور جامعہ احمدیہ میں بطور استاد اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی تھے چنانچہ آپ کو بہشتی مقبرہ میں تدفین کی سعادت نصیب ہوئی جبکہ دوسرے شہداء کو قبرستان نمبر ا میں دفن کیا گیا۔ سوا چار بجے سہ پہر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہشتی مقبرہ کے میدان میں نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد پہلے مکرم خواجہ اعجاز احمد صاحب کی قبر کی تیاری میں حضورؒ نے شرکت فرمائی اور قبر تیار ہونے پر دعا کرائی۔ پھر قبرستان نمبر ا تشریف لے گئے جہاں آپ باقی دونوں شہداء کی تدفین تک ٹھہرے رہے اور آخری دعا کروائی۔

محترم ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب

اب محترم ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب، کانو نائیجیریا کی وفات کا ذکر کرتا ہوں۔ تاریخ وفات جولائی ۱۹۸۱ء۔ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب حضرت مولوی سعد الدین صاحب آف کھاریاں کے بیٹے تھے۔ ربوہ میں بھی آپ کو خدمت کی بہت توفیق ملی اور اتنے ہمدرد تھے اور غریبوں کا علاج مفت کرتے

تھے کہ بہت کم ڈاکٹروں کو جو ربوہ میں متعین رہے ہیں اتنی ہردلعزیزی حاصل ہوگی جتنی ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو تھی۔ ۱۹۶۲ء میں کانو نائیجیریا بطور مشنری ڈاکٹر تقرر ہوا۔ مسجد میں ہی کلینک شروع کیا اور اس کی آمد سے زمین خریدی اور ایک بہت بڑا ہسپتال بنایا۔ آج کل وہاں جو ہسپتال ہے انہی کا بنایا ہوا ہے۔ احمدیہ سکول کانو کی زمین بھی ڈاکٹر صاحب نے ہی خریدی اور ۱۹۸۱ء میں دل کے حملہ سے نائیجریا میں ہی وفات ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کا جنازہ ربوہ لے جایا گیا۔ آپ کے پسماندگان میں دو بیٹے ڈاکٹر انوارالدین صاحب (حال THI ربوہ) اور ڈاکٹر جمال الدین صاحب ضیاء امریکہ میں مقیم ہیں۔ ایک بیٹی بھی امریکہ میں ہیں اور دوسری بیٹی کینیڈا میں ہیں۔

مکرم قریشی محمد اسداللہ صاحب کاشمیری

مکرم قریشی محمد اسداللہ صاحب کاشمیری۔ تاریخ وفات ۲۶؍اگست ۱۹۸۲ء۔ مرحوم ۱۹۲۶ء میں وادیٔ کشمیر کی شمال مغربی تحصیل ہندواڑہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم کے علاوہ اپنے طور پر دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ان کو پاکستان میں خدمت کی توفیق ملی ہے۔ پاکستان ہی میں وفات ہوئی ہے لیکن کشمیر کا وہ حصہ جس میں یہ پیدا ہوئے تھے ان کا وطن تھا نہ کہ پاکستان۔ پاکستان ان کا ثانی وطن بنا ہے اس لئے ان کی بعض دوسری خوبیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو بھی شہداء کی فہرست میں شامل سمجھا گیا ہے۔

ابتدائی تعلیم کے علاوہ اپنے طور پر دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان آ گئے۔ ۱۹۵۰ء کے لگ بھگ جب آپ حکومت پاکستان کی طرف سے واہ کے کشمیری مہاجرین کے کیمپ میں دینی معلم تھے تو جماعت احمدیہ سے متعارف ہوئے اور تحقیق حق کی غرض سے سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے لگے۔ مسلسل آٹھ نو سال تک بڑے غور سے مطالعہ کرنے کے بعد جب آپ کو پوری طرح شرح صدر نصیب ہو گیا تو ۱۹۵۹ء میں بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اور پھر اپنی زندگی وقف کر دی۔ آپ کو بطور مربی گلگت، ایبٹ آباد، کیمبل پور (اٹک)، مظفر آباد اور کوٹلی میں بڑی خوش اسلوبی اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے منصبی فرائض نبھانے کی توفیق ملی۔

آپ مربی سلسلہ کے فرائض کے ساتھ ساتھ علمی تحقیق میں بھی ہمیشہ مصروف رہے۔ چنانچہ آپ نے کئی اعلیٰ مرتبہ کی تحقیقی کتب اور پمفلٹ اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ فضل عمر

فاؤنڈیشن کا علمی تصانیف پر دیا جانے والا انعام بھی حاصل کیا۔ مرحوم بڑے حلیم الطبع اور سادہ تھے۔ فرض شناسی، نیکی، دیانت اور محنت آپ کی نمایاں صفات تھیں۔ وفات کے وقت آپ کوٹلی آزاد کشمیر میں بطور مربی متعین تھے۔ اگست ۱۹۸۲ء کے تیسرے ہفتہ میں ملیریا بخار سے بیمار ہوئے۔ بخار میں کمی آئی تو ۲۶؍اگست کو دل کے شدید حملہ سے جانبر نہ ہو سکے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم موصی تھے اس لئے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ آپ کی اہلیہ آپ کی وفات کے دو سال بعد وفات پا گئیں۔ آپ کی ایک ہی بیٹی مریم ہیں جو ربوہ کے محلّہ دار العلوم شرقی میں رہتی ہیں۔

مولوی برکت اللہ محمود صاحب مربی سلسلہ

محترم مولوی برکت اللہ محمود صاحب مربی سلسلہ۔ ۷؍اکتوبر ۱۹۸۳ء کی صبح دس بجے موٹر سائیکل چلاتے ہوئے حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے۔ اس کے بعد مسلسل بے ہوش رہے اور اسی بیہوشی میں ان کی وفات ہوئی۔ بوقت وفات ان کی عمر ۵۲ سال تھی۔ مجھے بھی ان کا کلاس فیلو ہونے کا شرف حاصل رہا۔ بہت نیک دل، خوش مزاج اور سلسلہ سے بہت محبت رکھنے والے وجود تھے۔ مرحوم کا جنازہ ۱۴؍اکتوبر کی صبح ربوہ پہنچا اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ مرحوم عرصہ ڈیڑھ سال سے لاہور میں متعین تھے اور اس سے قبل لمبا عرصہ ملتان میں خدمات بجالاتے رہے۔ مرحوم نے اپنی یادگار اپنی بیوی کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے ہیں۔ بیٹیاں سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے شادی شدہ ہیں اور خوش ہیں۔

الحاج محمد ابراہیم بی چی صاحب

مکرم الحاج محمد ابراہیم بی چی (Bichi) صاحب۔ سن وفات ۱۹۸۴ء۔ مکرم الحاج محمد ابراہیم صاحب بیچی کانو نائیجیریا کے رہنے والے تھے۔ ہاؤسا قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور لوکل مبلغ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ آپ ایک صاحب علم شخص تھے۔ دعوت الی اللہ کا بے حد شوق تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی کتب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ مخالفین نے ان کو پیشکش کی کہ ان کے ساتھ شامل ہو جائیں تو اعلیٰ عہدہ، کار اور تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ آپ نے اس پیشکش کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ ۱۹۸۴ء میں کانو سے باؤچی (Bauchi) تبلیغی دورے پر جا رہے تھے ٹیکسی کے حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے۔ محترم محمد بیشانو صاحب جو موجودہ امیر جماعت

نائیجیریا ہیں نے انہیں ہسپتال پہنچایا۔ بظاہر حالت تسلی بخش تھی اور ڈاکٹرز نے بھی اس حالت پر اطمینان کا اظہار کیا تھا لیکن جب محترم میشانو صاحب انہیں ہسپتال پہنچا کر اپنے گھر پہنچے تو ایک گھنٹے کے بعد ہی حالت اچانک بگڑ گئی اور وفات پا گئے۔ آپ کا جنازہ کانو لایا گیا اور وہاں تدفین ہوئی۔ آپ کی بیوہ کانو میں مقیم ہیں اولاد کوئی نہیں تھی۔

مکرم قریشی محمد اسلم صاحب مبلغ ٹرینیڈاڈ

مکرم قریشی محمد اسلم صاحب مبلغ ٹرینیڈاڈ۔مکرم قریشی محمد اسلم صاحب ۸؍نومبر ۱۹۳۹ء بروز جمعہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد قریشی محمد احسن صاحب مرحوم تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں استاد تھے اور دادا مکرم حافظ محمد حسین صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفقاء میں سے تھے۔ قریشی صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ ۱۹۵۶ء میں آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی اور ۱۹۵۷ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد جامعۃ المبشرین میں داخلہ لیا۔ جامعہ سے فارغ ہونے پر ۲۷؍مئی ۱۹۶۳ء سے باقاعدہ طور پر خدمت سلسلہ کا آغاز کیا۔ مئی ۱۹۶۹ء میں محترم قریشی صاحب ماریشس تشریف لے گئے جہاں ۱۹۷۳ء تک اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ مئی ۱۹۷۵ء میں آپ گیانا گئے جہاں جولائی ۱۹۸۳ء تک خدمات سلسلہ بجالاتے رہے۔ اس کے بعد آپ کی تقرری ٹرینیڈاڈ میں بطور مربی سلسلہ ہوئی جہاں آپ اپنی شہادت کے نیک انجام تک پہنچے۔

ان کی شہادت کا واقعہ ایک پہلو سے ایک ایسا رنگ بھی رکھتا ہے جیسے عمداً ان کو محض احمدیت کی وجہ سے قتل کیا گیا ہے۔ لیکن جو حالات ہیں وہ مشکوک ہیں اس لئے ان کو شہادت کی حیثیت تو ہر لحاظ سے حاصل ہے ہی مگر معین طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خالصۃً احمدیت کی بنا پر ان کو شہید کیا گیا تھا۔ غالباً کرائے کے قتل کرنے والے کو کسی دشمن نے پیسے دے کر ان کی شہادت پر آمادہ کیا ہے۔ محترم قریشی صاحب ۱۰؍اگست ۱۹۸۵ء کی شام اپنے بیٹے محمد نصیر قریشی کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جا رہے تھے رستہ میں تین نامعلوم افراد نے آپ کو اپنی کار روکنے کا اشارہ کیا اور قریشی صاحب کو کار سے باہر بلایا۔ آپ کار سے باہر آئے تو ایک شخص نے فوراً پستول آپ کی کنپٹی پر رکھ کر فائر کر دیا جس کے نتیجہ میں آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۶ سال

تھی۔ جو بیٹا کار میں بیٹھا ہوا تھا اسے کچھ نہیں کہا نہ کوئی لوٹ مار کی ہے۔معلوم ہوتا ہے کسی پیسے یا کسی لالچ کی خاطر ایسا کام نہیں کیا گیا۔۱۹؍اگست کو آپ کا جنازہ ربوہ میں ادا کرنے کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔مکرم قریشی صاحب کی شادی ۱۹۶۶ء میں ان کی چچازاد محترمہ شمس النساء بیگم صاحبہ بنت قریشی محمد اکمل صاحب کے ساتھ ہوئی تھی۔قریشی صاحب نے اپنی یادگار ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ یہ کینیڈا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آباد ہیں۔

مکرم عبدالمالک آدجے صاحب غانا

مکرم عبدالمالک آدجے صاحب غانین۔۱۹۶۰ء میں آپ کا تقرر گھانا میں سرکٹ مشنری کے طور پر ہوا۔بڑے پرجوش داعی الی اللہ تھے اور تبلیغ کی خاطر دوردراز علاقوں کا سفر پیدل کیا کرتے تھے۔ ۱۹۸۶ء میں مجلس انصاراللہ کے اجتماع میں شمولیت کے لئے ابورا (Abura) آئے۔واپس روانگی پر ان کی کار کو ایک گاڑی سے ٹکرانے پر حادثہ پیش آیا جس کے نتیجہ میں آپ جانبر نہ ہو سکے اور ۳۱؍اکتوبر ۱۹۸۶ء کو راہیٔ ملک بقا ہوئے۔آپ کی عمر بوقت وفات چھیالیس سال تھی۔آپ نے اپنے پیچھے دو بیوائیں اور تین بیٹے اور سات بیٹیاں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ساری بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔ایک بیٹا تاجر ہے اور دو بیٹے پٹرول سٹیشن پر کام کرتے ہیں۔سارا خاندان خدا کے فضل سے دنیا کے لحاظ سے بھی ٹھیک ہے اور دین کے لحاظ سے بھی۔

مکرم مولوی محمد احمد اموسا مینسا صاحب غانا

مکرم مولوی محمد احمد امُوسا مینسا صاحب غانین۔مولوی محمد احمد اموسا مینسا صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ کے فارغ التحصیل تھے اور ۱۹۸۶ء میں شاہد کی ڈگری اور فقہ میں تخصص کرنے کے بعد گھانا واپس تشریف لائے جہاں سنٹرل ریجن میں بطور مرکزی مبلغ مقرر ہوئے۔ ۱۸؍ستمبر ۱۹۸۸ء کو لجنہ اماءاللہ گھانا کے مرکزی اجتماع میں شمولیت کے لئے لجنات کے ساتھ ایک بس میں سوار وا (WA) شہر جارہے تھے کہ بس کا ٹائر پھٹنے کی وجہ سے حادثہ پیش آیا اور مولوی صاحب اسی حادثہ کے نتیجہ میں وفات پا گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔شہادت کے وقت آپ کی عمر چھتیس برس تھی اور پسماندگان میں ایک بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا چھوڑا جو اس وقت سکول میں زیر تعلیم ہے۔

مکرم مبارک احمد صاحب ساقی لندن

مکرم مبارک احمد صاحب ساقی مبلغ انگلستان ۔تاریخ وفات ۱۶؍مئی ۱۹۹۲ء۔مکرم مبارک احمد ساقی صاحب مکرم چوہدری فضل دین صاحب کے بیٹے اور حضرت چوہدری پیر محمد صاحب صحابی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے پوتے تھے۔۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۲ء تک مولوی فاضل اور شاہد کلاس میں کامیابی کے بعد بطور واقف زندگی میدان عمل میں کام شروع کر دیا۔ہم دونوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کلاس فیلو ہونے کا موقع ملا۔آپ کو امیر ومشنری انچارج کے طور پر لائبیریا میں بھی خدمت کی توفیق ملی۔۱۹۷۸ء میں انگلستان تقرر ہوا۔اس دوران آپ نائب امام مسجد فضل لندن کے طور پر خدمت سرانجام دیتے رہے۔پھر ۱۹۸۴ء میں میری انگلستان ہجرت کے بعد آپ مختلف اہم مرکزی عہدوں پر فائز رہے۔ایک عرصہ سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے۔آخر ۱۶؍مئی ۱۹۹۲ء کو دل کے حملہ سے ہی وفات پائی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ پہلی بیوی سے ایک بیٹا منصور احمد ساقی اور بیٹی سارہ ہیں جو یہاں لندن میں مختلف جماعتی کاموں میں خدمت کی سعادت پا رہے ہیں۔

مکرم مسعود احمد صاحب جہلمی

مکرم مسعود احمد صاحب جہلمی ۔تاریخ وفات ۲۳؍اگست ۱۹۹۲ء۔یہ عجیب اتفاق ہے کہ جن واقفین کا ذکر ہو رہا ہے یہ بہت سے میرے کلاس فیلو بھی رہے ہیں۔مسعود احمد صاحب جہلمی کا مجھے یاد نہیں ہے شاید یہ کلاس فیلو نہ رہے ہوں۔مگر پہلے تھے یہ نہیں تھے۔کیونکہ یہ مجھ سے بہت جونیئر تھے۔آپ مکرم عبدالرحیم صاحب نیا محلّہ جہلم کے فرزند تھے۔اپریل ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے۔۱۹۵۷ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔۱۹۶۰ء میں مربیان کلاس پاس کی،اس کے بعد بی۔اے اور پھر ۱۹۶۵ء میں ایم۔اے کیا۔جولائی ۱۹۶۰ء سے آپ نے کام شروع کیا۔آپ کو بیرون ملک نائیجیریا، لائبیریا، انگلستان، سوئٹزرلینڈ اور جرمنی میں خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ وفات کے وقت جرمنی میں خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ہر ابتلاء میں حیرت انگیز صبر وثبات دکھایا اور اس کا میں خود ذاتی طور پر گواہ ہوں کہ کسی وجہ سے میں ان سے ناراض ہوا اور ان کی جو ترقیات تھیں ساری ختم کر کے ان کو ایک عام شہری کے طور پر وہاں رکھا اور اسی حیثیت سے واقف زندگی کے طور پر خدمت کرنے کا موقع دیا لیکن ایک ذرہ بھی ان کی زبان سے کوئی شکوہ ظاہر نہیں ہوا۔اپنی اولاد کو نصیحت کرتے رہے کہ

مرکز سے اپنا تعلق فدائیت کا قائم رکھنا۔ یہ جو خاص ان کا جذبہ تھا اس نے میرے دل کو موہ لیا۔ آپ ۲۳؍اگست ۱۹۹۲ء کو دل کی تکلیف کے باعث جرمنی میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی تدفین فرینکفرٹ مشن کے قریب ہی ایک قبرستان میں ہوئی۔ انہوں نے اپنی اولاد اور متعلقین کو بھی ہمیشہ یہی نصیحت کی کہ نظام جماعت سے پوری طرح وابستہ رہیں۔ ان کی اس وفا کو دیکھ کر ان کی وفات پر میرے دل میں خیال آیا کہ ان کی قبر کے کتبہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا یہ مصرعہ لکھنا چاہئے۔

ع بے وفاؤں میں نہیں ہوں میں وفاداروں میں ہوں

وہ واقعی وفادار تھے۔ اسی روز جمعہ کے بعد خاکسار نے ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے لقمان احمد صاحب واقف زندگی ہیں اور آجکل امریکہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ دوسرے بیٹے سلمان احمد صاحب واشنگٹن میں بطور بینک مینیجر کام کر رہے ہیں۔ تیسرے بیٹے محمد ذبیح صاحب میری آخری ملاقات تک وہاں پڑھائی کر رہے تھے۔ بڑی بیٹی منصورہ اسد شادی شدہ ہیں اور واشنگٹن میں مقیم ہیں، ان کے پھر دو بیٹے ہیں۔ دوسری بیٹی قدسیہ مسعود 11th میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ یعنی شہید مرحوم کی دوسری بیٹی قدسیہ ابھی طالبہ علم ہیں۔

مکرم مبشر احمد چودھری صاحب مبلغ نائیجیریا

مبشر احمد چودھری صاحب مربی سلسلہ کانو نائیجیریا۔ تاریخ شہادت ۱۷؍دسمبر ۱۹۹۲ء۔ آپ ۱۷؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو دعوت الی اللہ کے لئے دیگر دوستوں کے ساتھ ایک سفر پر جا رہے تھے کہ ان کی کار کھائی میں گر گئی۔ مکرم مبشر احمد چودھری صاحب نے موقع پر ہی دم توڑ دیا جبکہ دوسرے دو ساتھی زخمی ہو گئے۔ ان کے امیر صاحب نے حلفاً گواہی دی کہ ایک سال قبل مکرم مبشر احمد صاحب نے انہیں یہ بات بتائی تھی کہ جب میں ربوہ سے چلنے لگا تو میری بیوی نے خواب دیکھا تھا کہ اس کا خاوند خدمتِ دین کے سفر سے کفن میں لپٹا ہوا واپس آیا ہے۔ اب دیکھیں کس طرح احمدیت کی تاریخ میں اللہ تعالیٰ یہ نشانات ظاہر فرماتا ہے۔ کوئی جاہل سے جاہل بھی اگر تعصب سے پاک ہو تو غور کرے کہ یہ ساری شہادتیں ہی احمدیت کی ہمیشگی کی زندگی کی گواہ بن جائیں۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ مکرمہ امۃ المتین

صاحبہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بڑی بیٹی نداء الفتح ۱۲ سال کی ہیں، بیٹا باسل احمد دس سال کا ہے اور چھوٹی بیٹی سائرہ احمد کی عمر آٹھ سال ہے۔ تینوں بچے ربوہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مکرم محمد کمال الدین صاحب آیودیجی، نائجیریا

مکرم محمد کمال الدین صاحب آیودیجی، نائجیرین۔ تاریخ وفات ۴ر دسمبر ۱۹۹۳ء۔ آپ نے ۱۹۸۰ء میں زندگی وقف کی اور تقریباً بیس سال تک اخلاص سے خدمت دین سرانجام دیتے رہے۔ جماعت احمدیہ نائجیریا کے اولین موصیان میں سے تھے۔ جماعت کے ایک کارکن کی اہلیہ کے ہاں پیدائش متوقع تھی اور فوری طور پر ہسپتال لے جانا ضروری تھا۔ اس وقت فون کام نہیں کر رہا تھا آپ موٹر سائیکل پر ایمبولینس لینے کے لئے گئے واپسی پر موٹر سائیکل کو حادثہ پیش آنے سے ان کی وفات ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں ایک بیوہ کے علاوہ ایک لڑکا اور چھ لڑکیاں چھوڑیں۔ بیٹا اسوقت او لیول کر رہا ہے۔ سب بچے خدا کے فضل سے احمدی ہیں اور جماعت کے کاموں میں بہت مستعد ہیں۔

محترم چوہدری محمد عیسیٰ صاحب انگلستان

محترم چوہدری محمد عیسیٰ صاحب انگلستان۔ تاریخ وفات ۳۰ رستمبر ۱۹۹۴ء۔ محترم چوہدری محمد عیسیٰ صاحب مکرم چودھری محمد یوسف صاحب آف مالو کے بھگت ضلع سیالکوٹ کے بیٹے تھے۔ ۱۹۶۵ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ کئی سال کینیا میں بطور مبلغ کام کیا۔ ۱۹۸۲ء میں آپ کا تقرر انگلستان میں ہوا۔ میری لندن آمد پر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں تقرری ہوئی اور وفات سے چند روز قبل تک نہایت محنت سے مفوضہ امور سرانجام دیتے رہے۔ وفات سے چند روز قبل ہسپتال میں داخل ہوئے اور پھر ہسپتال سے گھر واپس نہیں آئے اور اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کے پسماندگان میں آپ کی بیوہ محترمہ طاہرہ عیسیٰ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی ہیں جو اللہ کے فضل سے دین و دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہیں۔

مکرم علی حیدر راُپل صاحب مبلغ سلسلہ

مکرم علی حیدر راوپل صاحب مبلغ سلسلہ۔ آپ ۱۲/۱۲ اگست ۱۹۴۱ء کو مہدی پور ضلع سیالکوٹ میں میاں محمد رمضان صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ پیدائشی احمدی تھے۔ مئی ۱۹۷۲ء کو شاہد کی

ڈگری حاصل کی۔آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۲۳ سال تک خدمت دین کی توفیق پائی۔ بیرونی ممالک میں آپ غانا، گیمبیا اور کینیڈا میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔آپ گیمبیا سے رخصت پر اپنے بچوں کو ملنے کینیڈا آئے ہوئے تھے۔۳۰؍اپریل ۱۹۹۵ءکوکینیڈا ہی میں کار کے ایک حادثہ میں شہید ہوگئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بوقت شہادت آپ کی عمر ۵۴ سال تھی۔آپ نے اپنی بیوہ کے علاوہ اپنے پیچھے بطور یادگار تین بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑے ہیں۔آپ کی شہادت سے پہلے ہی بڑی بیٹی کی شادی ہوچکی تھی جواب امریکہ میں ہیں۔ بڑے بیٹے محمد افضل صاحب پی ایچ ڈی کررہے ہیں۔ دوسرے بیٹے محمد احسن اور محمد انور زیرتعلیم ہیں۔اول الذکر الیکٹریکل انجینئرنگ میں اور محمد انور مکینیکل انجینئرنگ میں ہیں۔ چھوٹی بیٹی امۃ الرؤف کی بھی شادی ہوچکی ہے اور سسکاٹون کینیڈا میں رہائش پذیر ہیں۔سارے بچے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دین ودنیا کی نعمتوں سے نوازے گئے ہیں۔

مکرم مبشر احمد صاحب باجوہ جرمنی

مکرم مبشر احمد صاحب باجوہ شہید آف جرمنی۔مبشر احمد صاحب باجوہ جماعت احمدیہ جرمنی کے سرگرم کارکن اور فدائی احمدی تھے۔خلافت احمدیہ سے ایسا عشق تھا کہ اس عشق میں ہمیشہ مگن رہتے تھے۔مختلف حیثیتوں سے جماعت جرمنی کی بہت عمدہ خدمات سرانجام دینے کی توفیق پائی۔زندگی کے آخری ایام میں ایم ٹی اے کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی اور سارے جرمنی میں حلقہ وار کارکنوں اور کارکنات کی ٹیمیں بنا کر بہت عمدگی سے اس کام کو منظّم کیا اور یہی منظّم کام ہے جو اب بہت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ایم ٹی اے کے کاموں کے سلسلہ میں ہی اپنے بیٹے کے ہمراہ لندن آئے ہوئے تھے اور کیسٹس وغیرہ تیار کروا کر واپس جرمنی جارہے تھے کہ ۲۳؍اگست ۱۹۹۵ءکو دوران سفر ایک حادثے کے نتیجے میں شہید ہوگئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹے محمد مظفر باجوہ اور محمد احسن باجوہ چھوڑے ہیں۔دونوں بھائی جماعتی کاموں میں فدائیت کی روح سے حصہ لیتے ہیں۔اول الذکر اپنے باپ کے نقش قدم پر ایم ٹی اے جرمنی کی بہت عظیم الشان خدمت کررہے ہیں اور بطور ایڈیشنل سیکرٹری اس خدمت پر فائز ہیں اور ان کا ارادہ ڈینٹسٹ (Dentist) بننے کا ہے۔اللہ ان کو اچھا ڈاکٹر بننے کی توفیق بخشے۔احسن باجوہ بھی ایم ٹی اے کی ٹیکنیکل ٹیم کی روح رواں ہیں۔

مکرم احسان احمد باجوہ صاحب انگلستان

مکرم احسان احمد باجوہ صاحب انگلستان ۔مکرم احسان احمد باجوہ صاحب اگر چہ مبلغ تو نہیں تھے مگر اپنی زندگی وقف بہر حال کر دی تھی اور بہت اخلاص سے زندگی وقف کی تھی ۔مکرم احسان باجوہ صاحب، مکرم یوسف باجوہ صاحب حال جرمنی کے صاحبزادے تھے۔ آپ ۱۹۸۶ء میں جماعتی خدمت پر انگلستان تشریف لائے اور جماعت کے لئے کارپینٹر کے طور پر اپنی خدمت کا عرصہ پورا ہونے سے پہلے ہی ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ بڑے محنتی اور خاموش طبع کارکن تھے۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں بیماری کے اچانک حملہ کی وجہ سے ہسپتال میں داخل ہوئے اور کچھ عرصہ قومہ (Comma) میں رہ کر بالآخر ۱۲؍اکتوبر ۱۹۹۵ء کو ہسپتال میں ہی وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔آپ کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں جو یوکے میں مقیم ہیں۔ ایک بیٹی جرمنی میں بیاہی ہوئی ہے۔ سب ہی خدا تعالیٰ کے فضل سے دینی اور دنیاوی حسنات سے نوازے گئے ہیں۔

مکرم الحاج السید حلمی الشافعی انگلستان

مکرم الحاج السید حلمی الشافعی انگلستان ۔تاریخ وفات ۱۲؍فروری ۱۹۹۶ء۔ محترم السید حلمی الشافعی صاحب قاہرہ مصر میں ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۵ء میں قبول احمدیت کی سعادت پائی۔ ۱۹۸۶ء میں آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور خدمت دین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ ۱۹۹۴ء میں مرکز کی ہدایت پر برطانیہ تشریف لے آئے اور یہاں سلسلہ کی کتب کے عربی ترجمہ کے کام میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر ''لقاء مع العرب'' پروگرام کے اجراء پر آپ کو اس خدمت کا موقع ملا کہ میرے انگریزی جوابات کا ساتھ ساتھ عربی ترجمہ پیش کرتے تھے اور ترجمانی میں آپ کو ایک ایسی خصوصیت حاصل تھی کہ میں نے اور کسی ترجمان کو اس صفت سے مزین نہیں دیکھا۔ ایک تو رواں فصیح عربی میں ترجمہ ساتھ ساتھ کرنا اور پھر دل ڈال کر ایسے ترجمہ کرنا گویا کہ میں ہی خود عربی بول رہا ہوں۔ یہاں تک ترجمہ کا کمال تھا کہ جب میری آنکھوں میں آنسو دیکھتے تھے تو ان کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو جاتے تھے، جب میں ہنستا تھا تو یہ بھی ہنستے تھے۔ بہت عظیم الشان انسان تھے۔ خدا انہیں غریق رحمت کرے۔ ان کی یاد ہمیشہ دعا بن کے دل سے اٹھتی ہے اور

اٹھتی رہے گی۔ بچے مصر قاہرہ میں ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے سب بچے مخلص اور فدائی احمدی ہیں۔

استاد اسمٰعیل تراولے صاحب گیمبیا

استاد اسمٰعیل تراولے صاحب معلم گیمبیا۔ تاریخ شہادت ۱۵؍فروری ۱۹۹۶ء۔ آپ نے ۱۹۸۱ء میں وقف کر کے تبلیغ کا کام شروع کیا اور بارہ سال تک گیمبیا میں خدمت دین کی توفیق پائی۔ گنی بساؤ میں مشن کے اجراء پر ان کا تقرر وہاں علاقائی مبلغ کے طور پر ہوا اور اڑھائی سال تک کام کیا۔ گنی بساؤ میں ہی تبلیغی سفر پر روانگی کے دوران موٹر سائیکل کے حادثہ میں شہادت پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بڑا بیٹا عمر دس سال اور ایک بیٹی عمر پانچ سال ہیں۔

محترم ابراہیم کنڈا صاحب بورکینا فاسو

محترم ابراہیم کنڈا صاحب آف بورکینا فاسو۔ ۱۹۶۵ء میں بورکینا فاسو میں پیدا ہوئے۔ ان کا گھرانہ بہت مذہبی تھا۔ اور بورکینا فاسو میں مذہبی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سعودی عرب چلے گئے۔ ۹ سال وہاں قیام کیا اور مدینۃ المنورہ یونیورسٹی سے کامیاب ڈگری حاصل کر کے واپس بورکینا فاسو پہنچے۔ ۱۹۹۲ء میں جماعت میں شمولیت اختیار کی اور خدا کے فضل سے اخلاص اور ایمان میں بہت ترقی اور اپنی خدمات جماعت کو پیش کر دیں۔ بڑے پر جوش داعی الی اللہ تھے۔ لوکل مبلغ کے طور پر کام کرنے کی توفیق ملتی رہی۔ ۲۱؍جون ۱۹۹۶ء کو ایک تبلیغی سفر سے واپس آتے ہوئے گاڑی الٹ جانے سے شہادت نصیب ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم انتہائی وفادار اور مخلص احمدی اور بڑے پر جوش داعی الی اللہ تھے۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا جس کی عمر اڑھائی برس ہے وہ مرحوم کی شہادت کے بعد پیدا ہوا۔

مولانا کرم الٰہی صاحب ظفر سپین

مولانا کرم الٰہی صاحب ظفر مبلغ سپین و پرتگال تاریخ وفات ۱۲؍اگست ۱۹۹۶ء۔ آپ ۳۰؍دسمبر ۱۹۱۹ء کو بنگہ یوسی ضلع ہوشیار پور میں مکرم چوہدری اللہ بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نے ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تھی۔ دسویں جماعت میں کامیابی کے بعد آپ نے واقف ہونے کی سعادت پائی۔ مبلغین کلاس میں

کامیابی کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر آپ نے کچھ دیر ایک گلاس فیکٹری میں کام سیکھا۔ ۱۹۴۵ء میں آپ کو حضرت مصلح موعودؓ نے سپین کے لئے نامزد فرمایا۔ چنانچہ آپ ۲۴؍جون ۱۹۴۶ء کو تبلیغ دین کے لئے سپین پہنچے۔ جہاں آپ نے انتہائی مشکل حالات میں خود اپنے خرچ پر سپین مشن کے کام کو جاری رکھا۔ ایک پیسہ بھی مرکز سے وصول نہیں کیا۔ مارچ ۱۹۸۸ء تک آپ سپین میں ہی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہے جس کے بعد آپ کا تقرر پرتگال ہو گیا جہاں آپ نے احمدیہ مشن کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۹۶ء کے آغاز میں آپ کی ریٹائرمنٹ ہوئی چنانچہ آپ پرتگال سے واپس سپین میں آ کر غرناطہ کے ایک قریبی گاؤں ڈرکال (Durcal) میں رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ چند سالوں سے سانس کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ ساتھ ہی ذیابیطس بھی تھی جس نے مزید پیچیدگی پیدا کر دی۔ غرناطہ کے ہسپتال میں ۱۲؍اگست ۱۹۹۶ء کو اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۷۰ سال تھی۔ غرناطہ سے آپ کا جنازہ پیدروآباد لایا گیا اور پیدروآباد کے قبرستان میں جو مسجد بشارت سے اتنے فاصلہ پر ہے کہ اذان کی آواز وہاں سنائی دیتی ہے، آپ کی امانتاً تدفین ہوئی۔

آپ کے پسماندگان میں آپ کی بیوہ مکرمہ رقیہ بشریٰ صاحبہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے مکرم عطاء الٰہی منصور صاحب خاطبہ، سپین میں سرجن ہیں۔ دوسرے بیٹے فضل الٰہی قمر صاحب آئبیریا ایئرلائن میں انجینئر ہیں اور میڈرڈ میں کام کرتے ہیں۔ ایک بیٹا بے چارہ نفسیاتی مریض ہے۔ اور یہ جو دو بڑے بیٹے ہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی مخلص فدائی احمدی اور واقفین زندگی کی طرح خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ بیٹیوں میں سے مکرمہ رضیہ تسنیم صاحبہ یہاں لندن میں رہتی ہیں۔ اور دوسری دو بیٹیاں طاہرہ شاہدہ صاحبہ اور امۃ الکریم مبارکہ صاحبہ والدہ کے ساتھ سپین میں مقیم ہیں۔

استاد ابوبکر طورے صاحب گیمبیا

استاد ابوبکر طورے صاحب گیمبین معلم۔ آپ ۱۹۸۱ء میں غانا کے جامعہ احمدیہ میں تعلیم کی غرض سے گئے اور تین سالہ کورس مکمل کرنے کے بعد گنی بساؤ میں ان کا تقرر ہوا۔ گنی بساؤ میں یہ Farin کے علاقہ میں خدمات بجالاتے رہے۔ پھر گیمبیا میں بھی کام کیا۔ آپ ایک جماعتی کام کے

لئے ایک علاقہ کا سفر کررہے تھے جہاں مسجد اور مشن کی تعمیر کا پروگرام تھا۔ راستہ میں کار کو حادثہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے شہادت نصیب ہوئی۔ یہ حادثہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۹۸ء کو پیش آیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔آپ نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ایک کی عمر پانچ سال ہے اور دوسرا تقریباً ڈیڑھ سال کا ہے۔

مکرم ناصر فاروق سندھو صاحب

آخری ذکر جس شہید کا میں اس خطبہ میں کروں گا ان کا نام مکرم ناصر فاروق سندھو صاحب ہے۔مکرم ناصر فاروق صاحب ابن رشید احمد اختر صاحب ۱۷؍اگست ۱۹۹۸ء کو پیدا ہوئے۔آپ جسوکی ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ یکم جولائی ۱۹۸۸ء کو جامعہ سے فارغ التحصیل ہو کر چک 390/WB ضلع لودھراں میں دین کی خدمت پر کمر بستہ رہے۔آپ نہایت محنتی، خادم دین اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔جامعہ احمدیہ کے علمی پروگراموں میں بھی نمایاں اعزازات حاصل کئے اور خدام الاحمدیہ کے تنظیمی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔تین سال معاون مدیر تشحیذ الاذہان کے طور پر نمایاں خدمت کی توفیق پائی۔بچوں کے لئے ان کی مختلف کہانیاں اور سبق آموز تحریرات جماعتی رسائل کے علاوہ دیگر ملکی اخبارات میں بھی شائع ہوتی رہیں۔اس پہلو سے آپ کو ملک گیر شہرت حاصل رہی۔۱۳؍اپریل ۱۹۹۹ء کو بہاولپور ریلوے اسٹیشن پر ٹرین سے اترتے ہوئے حادثہ میں شہید ہو گئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون ۔شہادت کے وقت آپ کی عمر صرف ۲۲ برس تھی اور آپ غیر شادی شدہ تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سب شہداء کو غریق رحمت فرمائے اور دین و دنیا میں ان کو حسنات سے نوازے اور ان کی اولاد کو بھی ہمہ وقت دینی اور دنیاوی ترقیات عطا فرماتا رہے۔آمین۔

دوران تقسیم ملک اور غیر ممالک میں وفات پانے والے واقفین شہداء

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱؍جون ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ (البقرۃ: ۱۵۴-۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

اس خطبہ کے شہداء کے ذکر میں بعض ایسے شہداء کا بھی ذکر ہے جو تقسیم ملک کے دوران شہید کئے گئے تھے۔ یہ ذکر پہلے گزر چکا ہے اور بظاہر ختم ہو گیا تھا لیکن چونکہ بعد میں ان کے ورثاء وغیرہ نے یہ اطلاعات بھجوائی ہیں اس لئے ان کا ذکر بھی شہداء کے ذکر کے موجودہ تذکرے میں داخل کر لیا گیا ہے۔ اس تذکرے کے بعد گزشتہ تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے ان شہداء کا ذکر جاری رکھا جائے

گا جو وقف اور خدمت کے دوران اپنے وطنوں سے دور حادثاتی یا طبعی موت سے وفات پا گئے۔

مکرم حافظ بشیر احمد صاحب جالندھری قادیان

سب سے پہلے مکرم حافظ بشیر احمد صاحب جالندھری کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ ۸؍اپریل ۱۹۱۲ء کو صوفی علی محمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی کے ہاں پیدا ہوئے۔ حافظ صاحب کی والدہ ماجدہ حضرت خان صاحب مولوی فرزند علی خان صاحب ناظر بیت المال کی چھوٹی ہمشیرہ تھیں۔ حافظ صاحب نے بچپن ہی میں قرآن کریم حفظ کیا۔ ۱۹۲۴ء میں مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۴ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے مبلغین کلاس میں شامل ہو گئے اور یکم اگست ۱۹۳۶ء کو مبلغ کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ وفات سے صرف دو روز قبل لدھیانہ میں ایک تبلیغی دورہ سے واپس آئے۔ آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے ابتدائی دس ارکان میں سے تھے اور نہایت جوش اور اخلاص کے ساتھ مجلس کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ حلقہ وار مجالس کے قیام کے بعد آپ مجلس خدام الاحمدیہ دارالرحمت کے زعیم مقرر ہوئے۔ آپ نے نہایت ہی جوش اور اخلاص کے ساتھ مجلس کے لئے انتھک محنت کی۔

سانحہ ارتحال اس طرح پیش آیا کہ ۲؍مئی ۱۹۳۸ء کو صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد خدام الاحمدیہ کے دیگر ممبروں کے ساتھ محلّہ دارالرحمت کے اجتماعی وقارِ عمل میں شریک تھے کہ دماغ کی رگ پھٹ گئی۔ آپ کو فوراً میو ہسپتال پہنچایا گیا جہاں ہر ممکن تدبیر کے باوجود پونے نو بجے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ۲؍مئی کو بعد نماز عصر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر مقامی کی حیثیت سے باغ میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سانحہ کا مندرجہ ذیل الفاظ میں تذکرہ فرمایا۔

> ”حافظ بشیر احمد صاحب حافظ قرآن، جامعہ کے فارغ التحصیل، وقف کنندہ، خدام الاحمدیہ کے مخلص کارکن اور ان نوجوانوں میں سے تھے جن کے مستقبل کی طرف سے نہایت اچھی خوشبو آ رہی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کچھ اور تھی۔ اس نے خدام الاحمدیہ کے لئے ایک مثال اور نمونہ بنانا تھا۔ جس جماعت

کے بنتے ہی اس کے کارکنوں کو شہادت کا موقع مل جائے اس کے مستقبل کے شاندار ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا اور غیرت مند افراد اپنی روایات کے قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ جد و جہد کرتے رہتے ہیں۔ پس یہ موت تکلیف دہ تو ہے لیکن اس کے پیچھے خدا تعالیٰ کی ایک حکمت کام کرتی نظر آ رہی ہے۔“

(تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ:۴۵۴)

عدالت خان صاحب آف خوشاب

دوسرے شہید جو ہندوستان کی تقسیم کے دوران شہید ہوئے۔ عدالت خان صاحب تحصیل خوشاب ضلع شاہ پور۔ عدالت خان صاحب قادیان میں دینیات کی متفرق کلاس میں پڑھتے تھے۔ ۱۹۳۴ء میں جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احمدی نوجوانوں کو تحریک فرمائی کہ دوسرے ممالک میں اپنے ذرائع سے جا کر وہاں احمدیت کی تبلیغ کریں تو عدالت خان صاحب قادیان سے اچانک غائب ہو گئے۔ اس وقت یہی سمجھا گیا کہ شاید وہ پڑھائی سے دلبرداشتہ ہو کر بھاگ گئے ہیں۔ دراصل عدالت خان صاحب حضور کی تحریک پر فوری تعمیل کی غرض سے سفری دستاویزات کے بغیر افغانستان پہنچ گئے تھے۔ وہاں حکومت نے انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ جیل میں انہوں نے قیدیوں میں تبلیغ شروع کر دی۔ جب حکومت کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے عدالت خان صاحب کو ہندوستان کی سرحد پر لا کر چھوڑ دیا۔

عدالت خان صاحب قادیان آئے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساری روئیداد سنا کر درخواست کی کہ انہیں کسی اور ملک میں جانے کا ارشاد فرمایا جائے۔ حضور نے انہیں فرمایا کہ تم چین چلے جاؤ۔ چین جاتے ہوئے عدالت خان صاحب کو کشمیر کی حکومت نے پاسپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے روک لیا۔ سردیوں کا موسم تھا اور عدالت خان صاحب کے پاس لباس وغیرہ واجبی سا تھا۔ آپ کو ڈبل نمونیا ہو گیا اور دو دن بعد وہ وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کی شہادت میں بھی ایک عظیم الشان نشان احمدیت کے لئے ظاہر ہوا ہے وہ اس طرح کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء کے موقع پر عدالت خان کے ذکر میں ان کا ایک ایمان افروز واقعہ یوں بیان فرمایا:

''ابھی کشمیر سے چند دوست آئے ہوئے تھے انہوں نے عدالت خان کا ایک عجیب واقعہ سنایا جسے سن کر رشک پیدا ہوتا ہے کہ احمدیت کی صداقت کے متعلق اسے اتنا یقین اور وثوق تھا۔ وہ ایک گاؤں میں بیمار ہوا تھا جہاں کوئی علاج میسر نہیں تھا۔ جب اس کی حالت بالکل خراب ہوگئی تو ان دوستوں نے سنایا کہ وہ ہمیں کہنے لگا کہ کسی غیر احمدی کو تیار کرو۔''

اب یہ ترکیب بھی خوب سوجھی ہے ان کو۔

''کسی غیر احمدی کو تیار کرو جو احمدیت کی صداقت کے متعلق مجھ سے مباہلہ کرلے۔ اگر کوئی ایسا غیر احمدی مل گیا تو میں بچ جاؤں گا اور اسے تبلیغ بھی ہو جائے گی ورنہ میرے بچنے کی اور کوئی صورت نہیں۔'' (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ صفحہ:۶)

مکرم چوہدری فقیر محمد صاحب اور محمد اسماعیل صاحب آف ونجواں

مکرم چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ونجواں ضلع گورداسپور اور مکرم محمد اسمٰعیل صاحب ابن چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدر جماعت ونجواں۔ چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ اس حیثیت سے آپ کو ۱۹۳۹ء میں خلافت جوبلی کے موقع پر لوائے احمدیت کی تیاری میں شمولیت کا موقع ملا۔ یہ چوہدری فقیر محمد صاحب کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے بھی ایک بہت یاد رکھنے والی بات ہے،، بہت عظیم الشان واقعہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصولی ہدایت فرمائی تھی کہ لوائے احمدیت کی تیاری میں صرف صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شامل کیا جائے۔ یعنی آغاز سے آخر تک بیج کی کاشت سے لے کر اس کی برداشت تک اور پھر سوت کاتنے تک ہر مرحلے پر صرف صحابہ کا ہاتھ لگے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا کہ اپنی نگرانی میں کروائیں۔ چوہدری فقیر محمد صاحب نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ارشاد پر اپنے ہاتھ سے کپاس کا بیج بویا، خود پانی دیا، پھر چنا اور صحابیوں سے ہی اس کو دھنوایا۔ یعنی اس کو دھنکنے والے بھی صحابہ تلاش کر لئے اور اپنے گھر میں اس کو کتوایا۔ آپ نے کچھ اور روئی دی جسے میری والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نگرانی میں

قادیان کی صحابیات نے کاتا اور پھر ایک بزرگ صحابی حضرت میاں خیر دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ دری باف اور دوسرے صحابہؓ نے مل کر وہ کپڑا تیار کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ: ۵۸۵)

واقعۂ شہادت: جب ملک تقسیم ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک مرکز اجازت نہ دے اس وقت تک اردگرد کے بعض احمدی دیہات کے افراد اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ ونجواں کے لئے بھی یہی حکم تھا۔ چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی چوہدری علی محمد صاحب نماز تہجد ادا کرنے کے بعد نماز فجر کے لئے ابھی صفیں سیدھی ہی کر رہے تھے کہ سکھوں نے حملہ کر دیا اور سب سے پہلے چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی۔ بہت سے احمدی زخمی ہوئے ان میں چوہدری صاحب کے بیٹے محمد اسمٰعیل بھی تھے۔ ملٹری والے انہیں دھاریوال ہسپتال لے گئے وہاں سے ڈسچارج ہو کر اسمٰعیل صاحب قادیان کے لئے روانہ ہوئے تو پیچھے سے گولی مار کر انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

پسماندگان۔ حضرت چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ تالیٰ عنہ کی اولاد تین بیٹوں اور تین بیٹیوں پر مشتمل ہے۔ ان کے سب سے بڑے بیٹے مکرم محمد اسمٰعیل صاحب کو تو ۱۹۴۷ء میں ہی شہید کر دیا گیا تھا۔ باقی دونوں بیٹے مکرم احمد علی صاحب اور مکرم فضل الٰہی صاحب بھی اب وفات پا چکے ہیں جبکہ تینوں بیٹیاں خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔ بڑی بیٹی کا نام غلام بی بی ہے، دوسری شریفاں بی بی اور تیسری ناصرہ بی بی صاحبہ۔ حضرت چوہدری صاحب کی اولاد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے اکثر بڑے اخلاص سے اپنے اپنے رنگ میں جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

مکرم محمد منیر صاحب شامی قادیان

مکرم محمد منیر صاحب شامی۔ آپ مکرم ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب ابوحنیفی کے ہاں تنزانیہ میں ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ ۱۹۴۷ء کے دوران آپ تعلیم الاسلام کالج قادیان میں بی اے کے طالب علم تھے۔ آپ واقف زندگی تھے اور عربوں سے اپنی ہمدردی کی وجہ سے آپ کو لوگوں نے شامی مشہور کر دیا حالانکہ ملک شام سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن عربوں سے محبت تھی۔

اوصاف حمیدہ۔ آپ خاموش طبع اور محنتی طالبعلم تھے۔ انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ جماعت سے انتہائی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ امام وقت کے ہر حکم پر لبیک کہنے والے تھے۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ مکرم چوہدری فضل داد صاحب مرحوم لائبریرین تعلیم الاسلام کالج قادیان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے لائبریری کی تقریباً تمام کتب پڑھ لی تھیں۔

واقعۂ شہادت۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق اپنے گھر دارالرحمت قادیان برمکان خان ارجمند خان صاحب مرحوم محلّہ کی حفاظت کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ گھر میں دونالی بندوق تھی۔ ادھر ادھر سے سکھوں کے ہونے والے حملوں کے دوران خوب مقابلہ کرتے رہے۔ ایک رات سکھوں نے ان کے گھر کی دیوار پھاند کر اندھیرے میں آپ پر حملہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ جب خدام کو حکم ہوا کہ وہ ہوسٹل میں جمع ہو جائیں تو آپ کو نہ پا کر جب پتہ کیا گیا تو آپ کو گھر کے صحن میں چت پڑا پایا گیا۔ آپ کی انتڑیاں باہر نکل چکی تھیں اور آپ شہید ہو چکے تھے۔ **انالله و انا اليه راجعون۔**

آپ کے والد صاحب جو ان دنوں تنزانیہ میں تھے وہ بھی اللہ کے فضل سے بہت مخلص انسان تھے۔ دراصل ان سے ہی اخلاص ورثہ میں پایا تھا۔ ان کی ڈائری کے اندراج بتاریخ ۳؍ستمبر ۱۹۴۷ء میں یہ پرخلوص عبارت درج ہے۔ ’’آج قادیان میں عزیز محمد منیر خان شامی نے شہادت پائی۔ الحمدللہ رب العالمین۔‘‘

پسماندگان: آپ غیر شادی شدہ تھے۔ آپ کے تین بھائی اور ایک بہن زندہ ہیں۔ سب سے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب آج کل ٹورانٹو میں رہتے ہیں۔ شہید کے دو چھوٹے بھائی بھی تھے محمد معین خان صاحب لاہور میں اور پروفیسر محمد شریف خان صاحب ربوہ میں مقیم ہیں۔ جبکہ ان کی بہن خدیجہ بیگم صاحبہ مانٹریال میں آباد ہیں۔

مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اور عزیزم عظیم احمد ولد پنڈت عبداللہ صاحب قادیان

حمیدہ بیگم اہلیہ عبدالسلام پنڈت صاحب اور عظیم احمد ولد پنڈت عبداللہ صاحب۔ عمر ساڑھے چار سال۔ شہدائے قادیان۔ قادیان میں کرفیو لگا ہوا تھا۔ جماعت نے محلّہ کی عورتوں اور بچوں کو فضل حسین صاحب بوٹوں والے کے گھر رکھ کر دشمن کو بے خبر رکھنے کی خاطر گھر سے باہر تالا

لگا دیا تھا۔ حملہ آوروں کے جتھے نے تالہ توڑ کر اندر آ کر لوٹ مار اور قتل و غارت شروع کی۔ پنڈت عبداللہ صاحب کے بڑے بیٹے عبدالسلام پنڈت کی اہلیہ حمیدہ بیگم اپنی ایک بھانجی کو بچانے کی کوشش میں شہید کر دی گئیں۔ پنڈت عبداللہ صاحب کا سب سے چھوٹا بیٹا عظیم احمد عمر ساڑھے چار سال اپنے بھائی بابو مسعود کی گود میں تھا حملہ آوروں نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر بھی کاٹ ڈالا اور یہ کم سن موقع پر ہی شہید ہو گیا۔ اس وقوعہ میں پنڈت عبداللہ کے ایک بیٹے پنڈت نصر اللہ صاحب جو آج کل ربوہ میں ڈسٹمپر وغیرہ کا کام کرتے ہیں کو بھی شدید زخمی کر دیا گیا تھا۔

عبدالسلام پنڈت صاحب ہالینڈ والے باسط صاحب کے ابا ہیں۔ ہالینڈ والے عبدالباسط صاحب کو سب جماعت ہالینڈ کے لوگ ان کے خاص غیر معمولی اخلاص کی وجہ سے جانتے ہیں لیکن جو بیگم ان کی شہید ہوئی تھیں ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ حمیدہ بیگم صاحبہ، سلام صاحب کی پہلی بیگم تھیں۔ دوسری شادی امۃ القیوم صاحبہ سے ہوئی جو ہالینڈ والے عبدالباسط کی والدہ ہیں۔ ان سے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں جو سب خدا تعالیٰ کے فضل سے دین و دنیا میں بہت اچھے ہیں اور ہمیشہ خدمت کے کاموں میں آگے رہتے ہیں۔

مکرم بابو عبدالکریم صاحب اور دیگر شہدائے پونچھ

بابو عبدالکریم صاحب ابن نواب علی خان صاحب یوسف زئی پونچھ ریاست جموں و کشمیر۔ آپ ۸؍ جون ۱۹۳۳ء کو ایک خواب کی بنا پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ جماعت میں آپ کی شہرت کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کو ۱۹۳۳ء میں ایک برطانوی فوجی کی حیثیت سے شرق اوسط یعنی مشرق وسطیٰ میں جانے کا موقع ملا تو وہاں آپ نے جامعہ ازھر کی مجلس افتاء کو یہ استفسار بھیجا کہ کیا قرآن کریم اور سنت نبوی سے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام وفات یافتہ ثابت ہوتے ہیں یا چوتھے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اسی استفسار کے جواب میں الاستاذ محمود شلتوت مفتی مصر نے وفات مسیح کے حق میں اپنا وہ عظیم الشان مدلل فتویٰ دیا جو جماعت کے لٹریچر میں بہت شہرت پا گیا ہے۔ ان پر بہت دباؤ ڈالا گیا علماء کی طرف سے کہ اس فتویٰ کو واپس لے لیں یا اس میں تبدیلی کریں لیکن وہ مرد خدا قائم رہا۔ یہ واقعہ استفتاء کا انہی بابو صاحب سے تعلق رکھتا ہے۔

واقعۂ شہادت: بابو عبدالکریم صاحب نے اپنی ملکیتی زمین کا ایک حصہ جماعت احمدیہ

پونچھ کی مسجد کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ بابو صاحب کی نگرانی ہی میں یہ مسجد زیر تعمیر تھی اور اسے جموں کے سات احمدی معمار تعمیر کر رہے تھے کہ ملک کی تقسیم ہوگئی۔ پونچھ شہر میں مظفر آباد آزاد کشمیر سے جو ہندو اور سکھ ہجرت کر کے آئے تھے انہوں نے اس وقت جب اس زیر تعمیر مسجد میں عصر کی نماز ہو رہی تھی اور محترم بابو عبدالکریم صاحب کے علاوہ جموں کے سات آٹھ احمدی معمار بھی شامل تھے مسجد پر حملہ کر کے ان سب کو شہید کر دیا اور پھر بابو عبدالکریم صاحب کے مکان پر حملہ کر کے ان کی والدہ صاحبہ اور پہلی بیوی کو بھی شہید کر دیا۔ دوسری بیوی اپنی بچی سمیت حملہ آوروں سے بچ گئیں۔ حکومت نے ان سب شہداء کو پونچھ جیل سے متصل قبرستان میں دفن کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

خواجہ محمد عبداللہ لون صاحب آسنور کشمیر

خواجہ محمد عبداللہ لون صاحب مولوی فاضل آف آسنور کشمیر۔ آپ مولوی حبیب اللہ صاحب لون صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند تھے۔ قادیان سے ۱۹۳۶ء میں مولوی فاضل کیا اور کشمیر میں محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے۔ تقسیم ملک کے وقت آپ اپنے گاؤں آسنور میں تھے، دو ماہ بعد اکتوبر میں جب سکول کھل گئے تو آپ ڈیوٹی پر جموں آ گئے جو ان دنوں ہندو مسلم فسادات کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا۔ اس دوران حکومت نے اعلان کیا کہ جو مسلمان پاکستان جانا چاہتے ہیں وہ کل ایک مقررہ جگہ پہنچ جائیں۔ اس طرح حکومت دھوکہ کے ساتھ بکثرت مسلمانوں کے قتل عام کو ترویج دے رہی تھی۔ بظاہر تو یہ اعلان ان کے لئے نجات کا اعلان تھا مگر جال میں پھنسانے کا ایک طریقہ تھا۔ جب یہ بسیں اکھنور کے قریب پہنچیں تو ہندوؤں اور سکھوں نے ان بسوں پر حملہ کر دیا اور ہزاروں مسلمان مرد اور عورتوں کو شہید کر دیا۔ خواجہ محمد عبداللہ صاحب بھی ان شہید ہونے والوں میں شامل تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم بہت شریف النفس اور عبادت گزار تھے۔ بہت خوش الحان تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت بہت خوش الحانی اور سوز کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ آپ کی شادی خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ڈار رئیس آف آسنور کی صاحبزادی مریم بیگم صاحبہ سے ہوئی جو ابھی آسنور میں زندہ ہیں۔ آپ کی بیٹی عائشہ بیگم صاحبہ اسلام آباد میں رہتی ہیں اور دو بیٹے نعمت اللہ اور مطیع اللہ صاحب آسنور تحصیل کولگام میں ہیں۔ نعمت اللہ صاحب پچھلے سالوں میں جماعت احمدیہ آسنور کے پریذیڈنٹ بھی رہے ہیں۔

مکرم حاجی فضل محمد خان صاحب اور آپ کا بیٹا پشاور

مکرم حاجی فضل محمد خان صاحب اور آپ کا بیٹا۔شہادت ۱۹۵۷ء۔حاجی صاحب بہت علم دوست، سادہ مزاج اور متقی انسان تھے۔عرصہ دراز سے احمدی تھے۔آپ حاجی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور پیواڑ کوتل کے قریب ایک گاؤں کے باشندے تھے۔حاجی صاحب پشاور سول کوارٹرز کی مسجد میں نقیب ہوا کرتے تھے۔وہاں مجھے بھی ان سے ملنے کی سعادت نصیب ہوئی۔میں وہاں کسی خدام الاحمدیہ یا وقف جدید کے دورے پر تھا جب میں ان سے ملا اور مجھے یاد ہے وہ لمحہ جب سیڑھیوں میں بڑے جوش سے وہ مجھے دیکھ کر اتر رہے تھے۔وہیں ایک دن ۱۹۵۷ء میں ان کے رشتہ دار آئے اور قرآن کریم پر حلف اٹھا کر تسلی دی کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں ہم ہر طرح آپ کو اچھی حالت میں رکھیں گے۔مگر ان کے دل میں ان کے قتل کا ارادہ تھا تا کہ ان کی جائیداد پر قبضہ کرلیں۔حاجی صاحب بہت سادہ دلی سے ان کے حلف پر اعتبار کر کے چلے گئے۔وطن پہنچ کر ان کے رشتہ داروں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کو اور ان کے خورد سالہ بچے کو شہید کر دیا اور ان کی بیوی اور لڑکی پر قبضہ کرلیا۔حکومت افغانستان نے ان مظالم کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کی بیوی اور لڑکی کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی دوبارہ احمدیت میں کھینچ لائے۔

مکرم عثمان غنی صاحب اور مکرم عبدالرحیم صاحب بنگلہ دیش

مکرم عثمان غنی صاحب اور مکرم عبدالرحیم صاحب شہدائے بنگلہ دیش۔۳؍نومبر ۱۹۶۳ء کو احمدیہ مسلم جماعت برہمن بڑیہ کا سالانہ جلسہ بعد نماز مغرب لوک ناتھ ٹینک کے میدان میں مکرم سید سہیل احمد صاحب سی ایس پی کی زیر صدارت شروع ہوا۔

سید سہیل احمد صاحب سی ایس پی آج کل اسلام آباد میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ اور ان کا سارا خاندان بہت مخلص ہے۔وہ اس وقت ڈھاکہ میں حکومت کے ڈپٹی سیکرٹری بھی تھے اور خدام الاحمدیہ میں اسسٹنٹ ریجنل قائد کے عہدہ پر فائز تھے۔یعنی بڑے عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود بھی انہوں نے خدمت دینیہ سے سر مو انحراف نہیں کیا۔بڑی جرأت سے عہدے لیا کرتے تھے اور بڑی جرأت سے اور عمدگی سے ان کو نبھاتے تھے۔

جلسہ شروع ہوئے دس پندرہ منٹ گزرے تھے کہ ملاؤں نے ہلہ بول دیا اور جلسہ گاہ پر

شدید پتھراؤ کیا۔مخالفین نے جلسہ گاہ کی بجلی کی تاریں کاٹ دیں جس سے سارے علاقے میں اندھیرا چھا گیا۔لوگ ادھر ادھر بکھر گئے۔محترم سید سہیل احمد صاحب اور بعض دوسرے احمدیوں نے کرسیاں سر پر رکھ کر اپنی حفاظت کی۔مخالفین کے ہلہ بولنے کے بہت دیر بعد پولیس جب وقوعہ پر پہنچی تو وہ اس طوفانی بارش کے بعد نظر آئی جو خدا تعالیٰ نے اس موقع پر معجزانہ طور پر نازل فرمائی تھی اور جس سے خود دشمن ہی تتر بتر ہو چکا تھا۔دشمن کے اس حملہ کے نتیجہ میں بہت سے احمدیت احباب زخمی ہوئے جنہیں رات کے وقت برہمن بڑیہ ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ان میں سے دو دوست مکرم عثمان غنی صاحب اور مکرم عبدالرحیم صاحب کی حالت بہت نازک تھی اور وہ شدید زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور اگلے روز ۴؍نومبر ۱۹۶۳ء کی صبح کو دونوں اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے اور شہادت کا رتبہ پایا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہید عثمان غنی صاحب شاہ طوریہ ضلع مانک گنج کے رہنے والے تھے اور اپنے خاندان میں پہلے احمدی تھے۔نہایت مخلص،خاموش طبع،خدمت گزار اور نرم خو شخصیت کے حامل تھے احمدی ہونے کے بعد فوج میں بھرتی ہو کر کراچی چلے گئے تھے۔ریٹائرمنٹ کے بعد موصوف سلسلہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۵ برس تھی اور آپ غیر شادی شدہ تھے۔آپ کی تبلیغ سے آپ کے چھوٹے بھائی جناب ڈاکٹر اولاد حسین صاحب اور آپ کی ہمشیرہ احمدی ہوئیں۔

شہید عبدالرحیم صاحب برہمن بڑیہ ضلع تارواں گاؤں کے رہنے والے تھے۔شہادت کے وقت ان کی عمر تقریباً ۴۷ سال تھی۔خاموش طبع اور عبادت گزار تھے۔آپ بھی ریٹائر فوجی تھے۔شہادت کے وقت ان کے دو بچے اور تین بچیاں تھیں جو سب سلسلہ سے اخلاص کا تعلق رکھتے ہیں۔بڑے بیٹے مکرم مسلم صاحب سرکاری ملازم ہیں اور چھوٹے بیٹے مکرم رستم صاحب آج کل بیلجیم میں مقیم ہیں۔

اب میں از سر نو وقف اور خدمت کے دوران اپنے وطنوں سے دور حادثاتی یا طبعی وفات پانے والے شہداء کا تذکرہ کرتا ہوں۔

مکرم عبدالرحمٰن صاحب سماٹری

سب سے پہلے مکرم عبدالرحمٰن صاحب سماٹری۔آپ سماٹرا انڈونیشیا سے ۱۹۳۸ء کے شروع میں قادیان دینی تعلیم کے حصول کے لئے تشریف لائے۔آپ سے قبل آپ کے دو بڑے بھائی

مولوی ابوبکر ایوب صاحب اور مولوی محمد ایوب صاحب بھی اسی غرض سے قادیان آ چکے تھے۔ آغاز میں آپ اردو سے بالکل بے بہرہ تھے لیکن دن رات محنت کر کے بہت جلد اردو زبان سیکھ لی۔ بعد میں مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لے کر تیسری اور چوتھی جماعت کا امتحان اکٹھا دے کر کامیاب ہوئے۔ وفات کے وقت آپ مدرسہ احمدیہ کی چھٹی جماعت میں پڑھ رہے تھے اور اپنی جماعت کے چوٹی کے طلباء میں تھے۔ آپ احمدیت کے شیدائی تھے اور زندگی خدمت دین کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اور آپ کے خاندان سے بڑی محبت تھی۔

آپ ٹائیفائیڈ کی وجہ سے ایک ماہ تک بستر مرگ پر رہے۔ اس عرصہ میں تکلیف کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ آخر ۱۳؍اگست ۱۹۴۱ء کو صبح سات بجے وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ اگرچہ موصی تو نہ تھے مگر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازراہ شفقت قواعد الوصیت کی شرط نمبر ۴ کے تحت کہ ''ہر ایک صالح جس کی کوئی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔'' آپ کی بہشتی مقبرہ میں تدفین کی اجازت فرمائی۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۲۴ سال تھی۔

محترمہ فضل بی بی صاحبہ اہلیہ مولانا چوہدری محمد شریف صاحب فلسطین

محترمہ فضل بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری محمد شریف صاحب مبلغ بلاد عربیہ فلسطین و مغربی افریقہ۔ آپ ۱۹۳۸ء میں اپنے میاں چوہدری محمد شریف صاحب کے ساتھ قادیان سے فلسطین گئیں۔ ۱۹۴۳ء میں کبابیر فلسطین میں ہی وفات پا گئیں۔ آپ کبابیر کے احمدیہ قبرستان میں دفن ہوئیں۔ آپ موصیہ تھیں اس لئے بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے نام کا کتبہ نصب ہے۔ یہ خود فلسطینی نہیں تھیں، ان کی فلسطینی بیوی دوسری ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ آپ کے بطن سے ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے۔ چھوٹا بیٹا آپ کی وفات کے چند دن بعد وفات پا گیا تھا۔ بڑے بیٹے مکرم عبدالرشید شریف، ڈپٹی سیکرٹری محکمہ صحت حکومت پنجاب تھے جنہیں اکتوبر ۱۹۹۸ء میں لاہور میں بعض شرپسندوں نے شہید کر دیا۔ آپ کی بیٹی امۃ الحمید صاحبہ کی شادی چوہدری غلام رسول صاحب ٹھیکیدار کے بیٹے عبدالمجید ایم اے کے ساتھ ہوئی تھی۔ ان کے پانچ بیٹے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ سبھی مخلص ہیں۔ عزیزم بشیر شریف صاحب جو انگلستان کی جماعت کے

بڑے مخلص کارکن ہیں چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم کی دوسری اہلیہ کی اولاد ہیں جو فلسطینی تھیں اور ربوہ میں رہتی ہیں۔اوران کی ایک بہن امیر صاحب کینیڈا کی پہلی بیگم کی وفات کے بعدان سے بیاہی گئی ہیں۔

سید رضوان عبداللہ صاحب آف سوڈان

سید رضوان عبداللہ صاحب ابن سید عمر ابوبکر آفندی خرطوم سوڈان۔آپ دسمبر ۱۹۵۰ء میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ آئے اور جامعہ احمدیہ احمد نگر میں داخلہ لیا۔آپ بہت ذہین تھے۔ آپ نے چند ماہ میں ہی اردو بولنی اور لکھنی پڑھنی سیکھ لی اور ہر امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔آپ جامعہ احمدیہ کی بزم تعلیم البیان کے بانیوں میں سے تھے۔آپ ۲۶/اگست ۱۹۵۳ء کو جامعہ احمدیہ کے طلبہ کے ساتھ دریائے چناب پر نہانے گئے۔عصر کی نماز کے لئے وضو کر رہے تھے کہ پاؤں پھسل جانے سے دریا میں ڈوب گئے اور اس غریب الوطنی کے عالم میں شہید ہو گئے۔مرحوم اپنے والدین کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔آپ کو پہلے امانتاً عام قبرستان میں دفن کیا گیا۔اگر چہ آپ موصی نہیں تھے مگر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت سے آپ بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ یعنی آپ کی امانت وہاں منتقل کر دی گئی۔

آپ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مضمون ’’رضوان عبداللہ کی المناک وفات‘‘ کے عنوان سے سپرد قلم فرمایا جس میں لکھا

> ’’رضوان جو کئی ہزار میل کی مسافت طے کر کے علم دین کی تحصیل کی غرض سے ربوہ آیا ہوا تھا اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے اپنے والدین کا سب سے بڑا بچہ تھا۔ایک بہت ہی شریف اور ہونہار اور دیندار لڑکا تھا۔............
>
> رضوان مرحوم سب سے پہلے لاہور میں مجھے ملا اور عربی زبان میں باتیں کرتا رہا اور پھر ہم نے اسے ربوہ بھجوانے کا انتظام کر دیا۔اس وقت سے میری طبیعت پر رضوان کی شرافت کا خاص اثر تھا۔کم گو، شریف مزاج، بے شر، مخلص، دینی جذبات سے معمور اور ہونہار۔یہ وہ اثر ہے جو ہر وہ شخص جو رضوان سے ملا اس کے متعلق قائم کرتا رہا ہے۔‘‘

(روزنامہ المصلح کراچی یکم ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ:۳)

مکرمہ سیدہ طینت صاحبہ اہلیہ سید جواد علی صاحب مبلغ امریکہ

مکرمہ سیدہ طینت صاحبہ اہلیہ سید جواد علی صاحب مبلغ امریکہ مرحوم۔ آپ ادیب عالم تھیں اور میٹرک تک تعلیم یافتہ تھیں۔ آپ نے اپنی زندگی اسلام اور احمدیت کی خدمت کے لئے ۱۹۵۲ء میں پیش کی جسے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول فرمالیا اور پھر ۱۹۵۳ء میں آپ کا نکاح بھی ایک واقف زندگی یعنی سید جواد علی شاہ صاحب سے کروا دیا۔ ۱۹۵۴ء میں مکرم شاہ صاحب کو امریکہ میں بطور مبلغ سلسلہ بھجوایا گیا تھا۔ دسمبر ۱۹۵۷ء میں آپ کو بھی یعنی مرحومہ کو اپنی تین سالہ بچی کے ہمراہ امریکہ اپنے میاں کے پاس بھجوا دیا گیا۔ مارچ ۱۹۵۸ء کے آغاز میں آپ کو دل کی تکلیف ہوئی اس کی وجہ سے آپ ہسپتال میں زیر علاج تھیں کہ نمونیہ کا ایسا سخت حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہوسکیں۔ آخر ۱۶؍ مارچ ۱۹۵۸ء کو وفات پاگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے اپنے پسماندگان میں ایک بچی چھوڑی ہے۔ آپ کی تدفین امریکہ ہی میں ہوئی۔

محترمہ بشریٰ منیر صاحبہ سیرالیون

محترمہ بشریٰ منیر ایم ایس سی، ایم فل بنت چوہدری علیم الدین صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد۔ آپ کی شادی منیر احمد صاحب ایم ایس سی، بی ایڈ ابن مولوی محمد صدیق صاحب سابق انچارج خلافت لائبریری سے ہوئی تھی۔ نصرت جہاں سکیم کے تحت احمدیہ سکول جورو، سیرالیون میں خدمت سرانجام دے رہی تھیں کہ ۱۰؍ ستمبر ۱۹۸۲ء کو زچگی کے دوران ۳۲ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ میت ربوہ پہنچنے پر ۲۰؍ ستمبر ۱۹۸۲ء کو آپ کو قطعہ شہداء قبرستان عام نمبر ایک ربوہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کی شہادت کے وقت کوئی اولاد نہ تھی۔

محترم مولوی حنیف یعقوب صاحب ٹرینیڈاڈ

مکرم ومحترم مولوی حنیف یعقوب صاحب مبلغ ٹرینیڈاڈ۔ وفات ۶؍ نومبر ۱۹۸۶ء۔ آپ ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے اور مولانا محمد اسحاق ساقی صاحب مبلغ ٹرینیڈاڈ کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ ۱۹۵۴ء میں آپ ربوہ تشریف لے گئے اور خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کردی۔ ربوہ میں تین سال کی تربیت کے بعد ۱۹۵۷ء میں ٹرینیڈاڈ تشریف لائے اور بطور مبلغ کام شروع کیا۔ ۲۶ سال مسلسل ٹرینیڈاڈ میں خدمت دین کی توفیق پائی۔ ۱۹۸۳ء میں آپ کو گیانا بطور مبلغ بھجوایا گیا اور

خدمت دین کے دوران ہی ۲۶ رنومبر ۱۹۸۶ء کو گیانا میں وفات ہوئی۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون ۔ چونکہ خدمت دین کرتے ہوئے اپنے وطن سے دور فوت ہوئے اس لئے ان کو بھی شہداء میں شامل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گیارہ بچوں سے نوازا جن میں سے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں زندہ موجود ہیں اور اخلاص کے ساتھ جماعت سے وابستہ ہیں۔

ڈاکٹر قدسیہ خالد ہاشمی صاحبہ غانا

ڈاکٹر قدسیہ خالد ہاشمی صاحبہ اہلیہ خالد ہاشمی صاحب۔ آپ ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئیں۔ ایم بی بی ایس کرنے کے بعد ۱۹۶۶ء میں آپ کی شادی ڈاکٹر خالد ہاشمی صاحب کے ساتھ ہوئی۔ شادی کے وقت آپ احمدی نہیں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی اجازت سے شادی ہوئی تھی۔ ۱۹۷۲ء میں آپ نے احمدیت قبول کی تھی اور ۱۹۷۴ء میں نصرت جہاں سکیم کے تحت زندگی وقف کرنے کے بعد اپنے خاوند ڈاکٹر خالد ہاشمی صاحب کے ساتھ ٹیچی مان غانا میں بطور لیڈی ڈاکٹر تقرر ہوا۔ انتہائی نامساعد حالات میں صبر وشکر اور محنت کے ساتھ آپ نے ہسپتال کو بہت ترقی دی۔

واقعۂ شہادت۔ ۶ رفروری ۱۹۸۸ء کو جب میں غانا کے دورہ پر اکرا پہنچا تو یہ وہاں استقبال کے لئے تشریف لائی ہوئی تھیں۔ ایئر پورٹ سے واپس اپنے سینٹر ٹیچی مان جاتے ہوئے کار کے حادثہ میں وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ ۱۹۸۸ء کے جلسہ سالانہ غانا کے موقع پر میں نے پچیس تیس ہزار احباب کی موجودگی میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ احمدیہ ہسپتال ٹیچی مان کے احاطہ میں انہیں دفن کیا گیا۔ موصیہ بھی تھیں اس لئے بہشتی مقبرہ ربوہ میں ان کا یادگاری کتبہ نصب ہے۔ مرحومہ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ان کے میاں خالد ہاشمی صاحب آج کل وینکوور کینیڈا میں ہیں۔ احمدیہ ہسپتال ٹیچی مان کی نئی عمارت میں جو میٹرنٹی وارڈ ہے وہ انہی کے نام پر ''قدسیہ وارڈ'' کہلاتا ہے۔

حافظ عبدالوہاب صاحب بلتستانی

حافظ عبدالوہاب بلتستانی۔ تاریخ وفات ۱۴ راکتوبر ۱۹۸۸ء۔ مکرم حافظ عبدالوہاب صاحب، مولوی غلام محمد صاحب بلتستانی کے بڑے بیٹے تھے۔ مولوی غلام محمد صاحب بلتستان کے پہلے احمدی تھے جو سیاچین گلیشیئر کے نیچے دُم سُم کے دور دراز علاقہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ۱۹۷۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دست مبارک پر بیعت کی تو حضور نے اسی موقع پر آپ

سے کہا کہ اپنے بچوں کو ربوہ لائیں اور حصول تعلیم کے لئے انہیں یہاں کے تعلیمی اداروں میں داخل کرائیں۔ چنانچہ انہوں نے عبدالوہاب کو مدرسۃ الحفظ میں داخل کرایا۔ تین سال میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد حافظ صاحب جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور ۱۹۸۴ء میں شاہد پاس کر کے گلگت اور شمالی علاقہ جات میں مربی مقرر ہوئے۔ اسی دوران آپ کے دماغ میں ٹیومر ہو گیا۔ کراچی میں آپ کا اپریشن بھی ہوا مگر صحت روز بروز گرتی گئی اور ۱۴؍اکتوبر ۱۹۸۸ء کو آپ فضل عمر ہسپتال ربوہ میں وفات پا گئے۔ موصی تھے اس لئے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جوانی میں ہی عابد و زاہد اور تہجد گزار تھے۔ آپ شادی شدہ نہیں تھے۔ مرحوم کے والد مولوی غلام محمد صاحب کچھ ہی عرصہ پہلے مارچ ۱۹۹۹ء میں وفات پا چکے ہیں۔ آپ کے بھائی ثناء اللہ نے بھی ربوہ سے بی اے پاس کیا ہے اور آپ کی چھوٹی ہمشیرہ خدیجہ محترم سید عبدالحئی شاہ صاحب کے زیر کفالت پل رہی ہیں۔

محترمہ امۃ المتین صاحبہ اہلیہ محترم محمد افضل ظفر فجی اور ان کے بچے

اب یہ آخری تذکرہ ہے ایک تازہ واقعہ کا۔ محترمہ امۃ المتین صاحبہ اہلیہ محترم محمد افضل ظفر صاحب۔ تاریخ وفات ۳؍مئی ۱۹۹۹ء۔ محترمہ امۃ المتین صاحبہ بنت چوہدری محمود احمد صاحب (عرضی نویس وفات ۲۶؍فروری ۱۹۷۸ء) ہمارے مبلغ فجی مکرم محمد افضل ظفر صاحب کی اہلیہ تھیں۔ چوہدری محمود احمد صاحب عرضی نویس کو میں ذاتی طور پر بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ سنڈیکیٹ میں بھی ملازم رہے جس میں میں ان دنوں انچارج ہوا کرتا تھا اور اس کے علاوہ وقف جدید میں بہت آنا جانا تھا۔ بہت ہی نرم مزاج، خوش اخلاق، بہت ہی پیار کرنے والی طبیعت جس سے لوگوں کے دل موہ لیا کرتے تھے۔ افضل ظفر صاحب انہی کے داماد تھے۔

۳؍مئی سوموار کو محترم محمد افضل صاحب مربی سلسلہ کے اہل خانہ بیگم اور بچے ایک اور احمدی خاندان کے ساتھ لمباسہ سے سمندر کی طرف پکنک کے لئے گئے۔ پکنک سمندر میں ایک جزیرے پر منائی گئی۔ پکنک کے بعد سمندر کے اوپر چڑھنے کا وقت ہو چکا تھا۔ چنانچہ سمندر میں جوش آ چکا تھا اور لہریں بہت زور دکھا رہی تھیں۔ چنانچہ جزیرے سے واپس آتے ہوئے اچانک کشتی ایک بڑی لہر سے ٹکرانے کے نتیجہ میں الٹ گئی اور کشتی پر سوار تمام افراد ڈوب گئے۔ افسوس ہے کہ اس سانحہ میں جو آٹھ

افراد جاں بحق ہوئے ان میں **محترمہ امۃ المتین صاحبہ اور ان کے چار بچے عزیزہ ناصرہ ظفر صاحبہ عمر پندرہ سال، عزیزہ سارہ ظفر عمر بارہ سال، عزیزہ رابعہ بشریٰ عمر ساڑھے دس سال اور عزیز عطاء المنعم اکمل عمر چھ سال** شامل تھے۔ انالله و انا اليه راجعون۔

محمد افضل ظفر صاحب کے بچوں میں سے صرف دو بیٹیاں عزیزہ طاہرہ ظفر عمر چودہ سال اور عزیزہ عطیۃ المنعم عمر پانچ سال بچیں جو اس کشتی پر سوار تھیں جس میں محمد افضل ظفر صاحب بھی سوار تھے۔ اور یہ کشتی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچ گئی اور ان کی حالت بہت دردناک ہے۔ ان کے لئے میں دعا کی تحریک کرتا ہوں اگرچہ بچنے والوں نے، افضل صاحب نے بھی اور ان کی دو بچیوں نے بھی غیر معمولی صبر کا نمونہ دکھایا ہے ان سب غرق ہونے والے شہداء کو اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ مولوی محمد افضل ظفر صاحب کا خاندان تو خاص طور پر دوہری شہادت کا رتبہ پا گیا ہے۔ ایک غریق کی شہادت جس کا خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا اور دوسرے ایک واقف زندگی کی بیگم ہونے کے لحاظ سے اپنے وطن سے دور خدمت کے دوران انہیں اور ان کے بچوں کو جو حادثہ پیش آیا اس کی وجہ سے انہیں شہادت کا ایک اور مرتبہ بھی نصیب ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو غریق رحمت فرمائے۔

آج کی فہرست عین وقت کے مطابق ختم ہوئی ہے۔ باقی انشاء اللہ اگلے جمعہ سے پھر شہداء کا تذکرہ شروع کیا جائے گا۔ ابھی تو بہت بڑی فہرست باقی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ کب تک سلسلہ چلے گا۔

عہد خلافت ثالثہ کے شہداء

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍ جون ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی آیات کریمہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرۃ:۱۵۴-۱۵۵)

کی تلاوت کی اور پھر یوں ترجمہ بیان فرمایا:

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

مکرم رستم خان صاحب مردان

آج کے خطبہ سے میں **خلافت ثالثہ کے شہداء کا ذکر** شروع کرتا ہوں۔ سب سے پہلے اس ضمن میں رستم خان شہید مردان کا ذکر ہوگا۔ یوم شہادت ۱۱؍ فروری ۱۹۶۶ء۔ مکرم رستم خان صاحب شہید کو خلافت ثالثہ کے دور میں پہلا شہید ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ اگر چہ ان کے حالات بہت حد تک جماعت کی تاریخ میں محفوظ ہیں لیکن ان کے بعض بچوں نے حال ہی میں جو واقعات لکھ کر

بھجوائے ہیں غالباً وہ زیادہ مکمل ہیں اس لئے انہی کے بیان پر اکتفاء کرتے ہوئے اس شہادت کا تذکرہ کرتا ہوں۔

نام رستم خان خٹک شہید۔ پشاور کے قریب ایک گاؤں جلوزئی کے رہنے والے تھے۔ خود احمدی ہوئے تھے اور اپنے گاؤں بلکہ آس پاس کے کئی گاؤں میں اکیلے احمدی تھے۔ احمدی ہونے پر سارا گاؤں ان کا مخالف ہوگیا اور انہیں گھر سے نکال دیا گیا، جائیداد سے عاق کیا گیا۔ ان پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالا گیا کہ قادیانیت سے توبہ کرلو ان کے بچوں میں پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ چچا وغیرہ چاہتے تھے کہ ان کی نسل کو ہی ختم کر دیا جائے۔ بیٹیوں کو گاؤں لے جا کر بیچنے کی سازش کی گئی۔ بیٹے کرنل عبدالحمید حال راولپنڈی کو بارہا جان سے مارنے کی کوشش کی گئی۔ شہید اپنی سروس کے سلسلہ میں زیادہ تر باہر رہتے تھے۔ گاؤں کی مسجد کے مولوی نے فتویٰ دیا کہ جو کوئی رستم خان کی نسل کو ختم کرے گا وہ جنتی ہوگا۔ ان کی بیگم کو ایک دو دفعہ کسی مرگ پر گاؤں جانا ہوا تو کھانے پینے کے برتن الگ ہوتے تھے۔ سب اچھوتوں والا سلوک کرتے تھے۔ کھانے میں زہر ملانے کی بھی سازش کی گئی جو کے ناکام ہوئی۔

جب ۹/فروری ۱۹۶۶ء کو شہید کے والد کی وفات ہوئی تو ان کی لاش لے کر بچے گاؤں گئے گاؤں پہنچتے ہی تمام گاؤں میں مولوی نے اعلان کیا کہ:

> ''لوگو! خوش ہو جاؤ، آج رستم خان قادیانی آیا ہے۔ اس کو قتل کر دو اور اس کی اولاد کو علاقہ غیر میں بیچ دو یا پھر گاؤں میں بیاہ دو۔ اس کا ایک بیٹا ہے اس کو مار ڈالو اور اب جو بھی ثواب کمانا چاہتا ہے، بہادر بنے اور سامنے آئے کیونکہ جنت کمانے کا ذریعہ سامنے آیا ہے۔''

رات کو رستم شہید کے والد کی تدفین سے پہلے جب یہ اعلان ہوا تو انہوں نے اپنی بیگم کو بلا کر کہا کہ تم کسی طرح سے اپنے بھائیوں عبدالسلام اور عبدالقدوس کو اطلاع کرو کہ وہ تعزیت کے بہانے گاؤں آئیں اور بچوں کو ساتھ لے جائیں کیونکہ حالات ٹھیک نہیں ہیں اور مجھے بیٹیوں کا خطرہ ہے۔

دوسری طرف بیٹا عبدالحمید جو ان دنوں کیڈٹ کالج حسن ابدال میں پڑھتا تھا اور اٹھارہ

سال کا تھا، دادا کی وفات پر گاؤں آ رہا تھا۔ جونہی وہ گاؤں پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص منہ پر ڈھاٹا باندھے گاؤں کے باہر جہاں ویگن رکتی ہے، ایک جگہ چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ عبدالحمید نے اس کو دیکھ لیا اور پیچھے سے جا کر پکڑ لیا۔ دیکھا تو وہ اس کا چچا تھا۔ اس نے کہا چچا آپ۔ چچا گھبرا کر بولا کہ ہاں میں تمہاری حفاظت کے لئے بیٹھا ہوں کیونکہ لوگ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے جب یہ واقعہ اپنی امی کو سنایا تو وہ اور بھی پریشان ہوگئیں اور انہیں اور دوسرے بچوں کو ماموں کے آنے پر وہاں سے نکلوادیا۔

دوسرے روز ۱۱ / فروری ۱۹۶۶ء کو رستم خان شہید صبح کی نماز کے لئے وضو کرنے کھیتوں کی طرف جارہے تھے کہ فائر کی آواز آئی۔ ان کی بیگم یہ آواز سن کر باہر کی طرف بھاگیں۔ پیچھے سے رستم شہید کے بھائیوں نے پکڑ لیا لیکن وہ چونکہ پہلے سے چوکنا تھیں اس لئے ان کو دھکا دے کر باہر نکل گئیں۔ باہر جا کر دیکھا تو دشمن اپنا کام کر چکے تھے اور ان کے خاوند راہ مولیٰ میں شہید ہو چکے تھے۔ اب وہ بچوں کو ڈھونڈنے لگے لیکن بچے تو وہاں سے پہلے ہی نکل چکے تھے۔ ان کی بیگم کو اللہ تعالیٰ نے صبر کی قوت دی۔ گاؤں کے مولوی نے آ کر کہا کہ کس پر رپورٹ درج کرو گی۔ انہوں نے کہا یہ معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ تم سب لوگ راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں اپنے خاوند کی لاش کو پشاور لے کر جاؤں گی اور وہاں ہماری جماعت کے لوگ دفن کریں گے۔ ایک بیوہ عورت کی دلجوئی کی بجائے تمام گاؤں والے ان پر دباؤ ڈالنے لگے کہ اس کو یہیں دفنا دو اور بچوں کو ہمارے سپرد کر دو تا کہ ہم انہیں پھر مسلمان بنالیں۔

اس وقت ان کی بیگم نے نعش کے سامنے ایک تقریر کی کہ

> ''آج تو میں اپنے خاوند کی لاش کو یہاں سے لے جا کر رہوں گی۔ یاد رکھنا کہ جس سچائی کو رستم خان نے پایا تھا، میں اور میری اولاد اس سے مڑنے والے نہیں۔ انشاء اللہ رستم خان کی نسل پھیلے گی۔''

تمام لوگوں نے کہا کہ یہ عورت پاگل ہوگی ہے۔ بجائے بین کرنے کے بڑی بڑی باتیں کرتی ہے۔ اگلے دن ان کی بیگم شہید کی لاش لے کر پشاور آئیں اور وہاں تدفین ہوئی۔

دشمنوں کا انجام: ایک سال کے اندر اندر ان کے ایک بھائی جس نے ان کے بیٹے حمید کو بھی

مارنے کی کوشش کی تھی۔اس کا جواں سال اکلوتا بیٹا کنوئیں میں ڈوب کر مر گیا۔دوسرے چچا کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔تیسرے چچا کو نا گہانی موت آ گئی۔کچھ پتا نہیں چلا کہ کیوں مرا اور ایک چچا کا سارا گھر اچانک بارشوں سے گر گیا اور اس کے دو بچے موقع پر ہی مر گئے۔

رستم خان شہید کے پسماندگان: بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں چھوڑیں۔ بیٹا کرنل عبدالحمید خٹک راولپنڈی میں رہتے ہیں۔ بڑی بیٹی شمیم اختر صاحبہ کرنل نذیر احمد صاحب کی اہلیہ ہیں اور امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔دوسری بیٹی رقیہ بیگم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب کی اہلیہ ہیں۔تیسری بیٹی یاسمین ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب امریکہ کی اہلیہ ہیں۔چوتھی بیٹی نگہت ریحانہ بھی امریکہ میں ہیں اور ناصر احمد کی اہلیہ ہیں۔ پانچویں بیٹی ناہید سلطانہ صاحبہ کرنل اویس طارق صاحب کی اہلیہ ہیں اور کینیڈا میں مقیم ہیں۔

مولوی عبدالحق نور صاحب کرونڈی

مولوی عبدالحق نور صاحب۔ تاریخ شہادت ۲۱؍ دسمبر ۱۹۶۶ء۔ آپ قادیان کے قریب ایک گاؤں ''بھٹیاں گوت'' کے رہنے والے تھے۔آپ کے والد مکرم الٰہی بخش صاحب ایک معروف زمیندار تھے اور ہندو، سکھ اور مسلمان سب آپ سے اپنے معاملات کے فیصلے کرواتے تھے۔آپ نے چار سال تک بطور ہیڈ ماسٹر ملازمت کر کے ملازمت کو خیر باد کہہ دیا۔لمبی سوچ بچار اور دعاؤں کے بعد ۱۹۳۴ء کے جلسہ سالانہ پر بیعت کی۔ بیعت کرنے کے فوراً بعد ہی آپ کی مخالفت شروع ہوگئی۔آپ نے مخالف مولوی کو دعوت مباہلہ دی جس کی تحریر لکھی گئی جس میں آپ نے تحریر کیا:

> ''اگر حضرت مسیح موعودؑ سچے ہیں تو سب سے پہلے مخالف مولوی کا بیٹا مرے گا اور اس کے بعد وہ خود بھی مر جائے گا۔''

چنانچہ مولوی محمد اسماعیل جس کے ساتھ آپ نے مباہلہ کیا تھا مر گیا۔ یہ اطلاع آپ کے بھائی نے دی۔آپ نے جوش میں آ کر کہا تحریر مباہلہ میں تو تھا کہ اس کا بیٹا پہلے فوت ہوگا۔ جا کر پتہ کرو کہ اس کا بیٹا فوت ہوا کہ نہیں۔ چنانچہ پتہ کرنے سے معلوم ہوا کہ پہلے مولوی مذکور کا بیٹا فوت ہوا تھا اور پھر وہ مرا۔اس واقعہ کو دیکھ کر آپ کے بھائی نے بھی بیعت کر لی۔

زمیندارہ کا وسیع تجربہ ہونے کی وجہ سے آپ کو تقسیم ہند کے بعد محمود آباد، ناصر آباد اور دوسری

اسٹیٹس میں کام کی نگرانی پر مقرر کیا گیا۔۱۹۴۲ء میں آپ کرونڈی منتقل ہوگئے اور زمینوں کے ٹھیکے وغیرہ لینے شروع کئے۔آپ بہترین داعی الی اللہ تھے۔آپ کی تبلیغ سے آپ کے رشتہ داروں میں سے پچاس کے قریب احمدی ہوئے۔کرونڈی جماعت کی داغ بیل آپ نے ہی ڈالی۔شہادت کے وقت تک کرونڈی جماعت کے صدر رہے۔

واقعہ شہادت: دسمبر ۱۹۶۶ء کی بات ہے کہ بعض متعصب اور شر پسند عناصر نے آپ کے خلاف سکیم تیار کی اور آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا چنانچہ انہوں نے کرائے کے دو قاتل اس غرض کے لئے بھیجے۔جو آپ کے پاس اس انداز سے آئے گویا وہ بیعت کرنا چاہتے تھے۔آپ حسب معمول ان کو تبلیغ کرتے ہوئے شام کے وقت اپنے گھر لے آئے۔انکی خاطر مدارت کی،نمازیں باجماعت ادا کیں پھر فجر کی نماز پر آپ نے خود پانی گرم کر کے ان کو وضو کروایا اور انہیں نماز پڑھائی اور نماز کے بعد انہیں باہر اپنے باغ میں لے آئے۔وہاں کچھ دیر چار پائیوں پر بیٹھے رہے اور ان کو تبلیغ کی۔پھر ان کو لے کر باغ کی سیر کروانے چلے گئے۔

آپ کے پوتے مقصود احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا یعقوب صاحب نے ان سے کہا کہ پتہ تو کرو،کافی دیر ہوگئی ہے،آئے نہیں۔وہ کہتے ہیں میں جب باغ میں گیا تو میں نے دیکھا ہمارا وہ مہمان جو مولوی عبدالحق صاحب کے ساتھ باغ میں گیا تھا بھاگ رہا۔مجھے شک پڑا تو میں نے اپنے چچا کو بھی آواز دی کہ ادھر آئیں۔پھر ہم باغ میں ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔دادا جان کو دیکھا تو وہ شہید کر دیئے گئے تھے۔انا للہ و انا الیہ راجعون ۔شہید مرحوم موصی تھے۔ایک سال تک کرونڈی میں امانتاً دفن رہے پھر ربوہ میں بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

مکرم بشیر احمد طاہر بٹ صاحب کنڈیارو

بشیر احمد طاہر بٹ کنڈیارو ضلع نواب شاہ۔تاریخ شہادت ۲۹رمئی ۱۹۷۴ء۔بشیر احمد بٹ صاحب ابن محمد دین بٹ صاحب کنڈیارو کے رہنے والے تھے۔آپ کا اصل آبائی گاؤں سیالکوٹ تحصیل شکر گڑھ تھا۔تلاش معاش کے سلسلہ میں مختلف جگہوں پر پھرتے رہے اور آخر کار کنڈیارو ضلع نواب شاہ میں سکونت اختیار کی۔بہت مہمان نواز اور ملنسار تھے۔بہترین داعی الیٰ اللہ تھے۔عبادت گزار،سلسلہ کے فدائی،مرکز کی ہر تحریک پر لبیک کہنے والے اور ہر قسم کی قربانی دینے والے مخلص خادم

سلسلہ تھے۔ ۲۶؍مئی ۱۹۷۴ء کو اسلامی جمعیت طلبہ کے ایک طالب علم نے آپ پر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں آپ شدید زخمی ہو گئے۔ آپ کو فوراً ہسپتال پہنچایا گیا مگر جب نواب شاہ ہسپتال کے ڈاکٹر عاجز آ گئے تو آپ کو حیدر آباد ہسپتال منتقل کر دیا گیا لیکن وہاں بھی علاج کارگر نہ ہو سکا اور آپ نے ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

۳۰؍مئی ۱۹۷۴ء کو جنازہ پڑھایا گیا جس میں احمدیوں کے علاوہ غیر از جماعت نے بھی بھاری تعداد میں شرکت کی۔ شہید مرحوم کو ان کی اپنی زمین میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔

آپ کا قاتل رفیق میمن کسی جرم میں سات سال تک جیل میں رہا۔ وہاں سے رہا ہونے کے بعد اس کا ایکسیڈنٹ ہوا جس میں اس کے اوپر سے ٹرک گذر گیا اور اس کی لاش رات بھر کتے نوچتے رہے۔ قاتل کا خاندان مشہور کاروباری خاندان تھا۔ اس کا کاروبار اور خاندان بھی تباہی و بربادی سے دوچار ہوا۔

مکرم محمد افضل کھوکھر صاحب اور مکرم محمد اشرف کھوکھر صاحب گوجرانوالہ

مکرم محمد افضل کھوکھر صاحب اور محمد اشرف کھوکھر صاحب گوجرانوالہ۔ تاریخ شہادت یکم جون ۱۹۷۴ء۔ مکرم محمد افضل کھوکھر شہید کی اہلیہ سعیدہ افضل بیان کرتی ہیں کہ شہادت سے چند روز پہلے افضل شہید عشاء کی نماز پڑھ کر گھر واپس آئے تو میں بستر میں بیٹھی رو رہی تھی۔ دیکھ کر کہنے لگے سعیدہ کیوں رو رہی ہو۔ میں کہا یہ کتاب ’’روشن ستارے‘‘ پڑھ رہی تھی اور میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی حضرت رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہوتی اور میرا نام کسی نہ کسی رنگ میں ایسے روشن ستاروں شامل ہو جاتا۔ اس پر افضل کہنے لگے یہ آخرین کا زمانہ ہے، اللہ کے حضور قربانیاں پیش کرو تو تم بھی اوّلین سے مل سکتی ہو اور پہلوں میں شمار ہو سکتی ہو۔ مجھے کیا خبر تھی کہ کتنی جلدی اللہ تعالیٰ میری آرزو کو پورا کرے گا اور کتنی دردناک قربانیوں میں سے مجھے گزرنا پڑے گا۔

۳۱؍مئی کی رات احمدیوں کے خلاف فسادات کا جوش تھا۔ ساری رات جاگ کر دعائیں کرتے گزر گئی۔ ہم جیسے بھی بن پڑا اپنا دفاع کرتے رہے۔ مجھے وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ میرے شوہر اور بیٹے کے ساتھ یہ میری آخری رات ہے۔ یکم جون کو جلوس نے حملہ کر دیا۔ عورتوں کو افضل شہید نے

اپنے ہمسایوں کے گھر بھیج دیا اور خود باپ بیٹا گھر پر ٹھہر گئے کیونکہ اس وقت ہدایت یہی تھی کہ کوئی مرد اپنا گھر نہیں چھوڑے گا لیکن عورتوں اور بچوں کو بچانے کی خاطر ان کو بے شک محفوظ جگہوں میں پہنچا دیا جائے۔ کہتی ہیں کہ سارا دن شور بپا رہا اور حملہ ہوتا رہا۔ توڑ پھوڑ کی آوازیں آتی رہیں۔ مگر ہمیں کچھ پتہ نہیں تھا کہ باپ بیٹے پر کیا گزری اور ظالموں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ رات ہمیں ایک اور جگہ منتقل کر دیا گیا۔ وہاں اپنے خاوند افضل صاحب اور اپنے بیٹے اشرف کا انتظار کرتی رہی۔

رات گیارہ بجے ان کو بتایا گیا کہ دونوں باپ بیٹا شہید ہو گئے ہیں۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انہیں بڑے دردناک طریقے سے مارا گیا تھا۔ چُھرے مارے گئے۔ انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ پھر اینٹوں سے سر کوٹے گئے۔ اس طرح پہلے بیٹے کو باپ کے سامنے مارا گیا۔ جب اس نوجوان بیٹے کو اس طرح کچل کچل کر مار دیا گیا تو پھر باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اب بھی ایمان لے آؤ اور مرزا غلام احمد قادیانی کو گندی گالیاں دو۔ ایک موقع کے گواہ کے بیان کے مطابق افضل نے جواب دیا کہ کیا تم مجھے اپنے بیٹے سے ایمان میں کمتر سمجھتے ہو جس نے میرے سامنے اس بہادری سے جان دی ہے۔ جب آخری وقت سسکتے ہوئے وہ پانی مانگ رہا تھا تو گھر پر جو عمارت کے لئے ریت پڑی تھی وہ اس کے منہ میں ڈال دی اور باپ نے یہ نظارہ بھی دیکھا اس نے کہا جو چاہو کر لو، اس سے بدتر سلوک مجھ سے کرو مگر اپنے ایمان سے متزلزل نہیں ہوں گا۔ اس پر ان کو اسی طرح نہایت ہی دردناک عذاب دے کر شہید کیا گیا۔ اور پھر دونوں کی نعشیں تیسری منزل سے گھر کے نیچے پھینک دی گئیں اور سارا دن کسی کو اجازت نہیں تھی کہ وہ ان کی نعش کو اٹھا سکے۔

مکرم محمد افضل کھوکھر شہید نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے دو بیٹیاں طیبہ سعید صاحبہ اور طاہرہ ماجد صاحبہ کینیڈا میں مقیم ہیں ایک بیٹی عزیزہ ثمینہ یاسمین کھوکھر صاحبہ یہاں یو۔کے میں آباد ہیں۔ دونوں بیٹے آصف محمود کھوکھر اور بلال احمد کھوکھر بھی کینیڈا میں مقیم ہیں اور ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں اور تمام پسماندگان خدا کے فضل سے دین و دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہیں۔

چودھری منظور احمد صاحب اور چودھری محمود احمد صاحب گوجرانوالہ

شہادت چودھری منظور احمد صاحب اور چودھری محمود احمد صاحب گوجرانوالہ۔ تاریخ

شہادت یکم جون ۱۹۷۴ء۔ چودھری منظور احمد صاحب کی بیوہ محترمہ صفیہ صدیقہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ جون ۱۹۷۴ء میں جب حالات خراب ہوئے تو پولیس ان کے بیٹے مقصود احمد کو ایک مولوی کے کہنے پر دکان سے گرفتار کر کے لے گئی اور حوالات میں بند کر دیا۔ اگلے دن جلوس نے گھروں پر حملہ کر دیا۔ عورتوں کو ایک احمدی گھر پر جو بظاہر محفوظ تھا پہنچا دیا گیا۔ بعض لوگوں نے بتایا کہ ان کے گھروں کو جلوس نے آگ لگا دی ہے اور وہاں پر موجود تمام افراد زخمی ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اس وقت تک وہ شہید کئے جا چکے تھے۔ اس دن شام کو جب ایک ٹرک چھ شہیدوں کو لے کر راہوالی پہنچا تو اس وقت پسماندگان کو پتہ چلا کہ ان کے پیارے شہید ہو چکے ہیں۔ جلوس کے خطرے سے جو پیچھے لگا ہوا تھا ٹرک ان لاشوں کو لے کر چلا گیا اور پسماندگان ان کے چہرے بھی نہ دیکھ سکے۔

صفیہ صدیقہ صاحبہ اپنے بیٹے کی شہادت کا واقعہ مزید تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ جلوس کے ساتھ جو پولیس تھی اس کا ایک سپاہی راہوالی کا رہنے والا تھا۔ اس نے بتایا کہ یکم جون کو سول لائن میں ایک گھر کی چھت پر جو معرکہ گزرا وہ دیکھ کر مجھے معلوم ہوا کہ صحابہ کیسے جان نثار کرتے تھے۔ اس نے کہا، میں اس لڑکے کو کبھی بھلا نہیں سکوں گا جس کی عمر بمشکل سترہ اٹھارہ برس ہو گی۔ سفید رنگ اور لمبا قد تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک بندوق تھی۔ جلوس میں شامل لوگوں کی ایک بڑی تعداد پولیس سمیت اس کے مکان کی چھت پر چڑھ گئی۔ ہمارے ایک ساتھی نے جاتے ہی اس کے ہاتھ پر ڈنڈا مارا اور بندوق چھین لی۔ جلوس اس لڑکے پر تشدد کر رہا تھا۔ جلوس میں سے کسی نے کہا: ''مسلمان ہو جاؤ اور کلمہ پڑھو۔'' اس نے کلمہ پڑھا اور کہا میں سچا احمدی مسلمان ہوں۔ جلوس میں سے کسی نے کہا کہ مرزا کو گالیاں دو۔ اس لڑکے نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا یہ کام میں نہیں کر سکتا، یہ کام میں کبھی نہیں کروں گا اور ان کی ایک نہ سنی۔ اس نے کہا تم مجھے اس کو گالیاں دینے کے بارہ میں کہہ رہے ہو جو اس جان سے بھی زیادہ پیارا ہے اور ساتھ ہی اس نے مسیح موعود زندہ باد اور احمدیت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ نعرہ لگانے کی دیر تھی کہ جلوس نے اس لڑکے کو چھت سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا اور اس پر اینٹوں اور پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ چھت پر بنے ہوئے پردوں کی جالیاں توڑ کر بھی اس پر پھینکیں۔ یہ وہ واقعہ ہے جو اس دن اس پولیس والے نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان ظالموں کا کیا انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اکثر ایسے لوگ آخرت کے علاوہ دنیا کے عذاب میں بھی مبتلا

کئے جاتے ہیں۔ جن کے حالات بھی معلوم ہو سکے ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

مکرم چودھری شوکت حیات صاحب حافظ آباد

شہادت مکرم چودھری شوکت حیات صاحب۔ تاریخ شہادت یکم جون ۱۹۷۴ء۔ مکرم چودھری شوکت حیات صاحب شہیم ۱۹۲۰ء میں مکرم چودھری محمد حیات خان صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس، صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں حافظ آباد میں پیدا ہوئے۔ تعلیم حافظ آباد اور قادیان میں حاصل کی۔ پھر پولیس میں ملازمت اختیار کی ۳۱؍مئی بروز جمعۃ المبارک ۱۹۷۴ء کو حافظ آباد شہر میں ہنگامہ ہوا اور یہ ہنگامہ یکم جون کو زور پکڑ گیا۔ شور شرابہ کرنے والوں کی ٹولیاں شہر میں نعرہ بازی کر رہی تھیں۔ شہید مرحوم کے بچوں کی سٹیشنری کی ایک دکان تھی جس کے متعلق خبر ملی کہ لوٹ لی گئی ہے اور بقیہ سامان کو آگ لگا دی گئی ہے۔ آپ بچوں سمیت جائے وقوعہ پر پہنچے تو پتہ چلا کہ شر پسند لوٹ مار کر کے جا چکے ہیں اور آگ پر پولیس نے قابو پالیا ہے۔

آپ اپنی دوکان کے سامنے چوبارہ پر بیٹھ گئے۔ آپ کا ایک بیٹا شفقت حیات بھی آپ کے ساتھ تھا۔ اتنے میں ایک ہجوم گزرا جو حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں گستاخی کر رہا تھا۔ آپ نے جلوس کی قیادت کرنے والوں سے کہا کہ کچھ حیا کرو۔ جن کی تم توہین کر رہے ہو انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ آپ اس وقت اندازہ نہ لگا سکے کہ اس وقت اصولوں پر شر پسندی غالب ہے۔ چنانچہ بجائے سرد پڑنے کے ان کی آتش غضب اور بھی شعلہ زن ہوئی اور آپ کے ان الفاظ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ شریروں نے کہا کہ ان کو پکڑ لو۔ قریب ہی ریلوے لائن تھی چنانچہ وہ وہاں سے پتھر اٹھا اٹھا کر آپ کو مارنے لگے۔ آپ کا بیٹا شفقت حیات جو وہاں موجود تھا ان کے ہی پھینکے ہوئے جواباً انہیں مارنے لگا اور کچھ دیر ان کو مزید پیش قدمی نہ کرنے دی۔ اسی اثنا میں انہیں کسی نے بتایا کہ سامنے سے تم کامیاب نہیں ہو سکو گے، مکان کے پچھواڑے سے حملہ کرو۔ چنانچہ وہ پیچھے سے حملہ آور ہوئے۔ چنانچہ وہ پیچھے سے حملہ آور ہوئے۔ پہلے آپ کے بیٹے کو پتھروں سے شدید زخمی کیا۔ ان کے جسم پر چالیس کے قریب زخم آئے لیکن وہ تقریباً ایک مہینہ مسلسل علاج کے بعد صحت یاب ہو گئے۔ ان کے والد شوکت حیات کو وہ ظالم گھسیٹ کر نیچے لے گئے اور پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ اتنے میں پولیس بھی آ گئی اور شر پسند موقع سے بھاگ گئے۔ ابھی آپ میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ چنانچہ فوراً آپکو

ایک عزیز مکرم حق نواز صاحب نے اپنی گاڑی میں ڈال کر لاہور کا قصد کیا لیکن آپ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور رستہ میں ہی دم توڑ گئے۔ انا لله و انا اليه راجعون.

بیوہ کے علاوہ ایک بیٹی اور تین بیٹے چھوڑے۔ اہلیہ فروری ۱۹۹۰ء میں وفات پا گئیں اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں اور بچوں میں سے بیٹی نشاط افزا ڈسکہ میں بیاہی ہوئی ہیں۔ بڑے بیٹے شفقت حیات گوجرانوالہ میں کاروبار کرتے ہیں۔ دوسرے بیٹے عظمت حیات ٹورانٹو (کینیڈا) میں آباد ہیں۔ جبکہ تیسرے بیٹے سعادت حیات صاحب جرمنی میں مقیم ہیں۔

مکرم قریشی احمد علی صاحب گوجرانوالہ

قریشی احمد علی صاحب گوجرانوالہ۔ یوم شہادت: یکم جون ۱۹۷۴ء۔ آپ ۱۹۴۳ء میں سنداں والی ضلع سیالکوٹ میں مکرم حکیم فضل دین صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ بلوغت کے بعد گوجرانوالہ شہر میں منتقل ہو گئے۔

واقعہ شہادت: ۲۹ رمئی ۱۹۷۴ء کو گوجرانوالہ میں حالات خراب ہونا شروع ہوئے۔ آپ کے بیٹے ڈاکٹر ناصر احمد صاحب جو ناظم اطفال ضلع تھے اور جماعت کی طرف سے حالات کا جائزہ لینے کی ڈیوٹی پر تھے، نے گھر آ کر اپنے والد محترم کو بتایا کہ حالات خراب ہیں۔ کہنے لگے کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ ۳۰ رمئی کو حالات مزید خراب ہو گئے۔ چنانچہ یکم جون کو عورتیں اور بچے قریشی مجید احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل کے گھر پہنچا دیئے گئے۔ اور مردوں کو گل روڈ میں ایک احمدی گھرانے میں اکٹھا کر دیا گیا۔

جلوس نے ان کا رخ کیا اور سب سے پہلے سعید احمد خان صاحب اور ان کے خسر مکرم چودھری منظور احمد صاحب کو شہید کیا گیا۔ ان کے گھر قریشی احمد علی صاحب بھی تھے۔ شر پسند بعد ازاں پھر ان پر حملہ آور ہوئے اور ان پر کسی کا وار کیا گیا جو اتنا گہرا لگا کہ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔

مکرم سعید احمد خان صاحب گوجرانوالہ

سعید احمد خان صاحب ابن محمد یوسف صاحب مندوخیل۔ تاریخ شہادت: یکم جون ۱۹۷۴ء۔ سعید احمد صاحب شہید ۲۶ رمئی ۱۹۳۷ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان لاہور سے پاس کیا اور لاہور ہی سے ایف۔ اے کیا۔ ۱۹۶۳ء میں ان کی شادی

انیسہ طیب صاحبہ بنت چودھری منظور احمد صاحب سے ہوئی۔فیصل آباد میں سیکرٹری مال اور قائد خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ملازمت کے سلسلہ میں کوئٹہ کے قیام کے دوران وہاں بھی قائد خدام الاحمدیہ رہے۔آپ نے نیروبی کینیا میں بھی کچھ عرصہ گزارا۔وہاں پہلے نائب قائد خدام الاحمدیہ تھے پھر قائد خدام الاحمدیہ کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پھر گوجرانولہ منتقل ہوگئے ۔ جب آپ نے سول لائن گوجرانوالہ میں اپنا مکان بنوایا تو ساتھ ہی مسجد احمدیہ کی بنیاد رکھ دی۔احاطہ گھیر کراس پر مسجد احمدیہ کا بورڈ لگا دیا۔اسی دن سے مولوی حضرات نے جو قریبی مسجد کے تھے،آپ کی سخت مخالفت شروع کردی۔۱۹۷۴ء کے حالات سے پہلے ہی مسجد سے بورڈ اتارنے اور مسجد احمدیہ کو شہید کرنے اور آپ کے قتل کے پروگرام بن چکے تھے۔

واقعہ شہادت: یکم جون ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ سول لائن گوجرانوالہ میں صبح کے وقت جلوس آیا اور ساتھ ساتھ پولیس والے بھی تھے۔مکرم سعید احمد خان صاحب تھانے دار کے پاس گئے کہ جلوس کو روکو مگر کافی بحث کے بعد کچھ نتیجہ نہ نکلا۔آخر جب آپ واپس آنے لگے تو اس تھانے دار نے اشارہ کیا۔ اس پر جلوس مکرم سعید احمد خان صاحب پر ٹوٹ پڑا اور پتھروں اور ڈنڈوں سے آپ کو بے دردی سے موقع پر ہی شہید کردیا۔انالله و انا اليه راجعون۔

پسماندگان: شہید مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیٹا اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں ۔ بڑا بیٹا رشید احمد خان آج کل آسٹریلیا میں ہے۔ بیٹی منورہ کینیڈا میں ہے اور مکرم مبارک اعظم صاحب کی اہلیہ ہیں۔سیکرٹری تربیت کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔دوسری بیٹی فرزانہ منیب صاحبہ بھی شادی شدہ ہیں جن کے میاں مکرم رائے منیب احمد صاحب آج کل نائب ناظم انصاراللہ شیخوپورہ ہیں۔تیسری بیٹی شبنم نواز ان دنوں کینیڈا میں ہیں ۔ چوتھی بیٹی درثمین مسرور صاحبہ ہیں جن کی شادی مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی کے پوتے مسرور احمد صاحب سے ہوئی ہے اور ان دنوں کراچی میں مقیم ہیں۔

مکرم بشیر احمد صاحب ،مکرم منیر احمد صاحب گوجرانوالہ

شہادت بشیر احمد صاحب ،منیر احمد صاحب گوجرانوالہ - یوم شہادت ۲؍جون ۱۹۷۴ء۔ بشیر احمد صاحب مرکز احمدیت قادیان کے ایک قریبی گاؤں ٹوڈرمل میں ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے۔ بوقت ہجرت آپ کی عمر چار سال تھی۔میٹرک کے بعد محکمہ صحت میں ملازمت اختیار کرلی اور آخری وقت تک

اسی محکمہ سے منسلک رہے۔ ان کے چھوٹے بھائی منیر احمد صاحب دسمبر ۱۹۵۶ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ بوقت شہادت عمر بیس سال تھی۔ ابھی غیر شادی شدہ تھے اور پنکھوں کے کارخانہ میں کام کرتے تھے۔

واقعہ شہادت: یکم جون بروز ہفتہ ڈیوٹی سے گھر آئے تو اپنی والدہ سے کہنے لگے ''اماں جلوس آرہا ہے۔'' والدہ نے کہا اچھا بیٹا بتاؤ کیا پسند ہے، میں وہی پکاتی ہوں۔ والدہ نے حسب منشاء چاول پکائے مگر انہوں نے جی بھر کر نہ کھائے۔ اس کے بعد آپ والدین کو اپنے دوست سلیم کے گھر چھوڑ آئے اور ان کی حفاظت کی تاکید کی۔ دونوں بھائی بشیر احمد اور منیر احمد رات بھر مکان کی چھت پر پہرہ دیتے ہوئے جاگتے رہے۔ جلوس کا جس طرف سے آنا متوقع تھا اس طرف ناکہ بندی کا انتظام تھا مگر جلوس اس قدر کثیر تعداد میں تھا کہ نہ رک سکا اور آگے بڑھتا آیا یہاں تک کہ ان کے مکان کے پاس آ گیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہم نے بھاگنا نہیں، حضور کا حکم ہے کہ اپنا گھر چھوڑ کر بھاگنا نہیں۔ خواہ ہم مارے جائیں۔ چنانچہ جلوس نے ہلہ بول دیا اور آپ دونوں حقیقی بھائیوں بشیر احمد اور منیر احمد کو موقع پر ہی نہایت اذیت سے شہید کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مکرم محمد رمضان صاحب اور مکرم محمد اقبال صاحب گوجرانوالہ

محمد رمضان صاحب و محمد اقبال صاحب ابناء محترم علی محمد صاحب۔ یوم شہادت ۲؍ جون ۱۹۷۴ء۔ دونوں ویرووال تحصیل ''ترن تارہ'' ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے جو کہ قادیان کے قریب ایک گاؤں ہے۔ قادیان سے اتنا قریب تو نہیں جتنا لکھا ہے لیکن بہرحال لکھا ہوا یہی ہے کہ قادیان کے قریب ایک گاؤں ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو آپ کے والدین نے وہاں سے نقل مکانی کر کے فیصل آباد میں سکونت اختیار کی۔ کچھ عرصہ فیصل آباد میں رہنے کے بعد آپ ''کوہلووال'' ضلع گوجرانوالہ میں منتقل ہو گئے اور ۲؍ جون ۱۹۷۴ء کو مخالفین احمدیت دونوں بھائیوں محمد رمضان صاحب اور محمد اقبال صاحب کو دھوکہ دہی سے گھر سے بلا کر لے گئے اور گاؤں کے قریب ایک نہر کے کنارے لے جا کر دونوں کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ نعشیں نہر میں پھینک دیں۔ محمد رمضان شہید کی نعش تو برآمد ہو گئی مگر محمد اقبال شہید کی نعش کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مکرم غلام قادر صاحب اور چودھری عنایت اللہ صاحب گوجرانوالہ

شہادت غلام قادر صاحب ابن روشن دین صاحب اور چودھری عنایت اللہ صاحب ابن فضل دین صاحب گوجرانوالہ۔ تاریخ شہادت ۲ رجون ۱۹۷۴ء۔ مکرم غلام قادر صاحب کے والد روشن دین صاحب ضلع گوجرانوالہ میں آباد ہوئے اور اپنے چار بھائیوں میں اکیلے احمدی تھے۔ غلام قادر صاحب کی شادی تر گڑی ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی۔ آپ کی بیوی ایک جان لیوا بیماری کے باعث آپ کی زندگی میں ہی فوت ہوگئی تھیں۔ آپ کنگنی والا ضلع گوجرانوالہ میں مقیم تھے۔

واقعہ شہادت: آپ کے بیٹے خالد محمود کا بیان ہے کہ ایک دن جلوس آیا مگر والد صاحب گھر پر موجود نہ تھے اور جلوس کو لوگوں نے واپس لٹا دیا۔ جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ تھانہ گئے اور پولیس کو مطلع کیا۔ چنانچہ آپ کے ساتھ تھانے دار آیا۔ اس نے گاؤں میں ایک قصاب کو ڈانٹا جو کہ بدمعاش اور مخالف احمدیت تھا اور یقین دلا کر چلا گیا کہ آپ کو اب کوئی کچھ نہیں کہے گا اور ایک حوالدار کی ڈیوٹی لگائی کہ ان کے گھروں کی حفاظت کرنا۔ اس نے بھی اپنی طرف سے تسلی دی اور کہا آپ گھبرائیں نہیں رات کو پولیس کے آدمی سول کپڑوں میں آجائیں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے مگر رات بھر کوئی نہ آیا۔ اسی رات خریدے گئے پیشہ ور قاتلوں کا ایک گروہ دو احمدیوں کو کسی اور جگہ شہید کر کے پہلے چودھری عنایت اللہ صاحب کے پاس آیا اور ان کو پکڑ کر ساتھ لے گیا اور انہیں پوچھا کہ وہ جو تھانے روز جاتا ہے اس کا گھر کون سا ہے؟ چنانچہ وہ ساتھ ہو لئے اور غلام قادر شہید کے دروازے کی نشاندہی کی اور قاتلوں کے کہنے پر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ یہ سحری کا وقت تھا۔ غلام قادر صاحب نے پوچھا کون ہے۔ تو انہوں نے بتایا میں عنایت اللہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے بلا تردد دروازہ کھول دیا۔ جونہی آپ باہر آئے تو قاتلوں نے آپ کو گھیر لیا اور مجبور کر کے دونوں یعنی غلام قادر صاحب اور عنایت اللہ صاحب کو گاؤں سے باہر لے گئے اور باہر کھیتوں میں شہید کر ڈالا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

غلام قادر صاحب شہید نے پسماندگان میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں۔ ان کے ایک بیٹے گوجرانوالہ میں ہوتے ہیں جبکہ باقی ساری اولاد ربوہ میں مقیم ہے۔

مکرم عنایت اللہ صاحب شہید قادیان کے نزدیک گاؤں ''کھارا'' کے رہنے والے تھے۔

ان کے والد فضل دین صاحب اور والدہ محترمہ سراج بی بی صاحبہ بہت نیک اور مخلص احمدی تھے۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ حنیفاں بی بی صاحبہ، ایک بیٹا محمد انور اور دو بیٹیاں نسیم اختر اور کوثر پروین صاحبہ ہیں۔ بیٹا آسٹریلیا میں اور باقی خاندان ربوہ میں آباد ہے۔

مکرم محمد الیاس عارف صاحب

شہادت محمد الیاس عارف صاحب۔ آپ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مکرم ماسٹر محمد ابراہیم شاد صاحب کے ہاں ''مومن''، ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے چک چھور میں حاصل کی پھر اسلامیہ کالج خانیوال سے ایف-اے اور بی-اے کیا۔

واقعہ شہادت: ۱۹۷۴ء کی تحریک مخالفت میں آپ واہ کینٹ میں تھے۔ جب ٹیکسلا میں احمدیت دشمن تحریک نے شدت اختیار کی تو وہاں کرائے کے غنڈوں اور قاتلوں میں اسلحہ تقسیم کر دیا گیا اور احمدیوں کے مکانوں پر نشان لگا دیئے گئے۔ آپ کے مکان پر بھی نشان لگا دیا گیا۔ ۴؍جون ۱۹۷۴ء کو آپ نے اپنے چھوٹے بھائی محمد اسحاق ساجد صاحب کے ہمراہ اپنی بیوی بچوں کو واپس اپنے گاؤں بھیجنے کا فیصلہ کیا اور صبح سات بجے ٹیکسلا سے انہیں بس پر بٹھایا۔ خود گھر جا کر ناشتہ کیا۔ اپنی سائیکل لی۔ مکان کو تالا لگایا اور چابی مالک مکان کو دیتے ہوئے کہا کہ تین چار بجے واپس آ جاؤں گا۔ لیکن ابھی آپ گھر سے ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ تک ہی پہنچے تھے کہ وہاں تین مولوی اور ایک کرائے کا قاتل گھات میں تھے۔ مولویوں نے اس کرائے کے قاتل کو اشارہ کیا۔ چنانچہ اس نے رائفل سے فائر کیا۔ گولی شہید مرحوم کے سینے میں لگی اور آپ موقع پر وہیں جام شہادت نوش کر گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی تدفین اولاً چک چھور میں ہوئی پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خاص اجازت سے ۱۹۷۵ء میں تابوت ربوہ لایا گیا اور مقبرہ شہداء میں دفن کیا گیا۔ شہید مرحوم اپنے پیچھے ایک بیٹی، ایک بیٹا اور بیوہ چھوڑ گئے۔ بیٹی کی شادی ہو چکی ہے اور بیٹا عطاء القیوم عارف آج کل آسٹریلیا میں مقیم ہے۔

شہید مرحوم کی اہلیہ ثریا بیگم بیان کرتی ہیں کہ مجھے ہمارے مالک مکان غزن خان نے بتایا کہ شہید مرحوم کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد قاتل کو ایک پاگل کتے نے کاٹا جس سے وہ ذہنی توازن کھو

بیٹھا اور کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ ایک ماہ بعد اس کے گھر والوں نے اسے زنجیر سے باندھ دیا۔ تین چار روز بعد وہ غضب الٰہی کا مورد ٹھہر کر اسی حالت میں مر گیا۔

مکرم نقاب شاہ مہمند صاحب مردان

مکرم نقاب شاہ مہمند صاحب ولد محمد شاہ آف مردان۔ تاریخ شہادت ۸؍ جون ۱۹۷۴ء۔ آپ بازید خیل کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد شاہ تھا جو احمدی نہیں تھے مگر آپ کے دادا گل فراز صاحب غیر مبائع احمدی تھے۔

واقعہ شہادت: نقاب شاہ مہمند صاحب ۸؍ جون ۱۹۷۴ء کو پشاور کے اندر دن کے ایک بجے سائیکل پر جاتے ہوئے ۳۷ سال کی عمر میں شہید کر دئے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ ٹیچر تھے اور ٹیچر ایسوسی ایشن کے صدر تھے۔ آپ مکرم الطاف خان صاحب کے داماد تھے۔ شہید کرنے والا بظاہر ان کا دوست تھا۔ جب کسی نے پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے آواز دی کہ قادیانی تھا مار دیا میرا پیچھا کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اہلیہ زندہ ہیں اور امریکہ جا چکی ہیں۔

صوبیدار غلام سرور صاحب اور مکرم اسرار احمد خاں صاحب ٹوپی

صوبیدار غلام سرور صاحب اور ان کے بھتیجے اسرار احمد خاں صاحب آف ٹوپی ضلع مردان۔ یوم شہادت ۹؍ جون ۱۹۷۴ء۔ صوبیدار غلام سرور صاحب کا آبائی گاؤں مینی ہے جو ٹوپی سے دس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ پاک فوج کے محکمہ انٹیلی جنس میں ایریا افسر تھے۔ ٹوپی میں جب حالات خراب ہو رہے تھے تو ایک غیر احمدی بوڑھے شخص نے جو لکڑی کا کام کرتا تھا، آپ کو بتایا کہ لوگ آپ کو قتل کرنے کا پروگرام بنا چکے ہیں اسلئے آپ کہیں اور چلے جائیں۔ آپ نے اس کو جواب دیا کہ اگر مجھے دین حق کی خاطر شہادت نصیب ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اور کونسی خوش بختی اور سعادت ہوگی۔

واقعہ شہادت: ۹؍ جون ۱۹۷۴ء کو ٹوپی قصبہ کے محلّہ خوشحال آباد میں شر پسندوں نے قتل و غارت، لُوٹ مار اور آتشزدگی کا بازار گرم کئے رکھا۔ اس دن آٹھ احمدیوں کو شہید کیا گیا اور ستّر سے زائد مکانات، ڈیوڑھیاں، حجرے، بنگلے اور دکانیں تباہ کی گئیں۔ آپ اور آپ کا بھتیجا اسرار احمد گھر پر ہی موجود رہے۔ آپ کے مکانوں کی پچھلی طرف واقع قبرستان کی طرف سے پر جوش ہجوم کے لوگ

حملہ آور ہوئے۔ اگرچہ آپ نے حفظ ما تقدم کے طور پر فائر کر کے ان کو ڈرایا مگر وہ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ ان میں سے ایک حملہ آور نے آپ کو گولی ماردی جس سے آپ موقع پر ہی جام شہادت نوش کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شہادت کے بعد ان بدبختوں نے آپ کے بے جان جسم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ پھر آپ کی نعش کو گھسیٹ کر گلی کے چوراہے پر لے آئے اور پتھر مار مار کر بری طرح کچلا اور اپنی دانست میں مسخ کر دیا۔ آپ موصی تھے لیکن حالات کی سنگینی کے پیش نظر آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے بھائی مکرم احمد جان خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں آپ کی میت ربوہ بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضور نے ان کو جواب دیا کہ شہید جہاں دفن ہوتا ہے وہی جگہ اس کے لئے جنت ہوتی ہے۔ ایک وقت آئے گا جب ان شہداء کی قربانی رنگ لائے گی اور لوگ کہیں گے کہ یہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کو احمدیت کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کی توفیق ملی۔ البتہ حضور نے بہشتی مقبرہ میں آپ کا یادگاری کتبہ کی اجازت مرحمت فرمائی جس کی تعمیل کر دی گئی۔

شہادت کے وقت آپ کی عمر باون سال تھی۔ آپ کی بیوہ مکرمہ فہمیدہ بیگم صاحبہ آج کل ربوہ میں اپنے بچوں کے پاس مقیم ہیں۔ بچوں میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں آپ کی یادگار ہیں۔ سب سے بڑے بیٹے مکرم آفتاب احمد خان صاحب شادی شدہ ہیں اور بیوی بچوں سمیت متحدہ عرب امارات میں بسلسلہ روزگار مقیم ہیں۔ دوسرے بیٹے مکرم انوار احمد خانصاحب بھی شادی شدہ ہیں اور مع اہل وعیال ربوہ میں ہیں۔ خان بابا سپر سٹور کے نام سے گول بازار ربوہ میں گارمنٹس اور جنرل سٹور کا کام کرتے ہیں۔ تیسرے بیٹے مکرم امین احمد خان صاحب ہیں۔ بیٹیوں کے اسماء حسب ذیل ہیں:- مکرمہ رسول بیگم صاحبہ زوجہ مکرم محمد اقبال خان صاحب جو چپ بورڈ فیکٹری جہلم میں ملازم ہیں۔ مکرمہ فرحت حسین صاحبہ زوجہ مکرم بشیر احمد خان صاحب جو تربیلا میں اپنا کام کر رہے ہیں اور مکرمہ امتہ المجیب صاحبہ زوجہ اعجاز احمد خان صاحب ہیں جو راولپنڈی میں پرائیویٹ سروس کرتے ہیں۔

مکافات عمل: جس شخص نے آپ کو شہید کیا تھا اس پر جولائی ۱۹۷۴ء کے تیسرے ہفتہ میں آسمانی بجلی گری اور وہ جھلس کر مر گیا۔

آپ کے سگے بھتیجے **مکرم اسرار احمد خان صاحب** جنہیں آپ کے ساتھ ہی شہید کیا گیا تھا الحاج سلطان سرور خان صاحب آف ٹوپی ضلع مردان کے صاحبزادے تھے۔شہادت سے کچھ عرصہ پہلے یہ اپنے والد محترم کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ان کا میٹرک کا رزلٹ شہادت کے کچھ عرصہ بعد نکلا۔شہادت کے وقت عمر سولہ سترہ سال تھی اور غیر شادی شدہ تھے۔شہادت آپ کی کنپٹی پر پستول کے فائر سے ہوئی۔شہادت کے بعد آپ پر پتھراؤ کیا گیا،خنجروں سے وار کئے گئے اور آخر ہجوم نے ازمنہ گزشتہ کے شہداء کی یاد تازہ کرتے ہوئے ان کی دونوں ٹانگوں کو مخالف سمتوں میں کھینچتے ہوئے ان کی لاش کو دو نیم کر دیا۔ایک عورت یہ لرزہ بر اندام کرنے والا خونی کھیل نہ دیکھ سکی اور زور زور سے چیخنے لگی اور بلند آواز سے بددعائیں دینے لگی۔اس پر قاتلوں کی رائیفلوں کا رخ اس کی طرف پھر گیا مگر کچھ لوگ آڑے آ گئے کہ یہ قادیانی نہیں ہے۔

اسرار احمد کو ان کے چچا صوبیدار غلام سرور شہید کے ساتھ ٹوپی میں ہی دفن کیا گیا۔ان کے پسماندگان میں والد مکرم الحاج سلطان سرور خان صاحب (جو کہ اب وفات پا چکے ہیں) اور والدہ مکرمہ امتہ الودود صاحبہ کے علاوہ تین بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔والدہ ربوہ میں مقیم ہیں۔جبکہ بڑے بھائی مکرم ابرار احمد خان صاحب مع اہل وعیال متحدہ عرب امارات میں مقیم ہیں۔دوسرے بھائی مکرم زبیر احمد خان صاحب بھی شادی شدہ ہیں اور مع فیملی جرمنی میں مقیم ہیں۔تیسرے بھائی اسرار احمد وقار خان صاحب غیر شادی شدہ ہیں اور ایف۔اے۔کے طالبعلم ہیں۔یہ بھائی کی شہادت کے بعد پیدا ہوئے۔والدین نے ان کا نام شہید بیٹے کے نام پر اسرار احمد خان وقار رکھا ہے۔پانچوں بہنیں ربوہ میں مقیم ہیں۔ان کے اسماء یہ ہیں:- مکرمہ امتہ العزیز صاحبہ اہلیہ مکرم ریاض احمد خان صاحب۔مکرمہ یاسمین کوثر صاحبہ اہلیہ مکرم طاہر احمد خان صاحب۔مکرمہ آسیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ مکرم انوار احمد خان صاحب۔مکرمہ فرخندہ ناز صاحبہ اہلیہ مکرم عارف احمد خانصاحب۔اور مکرمہ فہمیدہ ناز صاحبہ۔یہ آخری ابھی غیر شادی شدہ ہیں اور بی۔اے کی طالبہ ہیں۔

مکافات عمل: غیر احمدی عینی شواہد کے مطابق جس شخص نے اسرار احمد خان سے بربریت کا یہ سلوک کیا وہ اسی رات پاگل ہو گیا اور پاگل خانہ میں بند کر دیا گیا۔اس کی بیوی بھی ذہنی توازن کھو بیٹھی اور گھر میں ہر وقت رسیوں سے بندھی رہتی۔

عہد خلافت ثالثہ کے شہداء

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵؍جون ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ بقرہ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۱۵۵﴾ (البقرۃ: ۱۵۴-۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

یہ شہداء کے ذکر کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے یہی آج کے خطبہ کا بھی موضوع ہے لیکن ضمنی طور پر چونکہ مالی سال ختم ہو رہا ہے اس کے متعلق مجھے تحریک کی گئی ہے کہ جماعت کو یاد دلا دوں کہ اس مالی سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے اپنے وعدے پورے کر لیں اور جو کچھ قرض رہ گئے ہیں وہ بھی اتار لیں۔ زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے بہتر ہے کہ اس کے ساتھ حساب صاف رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک دو اقتباسات اسی ضمن میں پیش کرتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں:

''پس میں تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو چندے سے باخبر کرو۔ ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندہ میں شامل کرو۔ یہ موقع ہاتھ آنے کا نہیں''۔

پھر فرماتے ہیں:

''یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم مطبوعہ لندن صفحہ ۴۹۷)

مکرم ماسٹر غلام حسین صاحب گلگت

اس مختصر تحریک کے بعد اب میں شہداء کا ذکر کرتا ہوں جو خلافت ثالثہ کے زمانے میں شہید ہوئے اور اس تعلق میں سے سب سے پہلے ماسٹر غلام حسین صاحب ولد عبدالکبیر بٹ صاحب کا ذکر کروں گا۔ تاریخ شہادت اکتوبر ۱۹۶۷ء ہے۔ آپ ۱۹۴۹ء یا ۱۹۵۰ء میں ترک پورہ بانڈی پورہ مقبوضہ کشمیر سے ہجرت کر کے گلگت آ گئے تھے۔ یہاں چند سال خواجہ ثناء اللہ صاحب مرحوم کے پاس ملازمت کرتے رہے پھر آپ گلگت میں ہی سکول ماسٹر کے طور پر بھرتی ہوئے اور مختلف اوقات میں مختلف سکولوں میں بطور ٹیچر کام کرتے رہے۔ گلگت سے آپ کا تبادلہ چلاس میں ہوا۔ پھر غالباً ۱۹۶۶ء میں چلاس سے بیس پچیس کلومیٹر کے فاصلہ پر تھور نالہ میں آپ کا تبادلہ ہوا۔ احمدیت کی بنا پر وہاں آپ کی مخالفت ہوئی اور غالباً اکتوبر ۱۹۶۷ء میں جب آپ سکول میں ہی رہائش پذیر تھا آپ پر رات کو حملہ کیا گیا اور دشمنوں نے آپ کو نماز پڑھنے کی حالت میں جائے نماز پر ہی ذبح کر دیا اور یوں یہ سادہ مزاج، نیک فطرت، نرم دل اور تہجد گزار مخلص احمدی اس دنیائے فانی سے رخصت ہوا۔ انا للہ و انا

الیہ راجعون۔

حملہ آوروں نے آپ کو شہید کرنے کے بعد نعش کو تھور نالہ میں بہا دیا۔ مکرم خواجہ برکات احمد صاحب محلّہ ناصر آباد ربوہ بیان کرتے ہیں کہ ”خاکساران دونوں علاقہ داریل میں رہائش پذیر تھا۔ اطلاع ملنے پر تھور نالہ پہنچا۔ مقامی نمبردار شیر غازی کے تعاون سے مرحوم کی نعش تلاش کی گئی۔ چلاس پولیس کو اطلاع کی گئی تھی اس لئے وہ بھی ہمراہ تھی۔ سکول سے ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گہری جگہ صرف آپ کے پاؤں کی انگلیاں دکھائی دیں جن پر سے گوشت گل گیا تھا۔ نعش نکالی گئی اور سکول کے احاطہ میں ہی آپ کی تدفین کی گئی۔ بعدہ ملزمان پکڑ لئے گئے مگر معمولی سزا کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا“۔ دنیا میں تو بعض اوقات معمولی سزا ہی ملتی ہے اور دنیا کی سخت سزا بھی اس سزا سے بہت معمولی ہے جو قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی طرف سے دی جائے گی۔

پسماندگان: آپ غیر شادی شدہ تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی محمد عبداللہ صاحب مقبوضہ کشمیر میں بطور مربی سلسلہ کام کر رہے ہیں۔

مکرم چودھری حبیب اللہ صاحب آف قبولہ

مکرم چودھری حبیب اللہ صاحب آف چک حسن آرائیں۔ تاریخ شہادت ۱۳ رجون ۱۹۶۹ء۔ آپ پانچ بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے اور اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے جس کی وجہ سے رشتہ داروں سمیت پورا گاؤں آپ کی مخالفت کرتا تھا۔ آپ کے والدین نے احمدیت قبول کرنے کے جرم میں آپ کو گھر سے نکال دیا تو ساہیوال میں آ کر اپنے برادر نسبتی کے ہاں رہنے لگے جہاں آپ محنت مزدوری کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد ان کی والدہ ان کو واپس اپنے گاؤں ”چک حسن آرائیں“ تحصیل عارف والا ضلع پاکپتن میں لے گئیں۔ آپ کے والد صاحب، والدہ اور دیگر اقرباء آپ پر زور دینے لگے کہ احمدیت چھوڑ دیں۔ آپ کو اس جرم میں اکثر مارا پیٹا جاتا مگر آپ نے نہ بوڑھے والدین کی خدمت سے منہ موڑا، نہ احمدیت سے۔

اسی دوران آپ کے والد صاحب کی وفات ہوگئی۔ آپ نے تجہیز و تکفین کا مکمل انتظام کیا مگر آپ نے اپنے غیر احمدی والد کا جنازہ نہ پڑھا جس سے آپ کے غیر احمدی چچا اور دیگر اقرباء نے بڑا شور کیا اور آپ کی مخالفت کھلے عام ہونے لگی۔ اس گاؤں کے مولوی کو آپ کئی دفعہ بحث میں

لاجواب کر چکے تھے۔ اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور آپ کی مخالفت کی آگ خوب بھڑکائی۔ چنانچہ وہ آپ کے چچازاد بھائیوں کے ساتھ مل کر منصوبے بنانے لگا۔ آپ نے شریعت کے مطابق اپنے والد صاحب کی زمین کا حصّہ اپنی پانچوں بہنوں کو دیا تو بھی آپ کے چچازاد برہم ہوئے اور کہنے لگے تم نے انہیں ہمارے سروں پر بٹھا دیا ہے۔ جب آپ نے قرآن وسنّت کا حوالہ دیا تو کہنے لگے کہ تم کہاں کی شریعت کی باتیں کرتے ہو تم خود مرزائی ہو۔

اپنے گاؤں سے قریبی قصبہ ''قبولہ'' میں آپ کا بُک ڈپو تھا اور آپ قبولہ جماعت کے امام الصلوٰۃ مقرر تھے۔ آپ معمول کی نمازیں اور نماز جمعہ قبولہ میں ہی ادا کرتے تھے۔

واقعہ شہادت: ۱۳ رجون ۱۹۶۹ء کو جب آپ قبولہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد واپس گاؤں میں آئے تو ان کی اہلیہ نے کہا آج زمین پر نہ جانا۔ میں نے سنا ہے کہ آج مخالفوں نے آپ سے لڑائی کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ مگر آپ نے کہا جب میں نہیں لڑوں گا تو وہ خواہ مخواہ کیسے لڑیں گے۔ چنانچہ آپ خالی ہاتھ اپنی زمینوں کی طرف چل پڑے۔

جمعہ کے روز پانی لگانے کی ان کی باری تھی مگر آپ کے ایک بہنوئی نے ان کا پانی اپنی زمینوں کو لگا لیا۔ آپ نے جا کر دیکھا تو اپنے ایک مزارعہ کو جو برہم ہو رہا تھا کہا ''یہ بھی تو اپنے ہی کھیت ہیں، انہیں پانی لگا دو'' پھر خود وہیں نالے پر وضو کرنے لگ گئے۔ نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ ابھی وضو کر کے واپس کھیتوں میں جا رہے تھے کہ ان کی چچازاد اور چند دوسرے مخالف للکارتے ہوئے لاٹھیوں سے مسلح ہو کر حملہ آور ہوئے۔ آپ چونکہ گتکے کے ماہر تھے اس لئے ان سے ہی ایک لاٹھی چھین کر اپنا دفاع کرنے لگے۔ آپ کے ایک بہنوئی نے جب یہ دیکھا تو وہ برچھی سے ان پر حملہ آور ہوا۔ برچھی آپ کے پیٹ میں لگی جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ آپ کے ایک کزن جو آپ کی مدد کو آئے تھے، انہیں بھی برچھی لگی۔

اس دوران جب کہ آپ زخمی ہو کر زمین پر گرے پڑے تھے، گاؤں سے آپ کی برادری کی ایک منافق عورت جو گاؤں میں نیک بی بی کے نام سے مشہور تھی (زہر ملا) دودھ کا گلاس لائی اور شہید مرحوم کے منہ سے لگا دیا کہ پی لو۔ شہید مرحوم نے اس دودھ کے چند گھونٹ پی لئے۔ آپ کو ہسپتال پہنچانے کے لئے لوگ اٹھا کر شہر کی طرف لے جا رہے تھے کہ آپ رستہ میں ہی شہید ہو گئے۔ بوقت

شہادت آپ کی عمر اکتیس سال تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد میں پوسٹ مارٹم رپورٹ سے یہ بات سامنے آئی کہ آپ کو دودھ میں اس بظاہر نیک بی بی نے زہر ملا کر دیا تھا۔ کیونکہ پوسٹ مارٹم میں وہ زہر نکل آیا۔

مکافات عمل: جس عورت نے شہید مرحوم کو زخمی ہونے کی حالت میں دودھ میں زہر ملا کر پلایا تھا بعد میں وہ پاگل ہوئی اور لوگ اس کی نزدیک بھی نہیں آتے تھے۔ وہ اسی حالت میں مرگئی اور اس کو بغیر غسل دیئے اسی حالت میں دفن کر دیا گیا۔ باقی ظالموں کا حال معلوم نہیں۔

پسماندگان میں بیوہ مکرمہ صدیقہ بیگم کے علاوہ تین بیٹیاں اور چار بیٹے چھوڑے۔ تینوں بیٹیاں مکرمہ امتہ السلام صاحبہ۔ مکرمہ خالدہ پروین صاحبہ اور مکرمہ آنسہ طلعت صاحبہ شادی شدہ ہیں۔ ایک بیٹا مکرم محمد اقبال صاحب لاہور میں الیکٹرونکس کی دوکان کرتے ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ دوسرے بیٹے مکرم وسیم احمد صاحب ربوہ میں لکڑی کا کام کرتے ہیں اور یہ بھی شادی شدہ ہیں۔ تیسرے بیٹے مکرم ناصر احمد مظفر صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ میں کیشیئر ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں۔ اور چوتھے بیٹے مکرم محمود احمد صاحب گڈز ٹرانسپورٹ کا بزنس کرتے ہیں، ربوہ میں رہتے ہیں اور یہ بھی ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔ شہید مرحوم مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب سابق مبلغ جاپان کے خالو تھے۔

مکرم سید مولود احمد صاحب بخاری کوئٹہ

مکرم سید مولود احمد بخاری شہید ولد سید محمود احمد صاحب کوئٹہ یوم شہادت: ۹ رجون ۱۹۷۴ء۔ سے ہی کوئٹہ میں مولویوں نے مساجد میں جماعت کے خلاف منافرت انگیز اور شر پھیلانے والی تقاریر کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ جب کہ سید مولود احمد شہید اپنے والدین کے ساتھ کوئٹہ کے نواحی گاؤں میں رہائش پذیر تھے۔ صبح کے وقت سکول میں ملازمت کرتے اور شام کے وقت پڑھائی کرتے اور بی۔ اے کی تیاری کرتے تھے۔ ۸ رجون کو مفتی محمود نے ان کے گھر کے قریب کی مسجد میں اشتعال انگیز تقریر کی۔ چنانچہ ۸ رجون اور ۹ رجون کی درمیانی رات ڈیڑھ بجے چند افراد صحن کی دیوار پھلانگ کر اندر آئے۔ اس وقت مولود شہید کی آنکھ کھل گئی۔ اس کی چیخ و پکار کی آواز سن کر اس کی بہن سیما بھی جاگ اٹھی۔ اس نے چور سمجھا اور شور ڈالا تو صحن میں واقع سٹور میں چھپا ہوا ایک شخص نکلا اور دوسرا لیٹرین سے نکل بھاگا اور تیسرا جو صحن میں تھا باہر کا دروازہ کھول کر بھاگ گیا۔ اتنے میں باقی افراد خانہ

بھی جاگ اٹھے۔ شہید اور اس کے بھائیوں نے سمجھا کہ یہ چور ہیں، ان کو پکڑنا چاہئے۔ لہذا وہ باہر سڑک پر آ گئے۔ شر پسند جن کی تعداد سات بتائی جاتی ہے وہ ساتھ والی تنگ اور چھوٹی سی گلی سے نکلے۔ ایک نے مولود احمد کو بغلوں میں ہاتھ ڈال کر کمر کی طرف سے پکڑ لیا۔ اور باقی لوگوں نے خنجروں سے اس پر وار کر کے شدید زخمی کر دیا۔ شہید کے بڑے بھائی ڈاکٹر سید مقصود احمد صاحب اور سب سے چھوٹے بھائی سید مظفر احمد صاحب جو اس وقت گیارہ بارہ سال کے تھے، وہاں پہنچے۔ دشمنوں نے اندھیرے میں ڈاکٹر مقصود احمد صاحب اور سیّد مظفر احمد شاہ پر بھی خنجروں سے وار کئے اور وہ دونوں بھی زخمی ہو گئے۔ اتنے میں ان کے والد اور ان کی بہن بھی موقع پر پہنچے۔ اس وقت مولود شہید زخموں کی تاب نہ لا کر گر رہا تھا۔ ان دونوں نے اسے سنبھال لیا اور تینوں زخمیوں کو اٹھا کر گھر لے گئے۔

شہید کو اکیس زخم آئے جو دل اور بغل میں تھے۔ گھاؤ بہت گہرے اور دہان زخم کھلے تھے اور نیچے دل نظر آ رہا تھا۔ باقی دونوں زخمیوں کو ہسپتال لے جایا گیا۔ پھر آپریشن ہوا۔ ڈاکٹر مقصود کو دو بوتل اور سید مظفر احمد کو چودہ بوتلیں خون دیا گیا۔ مولود کی شہادت کے وقت عمر اٹھارہ سال تھی۔ مولود شہید کو پولیس کی ہدایت پر مسجد احمدیہ کوئٹہ میں دفن کیا گیا۔ سید مولود احمد صاحب غیر شادی شدہ تھے۔ آپ کے بڑے بھائی سید مقصود احمد صاحب اس وقت بہت سے اہم جماعتی عہدوں پر فائز ہیں۔ چھوٹے بھائی سید مشہود احمد صاحب آج کل جاپان میں ہیں اور مختلف عہدوں پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ سب سے چھوٹے بھائی سید مظفر احمد صاحب بھی مختلف جماعتی خدمات بجالاتے ہیں۔ بڑی بہن امۃ الرشید انجم صاحبہ اور چھوٹی بہن مکرمہ امۃ الکریم صاحبہ سمن آباد لاہور میں رہتی ہیں۔

آپ پر حملہ کرنے والوں کی تعداد سات تھی۔ کچھ عرصہ بعد ان حملہ آوروں میں سے دو کا دوپہر کے وقت کسی بات پر ایک ہوٹل میں جھگڑا ہوا۔ وہ لڑتے ہوئے باہر سڑک پر نکل آئے اور خنجروں سے ایک دوسرے پر وار کئے اور سڑک پر گر گئے۔ پولیس نے آ کر جب ان کو اٹھایا تو ایک کی گردن کا کچھ حصہ جسم سے جڑا ہوا تھا اور باقی سر لٹک رہا تھا۔ دوسرا ہسپتال لے جاتے ہوئے مر گیا۔ سڑک پر موجود لوگ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ایک شخص مولود شہید پر حملہ کے دوران اندھیرے کے باعث اپنے ساتھیوں ہی کے خنجروں سے زخمی ہوا اسے خفیہ طور پر علاج کے لئے کوئٹہ سے باہر لے جایا گیا لیکن علاج کی مناسب سہولت نہ ہونے کی وجہ سے اس کے زخم خراب ہو گئے۔ اور وہ اسی حالت میں

مر گیا۔(تلخیص از مراسلہ امۃ الکریم سیما صاحبہ ہمشیرہ شہید مرحوم)

مکرم محمد فخر الدین بھٹی صاحب ایبٹ آباد

شہادت مکرم محمد فخر الدین بھٹی صاحب۔تاریخ شہادت:۱۱ر جون ۱۹۷۴ء۔مکرم محمد فخر الدین بھٹی صاحب ۱۹۱۸ء میں گجرات کے ایک قصبہ جلال پور جٹاں میں پیدا ہوئے۔ابھی چار پانچ سال کے تھے کہ والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔آپ نے میٹرک کا امتحان دیا تو والد بھی فوت ہو گئے۔آپ نے پہلے فوج میں اور پھر پولیس کے محکمہ میں ملازمت کی، بعد میں تجارت بھی کرتے رہے۔آخر ضلع ہزارہ کے ایک قصبہ میں ملازمت شروع کردی اور باقی زندگی ایبٹ آباد میں ہی گزاری۔ جب ۱۹۷۴ء میں احمدیوں کے خلاف ہنگامے شروع ہوئے۔تو آپ نے نہ صرف اپنے گھر والوں کو بلکہ دوسرے احمدیوں کو بھی بہت حوصلہ دیا۔

۱۱ر جون ۱۹۷۴ء کو حالات بہت خراب تھے۔آپ دفتر گئے تو کچھ دوستوں کے مجبور کرنے پر واپس گھر چلے گئے۔اُس روز شہر میں اشتعال بہت زیادہ پھیل گیا تھا اور جلسے جلوس ہو رہے تھے۔آپ کے ایک بیٹے کے دوست جو فوج میں تھے،انہوں نے ایک ٹرک بھیجا کہ اپنا قیمتی سامان لے کر ان کے ہاں آجائیں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ بیوی نے چلنے پر اصرار کیا تو کہنے لگے کہ اگر تم گھبرا گئی ہو تو بچوں کو لے کر جہاں جانا چاہو چلی جاؤ، میں تو کہیں نہیں جاؤں گا۔ پھر آپ نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل کے واقعات بیان کئے کہ انہوں نے پتھروں کی بارش میں بھی مسکراتے ہوئے جان دیدی اور دشمن کے سامنے سر نہ جھکایا۔

آپ کی بیٹی مکرمی روبینہ خلیل صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ شام ساڑھے چار بجے ایک بہت بڑا جلوس گھر پر حملہ آور ہوا اور گیٹ توڑ کر اندر آ گیا پھر اندرونی دروازہ توڑنے کی کوشش شروع کی تو شہید مرحوم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ دروازے کو اندر سے سہارا دیئے کھڑے رہے۔ جب آدھا دروازہ ٹوٹ گیا تو آپ نے مجبوراً ہوائی فائرنگ کی جس سے جلوس بھاگا اور باہر نکل کر چاروں طرف سے گھر پر شدید پتھراؤ شروع کر دیا۔ جب کھڑکیوں اور روشندانوں کے شیشے ٹوٹ گئے تو اہل خانہ نے صحن کے درخت کے ذریعے ہمسایوں کے گھر میں چھلانگ لگادی۔ اس پر جلوس نے بہت شور مچایا اور ایک لڑکا حملہ کرنے کے لئے چھت پر چڑھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرسکتا،شہید مرحوم نے

اُسے گولی ماردی اور اُس کی لاش جلوس کی طرف پھینک دی۔ اس کے بعد کسی اور کو چھت پر چڑھنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن اب ہمسایہ کے گھر پر بھی پتھراؤ شروع ہو گیا اور شہید مرحوم اکیلے اپنے گھر کے صحن میں کھڑے رہ گئے۔

بیوی بچے ہمسایوں کے ایک غسلخانے میں بند ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہمسایہ نے اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کو جیپ میں باہر بھجوا دیا اور بعد میں دشمن کو کہہ دیا کہ فخر الدین کے بیوی بچے بھی اُنہی کے ساتھ نکل گئے ہیں۔ مشتعل ہجوم فخر الدین بھٹی صاحب کے گھر پر دوبارہ حملہ آور ہوا تو شہید مرحوم کے پاس گو پستول تو تھا لیکن گولیاں ختم ہو گئی تھیں جب بپھرا ہوا ہجوم آپ پر ٹوٹ پڑا۔ آپ کے گھر کو آگ لگا دی اور آپ کو آگ میں پھینکا گیا لیکن آپ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ جب بے بس ہو گئے تو ہجوم آپ کو مارتا ہوا میدان میں لے گیا۔ آپ کلمہ شہادت پڑھتے تو دشمن کہتا کہ اب تو موت کے ڈر سے مسلمان ہو رہا ہے لیکن ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے۔ آپ جواب دیتے کہ میں موت سے نہیں ڈرتا، تم نے جو کرنا ہے کرو، میں خدا کے فضل سے پکا مسلمان ہوں اور کافر تم ہو۔ کچھ لوگوں نے جب آپ کو بچانے کی کوشش کی تو انہیں بھی پتھر مارے گئے۔ اس پر آپ نے ہاتھ کے اشارے سے اُن لوگوں کو پیچھے چلے جانے کو کہا۔ ظالم پتھروں، چاقوؤں اور ڈنڈوں سے آپ پر وار کرتے رہے اور اسی طرح یہ بے خوف مجاہد کلمہ پڑھتے پڑھتے شہید ہو گیا۔ جب آپ پر پتھر برسائے جا رہے تھے تو آپ نے ایک دفعہ بھی اپنے چہرے کو بچانے کے لئے ہاتھوں سے چھپانے کی کوشش نہ کی۔ دشمن حیران تھا کہ اس شخص نے اتنی چوٹیں کھانے کے باوجود بھی ''اُف'' تک نہ کی۔ بعد میں یہی کہتے پھرتے تھے کہ یہ شخص لاکھوں میں ایک تھا، بہت ایماندار، مخلص اور خوبیوں والا تھا بس ایک ہی کمی تھی کہ یہ مرزائی تھا۔

پھر ظالموں نے پروگرام بنایا کہ آپ کی لاش کو چوک میں لے جا کر پھانسی دیدی جائے۔ تب ایک شدید مخالف نے اس وقت عقل سے کام لیا اور آگے بڑھ کر دشمن کو اس حرکت سے منع کیا۔ اتنے میں پولیس آپ کی لاش کو ایک چارپائی پر ڈال کر اٹھا لے گئی۔ ان کا ایک وفادار کتا ان کی لاش کے گرد گھومتا رہا اور تین دن بھوکا رہنے کے بعد اس نے بھی صدمے سے جان دیدی۔

شہید کو راولپنڈی لے جا کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ جو کتے کی موت ہے یہ بھی اپنے مالک

سے وفاداری ظاہر کرتی ہے۔لیکن انسان بدنصیب کو خدا کا وفادار ہونا نصیب نہیں۔

مکرم محمد زمان خان صاحب اور مکرم مبارک احمد خان صاحب بالا کوٹ

مکرم محمد زمان خان صاحب اور مکرم مبارک احمد خان صاحب پوڑی، بالا کوٹ تاریخ شہادت ۱۱؍جون ۱۹۷۴ء۔مکرم سید بشیر احمد صاحب آف پھگلہ کے بیان کے مطابق مکرم محمد زمان صاحب اوران کے بیٹے مبارک احمد خان صاحب کو دشمنان احمدیت نے ۱۱؍جون ۱۹۷۴ء کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا تھا۔ان کی نعشوں کی بے حرمتی کی گئی۔ان کے گھر بار جلا دئے گئے اور ایک نعش کو بھی پٹرول چھڑک کر جلا دیا گیا۔

مکرم محمد زمان خان صاحب کے تین بیٹے منیر احمد خان صاحب،منور احمد خان صاحب اور محمود احمد خان صاحب ایم۔اے بقید حیات ہیں۔مکرم محمود احمد صاحب ملازمت کرتے ہیں اور منیر احمد صاحب اور منور احمد صاحب کامیابی کے ساتھ ٹھیکیداری کرتے ہیں۔چند ہفتے قبل مکرم بشیر احمد شاہ صاحب آف پھگلہ اور مکرم ناظر صاحب اصلاح وارشاد مرکزیہ ان کو مل کر آئے ہیں۔مکرم محمد زمان خان صاحب کی اہلیہ ابھی زندہ ہیں اور ماشاءاللہ بڑی صابروشاکرہ اور باہمّت خاتون ہیں۔

مکرم سیٹھی مقبول احمد صاحب جہلم

سیٹھی مقبول احمد صاحب،جہلم۔تاریخ شہادت ۲؍جولائی ۱۹۷۴ء۔آپ ۱۹۴۲ء میں سیٹھی محمد اسحاق صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ کے والد انتہائی مخلص،نڈر اور بہت جوشیلے احمدی تھے اور وفات تک زعیم انصاراللہ جہلم تھے۔آپ کے دادا میاں محمد ابراہیم صاحبؓ ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم میں شائع شدہ ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں آپ کا نام ۲۰۵ نمبر پر تحریر فرمایا ہے۔آپ کی دادی جان بھی صحابیہ تھیں۔اسی طرح آپ کے نانا مکرم شیخ فرمان علی صاحب بھی صحابی تھے۔یعنی آپ ہر لحاظ سے نجیب الطرفین تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم جہلم میں حاصل کی پھر بی۔اے تک تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طالبعلم رہے۔پھر جہلم میں مقبول شُو سٹور کے نام سے ذاتی کاروبار شروع کیا۔

آپ کی شادی ۱۹۷۴ء میں مردان کے ایک احمدی خاندان میں مشتاق احمد صاحب کی ہمشیرہ سے ہوئی۔

واقعہ شہادت: ۲۹رمئی ۱۹۷۴ء کے ربوہ ریلوے سٹیشن کے واقعہ کے بعد جہلم شہر میں بھی

شرانگیزی کا سلسلہ شروع ہوگیا اور مولوی ہر روز لاؤڈ سپیکروں پر جماعت اور بانی جماعت کے خلاف زہر اگلنے لگے۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء کے پُرآشوب حالات میں جہلم شہر میں ایک اوباش نوجوان قتل ہوا تو مولویوں نے قتل کا الزام احباب جماعت پر لگا کر جماعت کے خلاف مزید اشتعال انگیزی شروع کردی۔ مساجد کے سپیکروں اور بازاروں میں قتل وغارت اور لوٹ مار کے بار بار اعلانات کئے گئے۔ ایک احمدی سیٹھی عطاء الحق صاحب ایڈووکیٹ کو بھی قتل کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔ اس اشتعال انگیزی کے نتیجہ میں احمدی احباب کے چار گھرانوں اور اڑتالیس (۴۸) کاروباری مراکز کو لُوٹا گیا اور بعد میں آگ لگادی گئی۔ جب چار دکانوں کو آگ لگائی گئی تو مخالفین کی ملحقہ کچھ دکانیں بھی آگ کی لپیٹ میں آگئیں۔ جس پر وقت کے ایس۔ پی چودھری محمد رمضان نے اعلان کیا کہ اب آگ نہ لگائیں اس طرح مسلمانوں کی دکانوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے، صرف سامان لُوٹیں۔ ایک دکان کا تالا ایس۔ پی نے خود اپنے پستول سے فائر کر کے توڑا اور دکان لوٹی۔ اسی دوران اسلحہ بردار جلوس پولیس کی نگرانی میں سیٹھی مقبول احمد صاحب کے گھر حملہ آور ہوا اور اندھا دھند فائرنگ کر کے سیٹھی مقبول احمد صاحب کے دو بھائی اور بھاوجہ کو شدید زخمی کردیا۔ ان کے بھائی سیٹھی محبوب احمد صاحب کی ایک آنکھ ہمیشہ کے لئے ضائع ہوگئی۔

جلوس دروازہ توڑ کر گھر کے اندر داخل ہوگئے اور سیٹھی مقبول احمد صاحب جلوس کی فائرنگ کی زد میں آکر موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ورثا: شہید مرحوم شہادت کے وقت بیوہ اور ایک بیٹا ممتاز احمد سیٹھی جس کی عمر دو سال تھی چھوڑ گئے۔ اور شہادت کے دو ماہ بعد دوسرا بیٹا مقبول ثانی پیدا ہوا جو کہ آج کل رشیا میں میڈیکل فائنل ائیر میں پڑھ رہا ہے۔ بڑا بیٹا ممتاز احمد سیٹھی آسٹریلیا میں یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کررہا ہے۔ ان کے بھائی محبوب احمد سیٹھی صاحب نے ان کی شہادت کے بعد ان کی بیوہ سے شادی کرلی اور بچوں کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کا سیکرٹری نشر و اشاعت مولوی حافظ محمد اکرم جو کہ جہلم شہر میں اشتعال انگیزی میں پیش پیش تھا اسے ذیابیطس کی بیماری لگی۔ جسم گلنا سڑنا شروع ہوگیا۔ بیوی بچوں نے چھوڑ دیا، کوئی تیمارداری کرنے والا نہ تھا۔ اسلام آباد میں ایک مکان میں اس کی وفات ہوئی جس کا تین

چار دن بعد علم ہو۔ جسم سے شدید بد بو آ رہی تھی۔ لاش کسی نے جہلم پہنچائی تو اس کے بیوی بچوں اور سسر نے لاش قبول نہ کی اور کہا کہ اس قسم کے سیاہ کار شخص کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ گھر سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر مولویوں نے جنازہ پڑھا کر لاش اس کے آبائی گاؤں سمندری ضلع فیصل آباد بھجوادی۔

اس کے علاوہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر مولوی عبدالغفور کے جسم پر بھی ذیابیطس کے پھوڑے نکلے اور جسم میں کیڑے پڑ گئے اور بعد ازاں اسی بیماری کے ساتھ مرا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کا جنرل سیکرٹری ناصر فدا ۲۳؍مارچ ۱۹۷۴ء کو یوم مسیح موعودؑ کے جلسہ کے موقع پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد احمدیہ جہلم پر حملہ آور ہوا۔ اُس نے حقارت سے ٹھوکر مار کر مسجد کے بیرونی دروازہ کو کھولا جس سے اسی وقت اس کے پاؤں کے ناخن میں تکلیف ہوئی جو کینسر میں تبدیل ہوگئی جس کی وجہ سے تین دفعہ اس کی ٹانگ کاٹنی پڑی۔ آخر اسی بیماری کے عذاب سہتا ہوا مر گیا۔

پروفیسر عباس بن عبدالقادر صاحب حیدرآباد

پروفیسر عباس بن عبدالقادر صاحب: تاریخ شہادت ۲؍ستمبر ۱۹۷۴ء۔ آپ بھاگلپور کے رہنے والے تھے۔ 1947ء میں تقسیم ملک کے بعد لاہور میں سکونت اختیار کی پھر حیدرآباد سندھ چلے گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔ آپ کے والد ماجد پروفیسر سید عبدالقادر صاحبؓ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے تھے جو حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی تھے۔ عباس شہید بوقت شہادت گورنمنٹ کالج حیدرآباد میں پروفیسر تھے۔ اس سے پہلے آپ تعلیم الاسلام کالج میں بھی پروفیسر رہے۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ سب کو جماعت سے متعارف کروانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ آپ کی شہادت کی ظاہری وجہ بھی کثرت سے تبلیغ کرنا ہی بنی۔ ساری عمر بے داغ بسر کی اور اعلیٰ اخلاق کے حامل رہے۔

واقعہ شہادت: ۲؍ستمبر ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ رات دس بجے آپ کسی دوست کے گھر سے واپس آرہے تھے کہ ایک شخص نے آپ پر پستول سے فائر کر کے شہید کر ڈالا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس سے قبل جمعہ کا دن تھا۔ اس دن آپ نے اپنے چندے کی مکمل ادائیگی کی۔ یہی بات

میں نے ابھی سمجھائی ہے کہ جماعت کو کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ موت کب ہونی ہے۔ان کو تو معلوم ہوتا ہے یہ تصرف الٰہی کے تابع سمجھایا گیا تھا کہ آج اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاؤں ، چندہ تو ادا ہو جائے۔چنانچہ اگلے روز ہی مولیٰ کریم کا بلاوا آ گیا۔

ورثا: آپ کی اہلیہ حُمدیٰ بیگم خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور اپنے دو بیٹوں حماد اور عمار کے ساتھ آج کل امریکہ میں مقیم ہیں۔ان کے علاوہ آپ نے چند بیٹیاں بھی چھوڑ دیں۔ بڑی بیٹی مریم ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب شہید کے بیٹے مسلم کی بیوی ہیں اور ناروے میں مقیم ہیں۔ دوسری بیٹی بسینی امریکہ میں سردار رفیق احمد صاحب انجینئر کی اہلیہ ہیں۔تیسری بیٹی بشریٰ عباس ہیں جو مکرم نصیر احمد سلیمان صاحب کے ساتھ بیاہی ہوئی ہیں اور ٹورانٹو (کینیڈا) میں مقیم ہیں۔ چوتھی عامرہ عباس صاحبہ اپنے بھائی عمّار کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئیں۔عامرہ کی شادی امریکہ میں مقیم ڈاکٹر فیروز پڈر صاحب سے ہوئی ہے جو ناصر آباد مقبوضہ کشمیر کے باشندے ہیں۔ان کے جڑواں بھائی عمار کی شادی عنقریب ہونے والی ہے انشاءاللہ۔

مکرم ماسٹر ضیاءالدین ارشد صاحب ربوہ

ماسٹر ضیاءالدین ارشد صاحب: یوم شہادت: ۲۹ رستمبر ۱۹۷۴ء۔آپ ۲۰ /اکتوبر ۱۹۱۰ء کو مڈھ رانجھا میں پیدا ہوئے۔ 15 سال تک محلّہ دارالبرکات کے صدر رہے۔مئی ۷۴ء میں ہنگامے شروع ہوئے تو ربوہ کے بہت سے بے گناہ شہریوں کو پولیس نے دھوکہ سے پکڑ کر سرگودھا جیل میں ڈال دیا۔ جہاں انہیں مختلف اذیتیں پہنچائی جاتی رہیں۔ان اسیران میں ماسٹر صاحب کا بیٹا اور نواسہ بھی شامل تھے۔ایک روز آپ ان سے ملاقات کے لئے ایک وفد کے ساتھ سرگودھا گئے۔جب واپس آنے کے لئے سرگودھا ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو وہاں چند نقاب پوشوں نے احمدیوں پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجہ میں ۹۔افراد شدید زخمی ہو گئے۔ماسٹر صاحب بھی ان زخمیوں میں شامل تھے۔آپ کے سر پر گولی لگی۔

فائرنگ کے بعد جب نقاب پوش فرار ہو گئے تو احمدیوں نے اپنے زخمی ساتھیوں کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالنا شروع کیا لیکن پولیس نے کہا کہ جب تک رپورٹ درج نہیں ہو جاتی ،زخمیوں کو کہیں نہیں لے جایا جاسکتا۔ چنانچہ زخمیوں کو گاڑی سے نیچے اتارا گیا اور رپورٹ درج کروائی گئی۔ جو زیادہ

زخمی تھے انہیں سرگودھا ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا۔ ماسٹر صاحب بھی تین ہفتے سرگودھا ہسپتال میں رہے۔ پھر آپ کو جنرل ہسپتال لاہور منتقل کیا گیا مگر ڈاکٹر ان کے سر سے گولی نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ کچھ عرصہ بعد انہیں فضل عمر ہسپتال ربوہ منتقل کیا گیا جہاں آپ ۲۹ رستمبر ۱۹۷۴ء کو وفات پا گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

آپ نے پسماندگان میں پانچ بیٹیاں اور چھ بیٹے چھوڑے جو پاکستان کے علاوہ کینیڈا، سویڈن وغیرہ میں آباد ہیں۔

مکرم عبدالحمید صاحب کنری

عبدالحمید صاحب۔ کنری۔ تاریخ شہادت ۳ را کتوبر ۱۹۷۴ء۔ ۳ را کتوبر ۱۹۷۴ء کو جماعت اسلامی کی تحریک پر مکرم ڈاکٹر رشید احمد صاحب کے بارہ میں ایک سوچی سمجھی سکیم تیار کر کے یہ مشہور کر دیا گیا کہ انہوں نے قرآن کریم جلا دیا ہے۔ ۳ را کتوبر کو جماعت کے خلاف نکالا جانے والا جلوس جو طالب علموں، شہر کے اوباشوں اور غنڈوں پر مشتمل تھا اور ان کی پشت پناہی جماعت اسلامی اور پولیس کر رہی تھی۔ ڈاکٹر رشید صاحب کے کلینک پر حملہ آور ہوا اور اسے مکمل تباہ کیا، پھر ان کے مویشیوں کے باڑے کو آگ لگا دی۔ محترم عبدالحمید صاحب مویشیوں کو بچانے کے لئے اور انہیں کھولنے کے لئے آگے بڑھے تو ہجوم میں سے کسی نے ان پر گولی چلا دی اور وہ وہیں شہید ہو گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون.** شہید مرحوم غیر شادی شدہ تھے۔ پسماندگان میں والدین اور بہن بھائی تھے۔ آپ کے والد مکرم سردار احمد صاحب ۱۹۸۷ء میں وفات پا گئے۔

مکرم بشارت احمد صاحب آف تہال

بشارت احمد صاحب۔ تہال ضلع گجرات: تاریخ شہادت ۷ را کتوبر ۱۹۷۴ء۔ بشارت احمد صاحب ولد غلام حسین صاحب یکم نومبر ۱۹۴۸ء کو موضع تہال ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔ مرحوم کے چار بھائی تھے اور ایک بہن تھی۔ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ نے تہال سے پرائمری پاس کی اور ساتھ ہی قرآن کریم ناظرہ بھی پڑھ لیا۔ بعد ازاں ۱۹۶۶ء میں میٹرک کے بعد آپ فوج میں بھرتی ہوئے۔

۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف ملک گیر تحریک کے دوران تہال بھی لپیٹ میں آ گیا

اور گردونواح کے چھ گاؤں تہال پر حملہ آور ہوئے احمدیوں کے گھر جلائے گئے، اس سے پہلے سامان لوٹا گیا، مال مویشی چھینے گئے اور عام لوٹ کھسوٹ کی گئی۔ان سنگین حالات کو دیکھ کر ایس۔ پی چیمہ صاحب نے نہایت دلیری سے ان شر پسندوں کو روکا بلکہ اس ہنگامہ میں بلوائیوں میں سے دو مارے بھی گئے۔مخالفت وقتی طور پر تو کچھ سرد پڑ گئی مگر چنگاریاں اندر ہی اندر سلگتی رہیں۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں تقریباً چار بجے تنویر احمد اور بشیر احمد جو شہید مرحوم کے بھتیجے تھے، روتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ان بچوں نے آ کر بتایا کہ چند غیر احمدی لڑکے راستہ میں تھے انہوں نے ہمیں مرزائی مرزائی کہنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی پتھراؤں بھی کیا اور ہم مشکل سے جان بچا کر نکلے ہیں۔مکرم بشارت احمد صاحب سے برداشت نہ ہوسکا۔اٹھے کہ میں ان کے گھر والوں کو کہتا ہوں کہ یہ کیا شرافت ہے کہ ہمارے بچوں کو بھی گلی میں سے نہیں گزرنے دیتے، اپنے بچوں کو سمجھاؤ۔سب نے روکا آپ نہ جائیں، حالات خراب ہیں مگر آپ نہ مانے اور کہا کہ میں ان کو محض کہنے جارہا ہوں کون سی لڑائی کرنی ہے، کچھ نہیں ہوتا اور اتنا دب کر کیوں رہیں، جو رات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں آسکتی۔ چنانچہ آپ ان بچوں کے گھر گئے اور ان کے والدین کو سمجھانے لگے کہ دیکھیں یہ طریق درست نہیں ہے۔ان بچوں کی والدہ بولی تو کافر ہے ہمارے گھر سے نکل جا۔تو نے ہمارا صحن ناپاک کر دیا ہے۔آپ باہر نکلے ہی تھے کہ منصوبہ کے مطابق وہ لوگ جو چھپ کر مسلح بیٹھے تھے پیچھے سے نکل آئے اور آتے ہی آپ پر اندھا دھند لاٹھیوں کے وار کرنے شروع کر دئے۔ایک لاٹھی آپ کے سر پر لگی جس سے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور حملہ آور بھاگ گئے۔آپ کے اقرباء کو جب پتہ چلا تو فوراً موقع واردات پر پہنچے۔آپ میں ابھی زندگی کی رمق موجود تھی چنانچہ آپ کو ہسپتال پہنچایا گیا مگر آپ زخموں کی تاب نہ لا کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ورثا: آپ اپنے پیچھے ایک بیٹی اور بیوہ چھوڑ گئے۔بیٹی کی اب شادی ہو چکی ہے۔

مکافات عمل: جس خاندان نے مکرم بشارت احمد صاحب کو شہید کیا تھا ان کا ایک بیٹا ریل سے گر کر مر گیا اور اس کی لاش کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔جس وقت اس کی نعش گاؤں لائی گئی تو اس میں سے سخت بدبو آتی تھی۔اس کی بقیہ نرینہ اولاد بھی منشیات کے دھندے میں ملوّث ہوگئی اور سارا

خاندان برباد ہو گیا یعنی وہ عورت جس نے شرارت کی تھی اس کی اولاد کا یہ حال ہوا۔

چودھری عبدالرحیم صاحب اور چودھری محمد صدیق صاحب موسیٰ والا

چودھری عبدالرحیم صاحب شہید اور چودھری محمد صدیق صاحب شہید ۔ تاریخ شہادت ۲۶؍ستمبر ۱۹۷۶ء۔ چودھری عبدالرحیم صاحب ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد صاحب کا نام چودھری شاہ نواز صاحب اور والدہ کا نام حاکم بی بی صاحبہ تھا۔ شہید مرحوم پیدائشی احمدی تھے ۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی ۔ آپ کا گاؤں تلونڈی جھنگلاں قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر تھا۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے اپنے خاندان سمیت کھر ولیاں تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں رہائش اختیار کی ۔ چار سال کے بعد فیصل آباد میں سسرال کے ہاں چند سال گزارے ۔ پھر ۱۹۶۱ء میں موسیٰ والا چلے آئے کیونکہ آپ کی زمین کی الاٹمنٹ موسیٰ والا میں ہوئی تھی ۔

واقعہ شہادت: مسجد احمدیہ جو کہ ۱۹۷۴ء سے پہلے کی بنی ہوئی تھی اس میں احمدی اور غیر احمدی دونوں نماز پڑھتے تھے ۔ بعد میں ایک اور مسجد تیار کی گئی جو کہ غیر احمدیوں نے گاؤں میں ہی واقع اپنی زمین پر تعمیر کروائی ۔ فریقین نے اس میں حصہ ڈالا اور احمدی اور غیر احمدی دونوں اپنی اپنی نماز علیحدہ پڑھنے لگے ۔ گاؤں کے چند شر پسندوں اور ڈسکہ شہر سے مولویوں نے آ کر شرارتیں شروع کر دیں ۔ اندر ہی اندر انہوں نے شرارت کا منصوبہ بنایا۔ مسجد کے اردگرد آباد مقامی لوگ ایک برادری کے تھے اور آپس میں باہم رشتہ دار تھے جس کی وجہ سے ان کا یہ منصوبہ ظاہر نہ ہو سکا۔ اس طرح ۳۰؍رمضان کی رات آئی اور فیصلہ کے مطابق کہ نماز اسی عیدگاہ میں پڑھنی ہے جہاں پر غیر احمدی بھی پڑھتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد چودھری عبدالرحیم صاحب نے اپنے دو بیٹوں کو کہا کہ صفیں وغیرہ عیدگاہ لے جائیں اور ساتھ ہی خود بھی تیار ہو گئے ۔ شر پسندوں نے منصوبہ کے مطابق ان کے لڑکوں پر حملہ کر دیا ۔ چودھری عبدالرحیم صاحب اور ان کے بھائی محمد صدیق صاحب جب عیدگاہ میں داخل ہوئے تو چند افراد نے ان دونوں پر بھی کلہاڑیوں اور ڈنڈوں کے ذریعہ اچانک حملہ کر دیا جبکہ یہ دونوں خالی ہاتھ تھے ۔ چودھری عبدالرحیم صاحب زخموں کی تاب نہ لا کر ایک گھنٹہ کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے اور چند گھنٹے بعد چودھری محمد صدیق صاحب نے بھی دم توڑ دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

چودھری عبدالرحیم صاحب جماعت احمدیہ موسیٰ والا میں پہلے شہادت پانے والے خوش

نصیب ہیں۔آپ کی بیوہ امانت بی بی صاحبہ موسیٰ والا میں بقید حیات ہیں۔ان کے علاوہ آپ نے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔مکرم عبدالستار زمیندارہ کرتے ہیں۔مکرم فرزند علی صاحب آرمی ریٹائرڈ ہیں اور موسیٰ والا میں مقیم ہیں۔مکرم اصغر علی صاحب بھی آرمی ریٹائرڈ ہیں اور طاہر آباد ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔مکرم محمد یعقوب صاحب ایرفورس سے ریٹائرڈ ہیں اوراس وقت لاہور میں مقیم ہیں۔مکرم ارشد علی صاحب جرمنی میں مقیم ہیں۔بیٹیوں میں سے ایک رضیہ صاحبہ لیّہ میں اور دوسری صفیہ صاحبہ فیصل آباد میں بیاہی گئی ہیں۔

چودھری محمد صدیق صاحب کے پسماندگان میں آپ کی بیوی عائشہ بی بی صاحبہ زندہ ہیں اور موصیہ ہیں۔اولاد تین بیٹوں اور تین بیٹیوں پر مشتمل ہے۔تینوں بیٹے اکبر علی صاحب، ناصر احمد صاحب اور محمود احمد صاحب بھرو کے خورد ضلع سیالکوٹ میں زمیندارہ کرتے ہیں۔بیٹیوں میں محترمہ شریفاں بی بی صاحبہ ہارون آباد ضلع بہاولنگر میں اور سکینہ بی بی صاحبہ اور عزیزہ بی بی صاحبہ دونوں موسیٰ والا میں بیاہی ہوئی ہیں۔خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام بچے صاحب اولاد اور خوشحال ہیں۔

مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ سانگلہ ہل

رشیدہ بیگم صاحبہ۔تاریخ شہادت ۹؍اگست ۱۹۷۸ء۔قاری عاشق حسین صاحب کے تحریر کردہ حالات کے مطابق ان کی بیگم رشیدہ بیگم صاحبہ سانگلہ ہل شہر کی رہنے والی تھیں۔ان کے والدین چادر چک نزد مریم آباد ضلع شیخوپورہ کے رہنے والے تھے،زمیندارہ پیشہ کرتے تھے۔اچھا کھاتا پیتا گھرانہ تھا۔آپ دنیاوی تعلیم تو حاصل نہ کرسکیں البتہ قرآن کریم ناظرہ اچھی طرح پڑھا ہوا تھا اور بہت سارے بچوں اور بچیوں کو بھی پڑھایا کرتی تھی۔

قبول احمدیت: ۱۹۷۶ء میں جب قاری صاحب نے خدا تعالیٰ کی بشارات کے مطابق سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق پائی تو رشیدہ بیگم صاحبہ کو بتایا کہ میں تو خدا تعالیٰ کی بشارات کے تحت احمدی ہوگیا ہوں،اگر آپ بھی احمدیت کو قبول کرلیں تو بہت اچھا ہو،ورنہ مذہب میں جبر نہیں ہے۔اس بات پر وہ خاموش ہوگئیں۔کچھ دیر کے بعد کہنے لگیں کہ ابھی نہیں پھر بتاؤں گی۔اسی حالت میں کچھ عرصہ گزر گیا۔

ایک دن ان کے والد اور چچا اور کچھ اور لوگ گاؤں سے آئے اور رشیدہ بیگم صاحبہ سے گفتگو

کرتے رہے اوراس بات پر زور دیتے رہے کہ حافظ تو کافر ہو گیا ہے آپ ہمارے ساتھ بچے لے کر چلیں۔اس پر رشیدہ بیگم نے کہا کہ اگر حافظ صاحب کافر ہو گئے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ کافر ہی ہوں۔اگر یہ دوزخ میں جائیں گے تو میں بھی دوزخ میں جاؤں گی۔ چنانچہ وہ مایوس لوٹ گئے۔ ۱۹۷۶ء کے جلسہ سالانہ پر ربوہ آئیں۔جب مستورات میں غیر معمولی اخوت اور پیار محبت کا نمونہ دیکھا تو کہنے لگیں یہ خدائی تصرف ہے ورنہ عورتوں میں اس قسم کی تربیت ہرگز نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اسی سال گھر جا کر باقاعدہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوگئیں اور آخر دم تک نہایت اخلاص اور وفاداری سے اس عہد بیعت کو نبھایا اوراس راہ میں ہر دکھ اور قربانی کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ ہر روز گھر میں کئی غیر از جماعت وفود کی صورت میں آتے اور بحث و مباحثہ کرتے اور روحانی اذیت پہنچاتے مگر باوجود ان کے سخت رویہ کے مرحومہ ان کی بڑے اخلاص اور محبت سے خدمت کرتی تھیں۔ مرحومہ خدا کے فضل سے پہلے بھی نماز و روزہ اور تہجد کی پابند تھیں لیکن قبول احمدیت نے تو اس صفت کو چار چاند لگا دیئے اور وہ پنجگانہ نمازوں اور نماز تہجد کے علاوہ اور نوافل بھی بڑے اہتمام سے ادا کرنے لگیں۔ بہت سی سچی خوابیں دیکھنے لگیں۔غریبوں کی بہت مدد کرنے والی اور افراد جماعت کا بہت احترام اور عزت کرنے والی خاتون تھیں۔ جماعتی پروگراموں اور تنظیموں کے ساتھ بہت تعاون اور دلچسپی کا مظاہرہ کرتی تھیں۔ چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتیں اوراپنی خداداد صلاحیتوں سے عورتوں میں خوب تبلیغ کرتی تھیں۔

۸راگست ۱۹۷۸ء کو رمضان المبارک کی تین تاریخ تھی۔قاری صاحب نماز تراویح پڑھا کر آئے تو دیکھا کہ بیٹھک میں دو مہمان آئے بیٹھے ہیں۔وہ پرانے دوست تھے۔ جب ان سے فارغ ہو کر اندر آئے تو بیوی سے پوچھا کیا بات ہے آپ ابھی تک سوئی نہیں۔ کہنے لگیں حافظ جی مجھے آج نیند نہیں آرہی۔حافظ صاحب نے پوچھا کیا وجہ ہے؟ کہنے لگیں کہ کل رات خدا نے مجھے بتایا ہے کہ جس لڑکے کو تو نے خود پالا ہے وہ تیرا قاتل ہے۔ یہ لڑکا قاری صاحب کا بھتیجا تھا۔عبداللہ نام تھا اور تقریباً ۹ ماہ کی عمر سے بیس سال کی عمر تک مرحومہ نے اسے پالا تھا۔ان کی سچی خوابیں بھی دیکھیں کتنی عظیم الشان ہیں، کیسی صفائی سے پوری ہوئیں ان کو یہ یقین تھا۔اس کا کوئی والی وارث نہ تھا۔اب اپنوں اور غیروں نے اسے ورغلا کر اپنی مربیہ ماں کا مخالف بنا دیا تھا۔ کہنے لگیں کہ میرا خیال ہے اب

ہمارا یہاں رہنا مناسب نہیں۔ سانگلہ ہل چھوڑ کر ہمیں ربوہ چلے جانا چاہئے۔ مبادا اس لڑکے سے ہمیں کوئی نقصان پہنچ جائے۔ حافظ صاحب نے کہا صدقہ وغیرہ دو کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ وہ تو آپ کا بیٹا ہے ایسا نہیں کرے گا۔ لیکن خدا کی بات بہرحال پوری ہونی تھی۔ علی الصبح مکرم امیر صاحب سانگلہ ہل اور قاری صاحب ایک دو اور دوست لے کر فیصل آباد ایک احمدی دوست کی تعزیت کرنے چلے گئے۔ وہ لڑکا عبداللہ جو ایک سال قبل شیخوپورہ چلا گیا تھا گھر میں داخل ہوا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے پہلے ایک بچی جو پرائمری جماعت میں پڑھتی تھی، حملہ کیا۔ لیکن جب وار خالی گیا تو پھر بچوں پر جھپٹا۔ آپ بچوں کو بچانے کے لئے آگے بڑھیں تو انہیں بچاتی بچاتی خود اس کی گرفت میں آ گئیں۔ وہ ظالم چھاتی پر بیٹھ گیا اور چاقو کے وار کرتا رہا۔ آپ بے بسی کی حالت میں اسے روکتی رہیں اور کہتی رہیں کہ عبداللہ بتا تو دو کہ ہمیں کس وجہ سے مار رہے ہو۔ کہنے لگا تم کافر ہوگئی ہو اس لئے مارتا ہوں۔ بہرحال جب اس نے سمجھا کہ اب فوت ہوگئی ہیں تو انہیں چھوڑ کر پھر دوسرے بچوں کی طرف لپکا مگر وہ ادھر ادھر بھاگ چکے تھے۔ قریب ہی سول ہسپتال تھا۔ مرحومہ کو اور زخمی بچی کو لوگوں نے وہاں پہنچایا۔

اس واقعہ کے تقریباً آدھ گھنٹہ بعد قاری صاحب بھی فیصل آباد سے واپس آ گئے۔ چنانچہ امیر صاحب جماعت سانگلہ ہل کے حکم پر زخمیوں کو فوری طور پر فیصل آباد سول ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔ وہاں ڈاکٹر ولی محمد صاحب نے بڑے ہی اخلاص، محبت اور توجہ سے آپریشن کیا۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء**۔ ڈاکٹر صاحب تین گھنٹوں کے بعد آپریشن روم سے باہر آئے اور آتے ہی رو پڑے اور کہا **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ رشیدہ بیگم فوت ہوگئی ہیں۔ بچی کی امید ہے کہ انشاء اللہ بچ جائے گی۔

مرحومہ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹے مکرم حافظ عارف اللہ صاحب نے ایم۔اے عربی کیا ہے اور ربوہ میں ہی کاروبار کر رہے ہیں۔ باقی دونوں بیٹے کینیڈا میں مقیم ہیں۔ تینوں بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے۔

مکرم ملک محمد انور ابن ملک محمد شفیع صاحب تاریخ شہادت ۲۲؍اگست ۱۹۷۸ء۔ مگر اب تو وقت ہو گیا ہے۔ یہ میرا خیال ہے اگر آگے جو میرے زمانے کے شہداء ہیں ان کا ذکر چلنا ہے اس سے پہلے اس کو لے لیں گے۔

عہد خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ کے شہداء

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲؍جولائی ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرۃ:۱۵۴-۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

شہداء کے ذکر کے تسلسل میں پہلے چند خلافت ثالثہ کے شہداء کا ذکر کیا جائے گا جو پہلے ہونے سے رہ گیا تھا بعد میں خلافت رابعہ کے شہدا کا ذکر شروع کیا جائے گا۔

ملک محمد انور صاحب سانگلہ ہل

ملک محمد انور صاحب ابن ملک محمد شفیع صاحب تاریخ شہادت ۲۲؍اگست ۱۹۷۸ء۔ آپ ۱۹۴۵ء میں قادیان میں مکرم محمد شفیع صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ کے دادا محترم ملک محمد بوٹا صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء میں سے تھے۔ تقسیم ہند

کے بعد آپ کے والد صاحب تلاش معاش کے سلسلہ میں مختلف جگہوں پر کام کرتے رہے۔شہادت کے وقت آپ اور آپ کے والدین چک نمبر ۴۵ مرڑ نزد سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ میں مقیم تھے۔آپ کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ چک نمبر ۴۵ مرڑ کے ایک سکول ٹیچر مکرم رانا محمد لطیف صاحب جب آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں احمدی ہوئے تو گاؤں کے لوگ کھلے عام آپ کی مخالفت کرنے لگے۔

۲۲؍اگست ۱۹۷۸ء بمطابق ۱۷؍رمضان المبارک صبح کے وقت آپ کے غیر احمدی چچا ملک محمد رمضان صاحب سانگلہ ہل سے دوائی لے کر آرہے تھے۔رستہ میں ان پر ان کے دشمنوں نے حملہ کیا مگر وہ تانگہ پر ہونے کی وجہ سے معمولی زخمی ہوئے۔مخالف لاٹھیوں اور برچھیوں سے مسلح تھے۔ وہ پیچھا کرتے ہوئے چلے آئے۔مکرم ملک محمد انور صاحب اور آپ کے والد صاحب نے جب گلی میں شور سنا تو گھر سے باہر نکل آئے کہ معلوم ہو کیا معاملہ ہے۔ان کے چچا پر حملہ آور ہونے والوں نے جب ان کو دیکھا تو انہوں نے ان کے چچا کو چھوڑ دیا اور ان کو اور ان کے والد صاحب کو گھیرے میں لے کر ان پر لاٹھیوں اور برچھیوں سے حملہ کر دیا۔ جب آپ شدید زخمی ہو کر گر پڑے تو یہ نعرہ لگاتے ہوئے اور بھنگڑا ڈالتے ہوئے بھاگ گئے کہ ’’ایک مرزائی کو ہم نے لے لیا مگر دوسرا بچ گیا‘‘

ملک محمد انور صاحب کو انتہائی زخمی حالت میں فوری طور پر سانگلہ ہل سے فیصل آباد ہسپتال پہنچایا گیا جہاں پر مکرم ڈاکٹر ولی محمد صاحب نے آپ کا آپریشن کیا مگر تلّی کٹ جانے کے باعث آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اسی رات اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ بوقت شہادت آپ کی عمر چونتیس سال تھی۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ملک محمد شفیع صاحب کو بھی اپنے بیٹے کو بچاتے ہوئے شدید زخم آئے مگر وہ شہادت ان کے نصیب میں نہ تھی اور ان کے بیٹے کو عطا ہو گئی۔

پسماندگان: شہید مرحوم کی بیوہ کا نام صدیقہ بیگم تھا۔ بیٹا ملک محمد سرور اور والد ملک محمد شفیع صاحب جو محلّہ دارالعلوم شرقی ربوہ میں رہتے ہیں۔

مولوی نور احمد صاحب آف کوریل کشمیر

مولوی نور احمد ولد غلام محمد جُو صاحب موضع کوریل ضلع اسلام آباد (مقبوضہ کشمیر)۔تاریخ شہادت ۵؍اپریل ۱۹۷۹ء۔مولوی نور احمد پیدائشی احمدی تھے۔ پرائمری کے بعد قادیان گئے اور

مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ۔ ۱۹۳۷ء مولوی فاضل پاس کرنے کے بعد ریاست کشمیر کے محکمہ تعلیم میں ملازم ہوئے اور کٹھوعہ اور کشتواڑ کے دور دراز علاقوں میں طویل عرصہ بطور استاد کام کرنے کے بعد اپنے قریبی گاؤں منز گام میں اپنی ملازمت پوری کی ۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زمینوں وغیرہ کو سنبھالا اور ۱۹۷۸ء کے سالانہ جلسہ قادیان میں شمولیت کے لئے آئے مگر کشمیر سے آپ کے بھانجے کی اچانک وفات کی اطلاع ملنے پر کشمیر چلے گئے ۔

ابھی آپ کو کشمیر پہنچے چند روز ہی ہوئے تھے کہ ۴؍ اپریل ۱۹۷۹ء کو پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کو جب پھانسی دی گئی تو کشمیر میں لوگوں نے جماعت اسلامی کے دیہات پر حملے شروع کر دیئے ۔ ۵؍ اپریل کو حملوں کا رخ جماعت کی طرف مڑ گیا یا موڑ دیا گیا ۔ مولوی نور احمد صاحب کے گاؤں کوریل کی اکثر آبادی احمدیوں پر مشتمل ہے اور اس سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر آسنور گاؤں ہے جو کوریل سے بہت بڑا ہے اور اس کی بھی ساری آبادی احمدی ہے ۔ ۵؍ اپریل ۱۹۷۹ء کو دن کے دو بجے ہزاروں لوگوں پر مشتمل ہجوم آپ کے گاؤں کوریل میں داخل ہوا اور احمدیوں کے پندرہ گھروں کو آگ لگانے اور لوٹنے کے بعد مولوی نور احمد صاحب کے گھر کا رخ کیا۔ مولوی صاحب نے اپنے مکان کی تیسری منزل پر اپنے دو بیٹوں مسعود احمد اور شمیم احمد کے ساتھ مل کر حملہ آوروں پر فائرنگ شروع کر دی ۔ فائرنگ کے نتیجہ میں ہجوم پیچھے ہٹ جاتا اور پھر حملہ آور ہوتا ۔ اس طرح ساڑھے چار بج گئے ۔ غالبًا آپ کے پاس کارتوس ختم ہو گئے تھے ۔ چنانچہ حملہ آور گھر میں داخل ہو گئے ۔ آپ کے دونوں بیٹے تو بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے مگر مولوی نور احمد صاحب حملہ آوروں کے قابو میں آ گئے ۔ دشمن آپ کو گھسیٹ کر صحن میں لے آیا اور پتھروں سے کوٹ کوٹ کر آپ کو شہید کر دیا ۔ حملہ آور آپ کی لاش کو چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ ان حملہ آوروں میں بہت سے نوجوان آپ کے شاگرد بھی تھے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

شہید نے اپنے پیچھے اپنی اہلیہ آمنہ بیگم ، دو بیٹے مسعود احمد اور شمیم احمد اور ایک بیٹی چھوڑے ہیں ۔ ۴؍ اور ۵؍ اپریل کے اس سانحہ میں وادیٔ کشمیر میں اور بھی مختلف احمدی دیہات میں احمدیوں کے چار سو گھر لوٹے اور جلائے گئے تھے اور کئی مساجد شہید کر دی گئی تھیں ۔

مکرم بشیر احمد رشید احمد صاحب آف سری لنکا

بشیر احمد رشید احمد صاحب آف سری لنکا تاریخ شہادت ۲۷/ جون ۱۹۷۹ء۔ مکرم بشیر احمد رشید احمد صاحب، مکرم جے رشید احمد صاحب آف نیگومبو سری لنکا کے بیٹے تھے۔ آپ کے دادا محمد جمال الدین صاحب نے احمدیت قبول کی اور نیگومبو میں جماعت کے ابتدائی احمدیوں میں شمار ہوئے۔

۱۹۷۸ء میں جماعت احمدیہ سری لنکا کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجہ میں ملاّ ؤں نے جماعت کی مخالفت بڑے زور شور سے شروع کر دی اور مولویوں کی زیر نگرانی احمدی دوستوں کے گھروں پر حملے شروع ہوئے اور بہت سے گھر جلائے گئے۔ احمدیہ مسجد کو بھی آگ لگائی گئی۔ یہ صورتحال تقریباً ایک سال تک جاری رہی۔

جون ۱۹۷۹ء میں بشیر احمد صاحب دو خدام کے ہمراہ نماز عشاء کے بعد مسجد سے گھر آ رہے تھے کہ چار غنڈوں نے چاقوؤں اور خنجروں سے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ کے جسم پر چاقوؤں کے اٹھارہ زخم آئے جنکے نتیجہ میں بشیر احمد صاحب موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کی شہادت کے وقت بائیس سال عمر تھی اور غیر شادی شدہ تھے۔ آپ کی والدہ ابھی زندہ ہیں۔ ان حملہ آوروں کے خلاف مقدمہ کیا گیا لیکن حکومت میں اُن کے اثر ورسوخ کی وجہ سے فیصلہ اُن کے حق میں ہوا اور اُن کو بری کر دیا گیا لیکن خدا کی عدالت سے یہ لوگ بچ نہ سکے۔ ان میں سے ایک شخص چلتی گاڑی کی زد میں آ گیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے اڑ گئے۔ دوسرے کو اپنے ہی ساتھیوں نے چاقوؤں سے حملہ کر کے ہلاک کر دیا اور اسے بھی ریلوے لائن پر پھینک دیا۔ باقی دونوں دماغی توازن کھو بیٹھے اور لمبے عرصہ تک پاگل خانے اور ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ یہ دونوں اگرچہ ابھی تک زندہ ہیں مگر انتہائی تکلیف دہ حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مُردوں میں شمار ہیں نہ زندوں میں۔

محترم منشی علم دین صاحب کوٹلی آزاد کشمیر

حضرت منشی علم دین صاحب کوٹلی آزاد کشمیر۔ تاریخ شہادت ۱۳/ اگست ۱۹۷۹ء۔ حضرت منشی صاحب نے ۱۹۳۴ء میں کافی جستجو اور مطالعہ کے بعد شرح صدر کے بعد احمدیت قبول کی۔ قبول احمدیت سے قبل جلسہ سالانہ پر قادیان بھی جاتے رہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح

موعودؑ کے خطبات اور کتب کا مطالعہ بھی کرتے رہے۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل آپ کٹر اہل حدیث تھے۔آپ چونکہ عرائض نویس تھے اس لئے جولوگ آپ کے پاس درخواستیں لکھوانے کی غرض سے آتے، آپ انہیں تبلیغ کرتے رہتے۔بعض اوقات انہیں کہتے کہ الفضل کا یہ صفحہ پڑھ کر سناؤ تو تمہارے درخواست لکھنے کا معاوضہ نہیں لوں گا۔جس دن آپ کی شہادت ہوئی اس سے پہلے تمام رات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزاری۔آپ شہادت کے روز یعنی ۱۳/اگست ۱۹۷۹ء کو دن کے تقریباً ساڑھے نو بجے گھر سے کچہری کی طرف تشریف لے جارہے تھے کہ دشمن نے آپ کا گلا کاٹ کر آپ کو شہید کر دیا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

خدائی انتقام: قاتل کے قید ہونے پر گو اس کے خاندان نے اسے بغرض علاج ضمانت پر تو رہا کرا لیا تھا لیکن تقدیر الٰہی غالب آکر رہی اور قاتل پاگل ہو گیا اور گھر والوں کے لئے اور علاقہ کے لئے وحشت وخوف اور دہشت کی ایک علامت بن گیا۔گھر والے اسے مقفل رکھتے۔ پھر اس کے خاندان نے مختلف ذرائع سے اس کے قول وفعل کی ذمہ داری سے اعلانیہ بریّت کا اعلان کر دیا اور اسے آزاد چھوڑ دیا۔قاتل احمدی کاروباری حضرات کی دکانوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پہروں کھڑا رہتا تھا۔شاید ضمیر کی ملامت کی وجہ سے یا الٰہی پکڑ کے خوف سے۔ پھر عرصہ سات سال گیارہ ماہ اور بیس دن کی ذلّت آمیز زندگی گزارنے کی بعد قاتل نے ۳/مارچ ۱۹۸۷ء کو نشہ آور دوائیں کھا کر خودکشی کرلی۔ ہر شریف النفس شہری قاتل کی موت کو الٰہی قہر گردانتا ہے۔اور وہ علاقہ کے لئے عبرت کا نشان بن گیا۔قاتل کے خاندان کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔والد کبر سنی اور جوان اولاد کی ناگہانی اور قہری موت کی وجہ سے حواس باختہ ہو چکا ہے اور سارا خاندان ہی قہر الٰہی کا نشانہ بن چکا ہے۔

مکرم چودھری مقبول احمد صاحب پنوں عاقل

چودھری مقبول احمد صاحب، پنوں عاقل سندھ۔تاریخ شہادت ۱۹ فروری ۱۹۸۲ء۔مقبول شہید کی بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر مقبول احمد نے ۱۹۶۷ء میں بیعت کی۔احمدیت قبول کرنے کے بعد مولوی آپ کو بہت تنگ کرتے، دھمکیاں دیتے، رات کو گھروں پر پتھراؤ کرتے اور دروازے کھٹکھٹاتے تھے۔آپ کا لکڑی کا آرا تھا۔ایک دن ایک نقاب پوش لکڑی خریدنے کے بہانے آیا اور خنجر نکال کر آپ پر پے در پے وار کئے اور وہیں شہید کر دیا۔

شہادت کے بعد ان کی بیوی کے سسرال والوں نے جو غیر احمدی تھے بیوی سے کہا کہ احمدیت چھوڑ دو تو ہم تمہیں پناہ دیں گے۔ دشمن بھی دھمکیاں دیتے رہے کہ احمدیت چھوڑ دو اور ہمارے ساتھ مل جاؤ لیکن انہوں نے ان سب باتوں کو حقارت سے ردّ کر دیا اور ان سے کہا کہ جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو، کسی قیمت پر بھی میں احمدیت کو نہیں چھوڑوں گی جس کی خاطر میرے شوہر کو آپ نے شہید کیا ہے۔

پسماندگان میں بیوہ، دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔شہید کے بڑے بیٹے عتیق الرحمان صاحب آسٹریلیا میں مقیم ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ بڑی بیٹی رضیہ بیگم صاحبہ بھی شادہ شدہ ہیں۔ باقی بچے والدہ کے ہمراہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آباد ہیں۔

عہد خلافت رابعہ کے شہداء

یہ خلافت ثالثہ کے بقیہ شہداء کا ذکر تھا۔اب خلافت رابعہ کے شہداء کی پہلی پیش کی جارہی ہے۔

ماسٹر عبدالحکیم صاحب ابڑو لاڑکانہ

محترم ماسٹر عبدالحکیم ابڑو شہید دورِ خلافت رابعہ کے پہلے اور سندھ میں سندھی قوم کے بھی پہلے شہید ہیں۔۱۰؍اپریل ۱۹۳۲ء کو پیدا ہوئے۔نہایت غربت اور تنگدستی میں پرورش پائی اور ایام طفولیت میں ہی شفقت پدری سے محروم ہو گئے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ تعلیم جاری رکھتے ہوئے سندھ یونیورسٹی سے ایم۔اے، ایم۔ایڈ پاس کر لیا۔قرآن کریم کے عاشق تھے۔گھر میں بچوں کو اس وقت تک ناشتہ کی اجازت نہ تھی جب تک تلاوت قرآن کریم نہ کر لیں۔تبلیغ کے شیدائی تھے اور کوئی موقع پیغام حق پہنچانے کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔حتی کہ سرکاری دفاتر میں جماعتی اخبارات اور رسائل جاری کروا دیئے۔خلافت احمدیہ سے آپ کو عشق تھا۔خود بھی بار بار مرکز تشریف لاتے اور دوسروں کو بھی نہ صرف تلقین کرتے بلکہ بعض کے سفر کے اخراجات بھی خود برداشت کرتے۔ بوقتِ شہادت جماعت احمدیہ وارہ کے صدر تھے۔

واقعہ شہادت: ۱۶؍اپریل ۱۹۸۳ء کو صبح دو بجے کے قریب دو آدمی آپ کے گھر میں گھس آئے۔ان کے پاس کلہاڑیاں تھیں۔ان کا ارادہ ابتداً صرف آپ کو ختم کرنا تھا۔آپ اس وقت سو رہے تھے۔انہوں نے آپ پر کلہاڑیوں کے پے در پے وار کئے۔حملہ آوروں اور شہید کی آوازیں سن

کر باقی افراد خانہ بھی بیدار ہو گئے ۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ریاض احمد صاحب ناصر مربی سلسلہ نے جوان دنوں جامعہ احمدیہ میں پڑھتے تھے اور چھٹیوں پر گھر آئے ہوئے تھے، حملہ آوروں میں سے ایک کو پکڑنے کی کوشش کی مگر ان کو بھی زخمی کر دیا گیا اور وہ بے ہوش ہو کر پڑے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کے سر پر بھی کلہاڑی کے کاری زخم لگائے گئے اور آپ کی بچی بھی زخمی ہوئی ۔ آپ نے زخمی ہونے کی حالت میں بھی لوگوں سے یہی کہا کہ جس مسلک کو میں نے اپنایا ہے خدا کی قسم وہ جھوٹا نہیں ہے، نہ ہی میں نے کوئی بزدلی دکھائی ہے اور نہ ہی میرے قدم اس رستے میں ڈگمگائے ہیں ۔ ہاں میرے مقدر میں اے مخالفو! شہادت ہے اور تمہارے مقدر میں نحوست اور ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ۔ پھر آپ نے باآواز بلند سندھی میں یہ نعرہ لگایا احمدیت سچی آہے، احمدیت سچی آہے، احمدیت سچی آہے۔ آپ نے حالت نزع میں واقف زندگی بیٹے ریاض احمد ناصر کو نصیحت فرمائی کہ ’’میں تو اب بچ نہیں سکوں گا۔ مگر یاد رکھو احمدیت بالکل سچی اور برحق ہے اور تم اپنا وقف ہرگز نہ توڑنا‘‘ حملہ کے قریباً ایک گھنٹہ بعد آپ مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی نماز جنازہ کھنڈو میں ہوئی۔ آپ کے گھر کے پاک نمونہ اور آپ کی بلا امتیاز خدمت خلق کے غیر احمدی بھی معترف تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ بارہ ہزار لوگ آپ کے جنازے میں شریک تھے جن میں ماحول کے دیہات کے لوگ بھی بکثرت شامل تھے ۔ بہت سے غیر احمدی افراد بھی دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے ۔ پہلے آپ کو کھنڈو میں امانتاً دفن کیا گیا اور پھر ۲۶ دسمبر ۱۹۸۳ء کو میت ربوہ لائی گئی جہاں بہشتی مقبرہ میں آپ کی تدفین ہوئی ۔

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق آپ کے جسم پر کلہاڑیوں کے ستائیس زخم تھے جن سے بعض دو سے تین انچ تک گہرے تھے ۔ جب صبح کو ہائی سکول کے لڑکوں کو اپنے مہربان اور شفیق استاد کے وحشیانہ قتل کی خبر ملی تو انہوں نے جلوس نکالا اور حکومت سے قاتلوں کی گرفتاری اور ان پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا۔ قاتل ۱۶/ اور ۱۷/ اپریل کو گرفتار کر لئے گئے ۔

پسماندگان میں شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور چار بیٹے یادگار چھوڑے ہیں ۔ بڑے بیٹے مکرم ریاض احمد صاحب ناصر مربی سلسلہ ہیں اور شادی شدہ ہیں ۔ دوسرے بیٹے امتیاز احمد صاحب ابڑو آسٹریلیا میں ہیں اور شادی شدہ ہیں ۔ باقی دو بیٹے مکرم افتخار احمد صاحب ابڑو اور مکرم

عبدالسمیع صاحب ابڑو اور دو بچیاں مکرمہ تہمینہ پروین صاحبہ اور مکرمہ امتہ الاعلیٰ نصرت پری صاحبہ والدہ کے ساتھ ربوہ میں مقیم ہیں۔ جب کہ تیسری بیٹی مکرمہ نعیمہ پروین صاحبہ شادی شدہ اور ان کے شوہر سیف اللہ شاہ صاحب ٹرانسپورٹ کا کام کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مظفر احمد صاحب شہید امریکہ

ڈاکٹر مظفر احمد صاحب شہید۔ ڈیٹرائٹ (امریکہ)۔ یوم شہادت ۸؍اگست ۱۹۸۳ء۔

امریکہ کی سرزمین پر اپنے خون سے شجر احمدیت کی آبیاری کرنے والے پہلے شہید ڈاکٹر مظفر احمد صاحب ۱۹۴۶ء میں ماہل پور ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ اس طرح شہادت کے وقت ان کی عمر ۳۷ سال تھی۔ آپ کے والد محترم کا نام رشید احمد تھا۔ آپ نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے F.Sc کرنے کے بعد کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ۱۹۷۱ء میں M.B.B.S کیا اور پھر آرمی میڈیکل کور میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۷۵ء میں امریکہ چلے گئے اور بہت سے ہسپتالوں میں کام کرنے کے بعد بالآخر ریاست مشی گن کے شہر ڈیٹرائٹ میں کام شروع کر دیا۔ آپ نے صرف ایک اچھے ڈاکٹر تھے بلکہ ایک کامیاب داعی الی اللہ بھی تھے۔ شہادت کے وقت بھی آپ امریکہ کے نیشنل جنرل سیکرٹری اور علاقائی قائد کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ عیسائیت کے موضوع پر آپ خاص دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے سٹاف کے عیسائی ممبران کے ساتھ عیسائیت کے موضوع پر بحث مباحثے کرتے رہتے۔ ۱۹۸۳ء کے جلسہ سالانہ امریکہ میں شمولیت کی تیاری کر رہے تھے کہ ۸؍اور ۹؍اگست کی درمیانی رات ایک سیاہ فام آپ کو ملنے گھر آیا۔ آپ اسے تبلیغ کرتے رہے۔ بعد ازاں جب آپ اس کو الوداع کہہ کر دروازے کی طرف مڑے تو اس نے پیچھے سے فائر کر دیا۔ ایک گولی گردن کے پیچھے لگی، دو گولیاں آپ کے چہرے اور بازوؤں میں سے گزر گئیں اور آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعد ازاں اسی قاتل نے جماعتی مرکز کو بھی بم سے اڑانے کی کوشش کی لیکن خود بھی ساتھ ہی جل مرا اور اس طرح کیفر کردار کو پہنچا۔

۱۵؍اگست ۱۹۸۳ء کو شہید کی میت دو بجے شب کراچی پہنچی اور ۱۶؍اگست کو آپ کی میت پہلے لاہور، چونڈہ اور پھر اسی روز ربوہ لائی گئی۔ ربوہ میں شہید کا جنازہ میں نے پڑھایا اور شام چھ بجے آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس کی شہادت پر میں نے ۱۲؍اگست ۱۹۸۳ء کو مسجد اقصیٰ میں خطبہ جمعہ

کے دوران کہا:

''اے ڈیٹرائٹ اور امریکہ کے دوسرے شہروں میں بسنے والے احمدیو!'' اور وہ بھی جو امریکہ سے باہر بس رہے ہو یعنی ''اے مشرق اور مغرب میں آباد اسلام کے جاں نثارو! اس عارضی غم سے مضمحل نہیں ہونا کہ یہ ان گنت خوشیوں کا پیش خیمہ بننے والا ہے''

دنیا میں جتنی ترقیات احمدیت کو نصیب ہو رہی ہیں انہی شہدا کے خون کے قطرے رنگ لا رہے ہیں۔

''اس شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے اور اس راستہ سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹو جس پر چلتے ہوئے وہ مرد صادق بہت آگے بڑھ گیا۔ تمہارے قدم نہ ڈگمگائیں، تمہارے ارادے متزلزل نہ ہوں''۔

''اے مظفر تجھ پر سلام کہ تیرے عقب میں لاکھوں مظفر آگے بڑھ کر تیری جگہ لینے کے لئے بے قرار ہیں۔ اور اے مظفر کے شعلہ حیات کو بجھانے والو! تم نے تو اسے ابدی زندگی کا جام پلا دیا۔ زندگی اس کے حصہ میں آئی اور موت تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی''۔ (خطبات طاہر جلد دوم صفحہ ۴۲۱-۴۲۲)

پس ماندگان میں بیوہ مکرمہ آسیہ بیگم صاحبہ کے علاوہ دو بیٹے چھوڑے۔ بڑے بیٹے عزیزم غضنفر احمد صاحب آپ کی شہادت کے وقت چار سال کے تھے اور اس وقت میری لینڈ یونیورسٹی میں کمپیوٹر انجینئرنگ میں ڈگری کر رہے ہیں۔ دوسرے بیٹے جعفر منصور احمد، باپ کی شہادت کے دو ماہ بعد پیدا ہوئے۔ اس وقت پندرہ سال کے ہیں اور ہائی سکول کی تعلیم مکمل کر کے آگے پڑھ رہے ہیں۔

شیخ ناصر احمد صاحب شہید اوکاڑہ

شیخ ناصر احمد شہید اوکاڑہ۔ تاریخ شہادت: ۱۸ر ستمبر ۱۹۸۳ء۔ مکرم شیخ ناصر احمد صاحب ۱۹۴۲ء میں موگہ ضلع فیروز پور انڈیا میں محترم شیخ فضل محمد صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت شیخ دین محمد صاحب کو 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریری بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کے والدین اوکاڑہ میں آباد ہوئے اور کپڑے کا

کاروبار شروع کیا۔ آپ بھی اپنے والد کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد اپنا علیحدہ کاروبار شروع کر دیا۔ جو گاہک ایک دفعہ آتا وہ آپ کے حسن سلوک اور دیانت داری سے متاثر ہوتا اور آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا۔ مرحوم سلسلہ کے فدائی تھے اور نظام جماعت سے بہت اخلاص کا تعلق رکھتے تھے۔

۱۲/ اگست ۱۹۸۳ء کے خطبہ جمعہ میں جب میں نے ڈاکٹر مظفر احمد شہید امریکہ کا ذکر کیا تو آپ کی طبیعت پر اس کا بہت گہرا اثر ہوا اور آپ نے انتہائی حسرت سے یہ جملہ کہا کہ: ''یہ تو قسمت والوں کو ملتی ہے''۔ ایک ماہ بعد ہی ۱۸/ ستمبر ۱۹۸۳ء کو عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرنے کے بعد واپس اپنے گھر آئے تو قربانی کا بکرا ذبح کرنے والے قصاب کی آمد میں قدرے تاخیر ہونے پر اسے دیکھنے گھر سے باہر نکلے ہی تھے کہ ایک شقی القلب محمد اسلم نے احمدیت دشمنی میں ان کی پسلی میں چھرا گھونپ دیا۔ خون بہنے لگا لیکن آپ کو اس بات کا احساس تک نہ ہوا کہ زخم کاری ہے۔ زخم پر ہاتھ رکھ کر خود ہی قریبی ڈاکٹر کے پاس گئے۔ ڈاکٹر نے زخم کی نوعیت دیکھ کر ہسپتال جانے کا مشورہ دیا۔ بھائیوں نے آپ کو سی۔ ایم۔ ایچ اوکاڑہ چھاؤنی پہنچایا۔ اس عرصہ میں خون کافی بہہ چکا تھا جس کی وجہ سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور عزیزوں سے باتیں کرتے کرتے دم توڑ دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قاتل کو پولیس کے حوالہ کیا گیا۔ یہ شخص اسی شہر کا رہنے والا تھا۔ اس نے بیان دیا کہ میں نے قتل کیا ہے کیونکہ ناصر نے رسول اکرم ﷺ کی بہت توہین کی (نعوذ باللہ من ذالک) جسے میں برداشت نہ کر سکا۔ حالانکہ وار کرنے سے پہلے آپ کی اس سے کبھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ۵/ فروری ۱۹۸۵ء کو محمد الیاس ایڈیشنل سیشن جج اوکاڑہ نے مجرم کو صرف تین سال قید کی سزا دی اور فیصلہ میں لکھا کہ قاتل چونکہ پہلے ہی دو سال سے جیل میں ہے اس لئے یہ دو سال اس کی سزا سے منہا ہوں گے۔

پسماندگان میں شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹی اور چار بیٹے یادگار چھوڑے۔ جن ایسے لوگوں کا ذکر ہوتا ہے اگر کسی کے علم میں ہو کہ آزادی کے بعد ان پر کیا بنی تو مہربانی فرما کر وہ اب بھی مجھے مطلع کر دیں تا کہ وہ ہماری تاریخ کا حصہ بن جائے۔

مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹی اور چار بیٹے یادگار چھوڑے۔ بابر احمد شادی شدہ ہیں اور کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عامر محمود صاحب (امیر ضلع اوکاڑہ) اوکاڑہ میں محمود پولی کلینک

کے نام سے پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں اور نصرت جہاں سکیم کے تحت تین سال کا وقف کر کے ستمبر ۱۹۹۳ء سے ستمبر ۱۹۹۶ء تک اپاپا لیگوس (نائیجیریا) میں خدمت سرانجام دے چکے ہیں۔ شادی شدہ ہیں لیکن ابھی اولاد کوئی نہیں۔ اللہ انہیں پاکیزہ اولاد سے نوازے۔ اس وقت نائب قائد ضلع اور ناظم خدمت خلق ضلع ہیں۔ مکرم اظہر محمود ناصر صاحب غیر شادی شدہ ہیں اور سول انجینئر نگ میں Ph.D کرنے کے لئے آسٹریلیا گئے ہوئے ہیں۔ لقمان احمد طاہر صاحب غیر شادی شدہ ہیں اور لقمان کارپوریشن کے نام سے اوکاڑہ میں کیمیکلز کا کام کرتے ہیں اور خدام الاحمدیہ کی ضلعی عاملہ میں ناظم اشاعت، ناظم مال، ناظم عمومی کے علاوہ جماعت کے نائب سیکرٹری جائیداد ہیں۔ مکرمہ لبنیٰ ناصر صاحبہ ہومیو پیتھک فائنل ائر کی طالبہ ہیں اور ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔ لجنہ اوکاڑہ شہر کی جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت کر رہی ہیں۔ شہید مرحوم کی بیوہ ضلع اوکاڑہ کی لجنات کی نائب صدر ہیں۔

مکرم چودھری عبدالحمید صاحب محراب پور

چودھری عبدالحمید صاحب شہید محراب پور سندھ: تاریخ پیدائش ۱۰/اپریل ۱۹۸۴ء۔ آپ ۱۹۴۷ء میں چودھری سلطان علی صاحب مرحوم کے ہاں ملتان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۷ء میں میٹرک اور ۱۹۵۹ء میں F.Sc پاس کیا۔ بعدازاں جب آپ کے والد تجارت کے سلسلہ میں محراب پور جا کر آباد ہوئے تو آپ بھی اپنے والد کے کاروبار سے منسلک ہوئے۔ آپ کے والد خاندان بھر میں اکیلے احمدی تھے۔ آپ نے 13 سال کی عمر میں خود بیعت کی۔ بوقت شہادت آپ محراب پور ضلع نوابشاہ کی جماعت احمدیہ کے صدر تھے۔

واقعہ شہادت: ۱۰/اپریل ۱۹۸۴ء کو دس بجے کے قریب ایک غیر احمدی عالم مولوی شاہ محمد صاحب کی عیادت کے بعد اپنی آڑھت کی دکان کی طرف آرہے تھے۔ راستہ میں ایک جلد ساز کی دکان پر بچوں کی کتابیں جلد کروانے کے لئے دی ہوئی تھیں۔ اس دکاندار سے کتابوں کے بارہ میں پوچھ کر آپ نے سائیکل چلایا ہی تھا کہ پیچھے سے ایک شخص سچل سومرو نے آواز دی کہ ”عبدالحمید میری بات سننا“ آواز سن کر آپ نے سائیکل سے پاؤں نیچے رکھا ہی تھا کہ اس نے پیچھے سے آکر آپ کے سینے میں تیز چھری گھونپ دی۔ آپ سائیکل سے اتر کر نیچے بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ سے چھری پکڑ کر سینے سے باہر نکالی مگر اس کے زخم سے سے آپ کا پھیپھڑا بری طرح مجروح ہو گیا تھا۔ قریبی ہسپتال

سے مرہم پٹی کے بعد نوابشاہ ہسپتال لے جاتے ہوئے آپ راستہ میں ہی اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

قاتل کو لوگوں نے موقع پر ہی پکڑ کر پولیس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے کہا کہ یہ قادیانی ہے اور میں نے اسی لئے مارا ہے اور جہاد کیا ہے۔ بہرحال اس پر مقدمہ چلا اور قریباً تین سال بعد رجب علی ایڈیشنل سیشن جج نے اسے تین سال قید کی سزا سنائی اور ساتھ یہ فیصلہ میں لکھا کہ ملزم ۱۰/ اپریل ۱۹۸۴ء سے ۱۳/ مئی ۱۹۸۶ء تک جیل میں رہا، قید کا یہ عرصہ اس کی سزا سے منہا ہوگا۔ گویا عملاً اسے کوئی بھی سزا نہ دی گئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شہید مرحوم نے اپنے آخری لمحات میں اپنے بیٹوں اور بڑے بھائی کو وصیت کی کہ قاتل کے خلاف کسی قسم کی کوئی انتقامی کارروائی نہ کی جائے۔ کیونکہ میں نے اسے معاف کر دیا ہے اور مجھے اس کی بدولت اعلیٰ وارفع مقام نصیب ہو رہا ہے۔ شہید مرحوم بہت شگفتہ مزاج اور ہنس مکھ تھے۔ حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد کا بھی خیال رکھتے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ چودھری صاحب کے قاتل اور اس کے اہل خانہ کی تمام ضروریات ایک عرصہ تک چودھری صاحب مرحوم نے اپنی جیب سے پوری کیں لیکن اس نے علماء سوء کے بہکانے پر اپنے ہی محسن کو شہید کر دیا۔

شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور پانچ بیٹے چھوڑے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے منور احمد محراب پور کے صدر جماعت اور قائد علاقہ سکھر ڈویژن ہیں۔ حافظ محمد ناصر صاحب جرمنی میں مقیم ہیں۔ محمد احسن صاحب محراب پور میں رہائش پذیر ہیں۔ مظفر حسن صاحب اور محمد اسلم صاحب دونوں بھائی ہالینڈ میں آباد ہیں۔ بیٹیاں بشریٰ فضیلت صاحبہ اور سلمیٰ ندرت صاحبہ شادی شدہ ہیں۔ اور یہ سارے بچے اپنے گھروں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں اور دینی و دنیاوی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب شہید سکھر

شہادت قریشی عبدالرحمٰن صاحب شہید، سکھر۔ تاریخ شہادت یکم رمئی ۱۹۸۴ء۔ مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ۱۹۱۱ء میں سیالکوٹ کے ایک گاؤں دولت پور میں حضرت قریشی غلام محی الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں پیدا ہوئے۔ تعلیمی زندگی کا آغاز پسرور سے کیا اور انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۹۳۲ء میں ریلوے ہائی سکول سکھر میں ایک معلم کی حیثیت

شیخ ناصر احمد صاحب اوکاڑہ
شہادت ۱۹۸۳ء

ڈاکٹر مظفر احمد صاحب امریکہ
شہادت ۱۹۸۳ء

قریشی عبدالرحمٰن صاحب سکھر
شہادت ۱۹۸۴ء

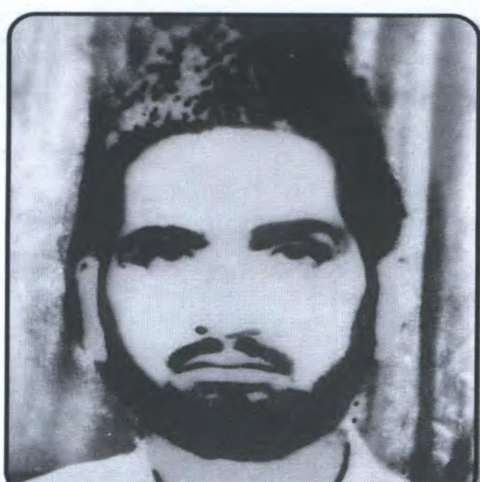

چوہدری عبدالحمید صاحب محراب پور
شہادت ۱۹۸۴ء

ڈاکٹر عبدالقادر صاحب فیصل آباد
شہادت ۱۹۸۴ء

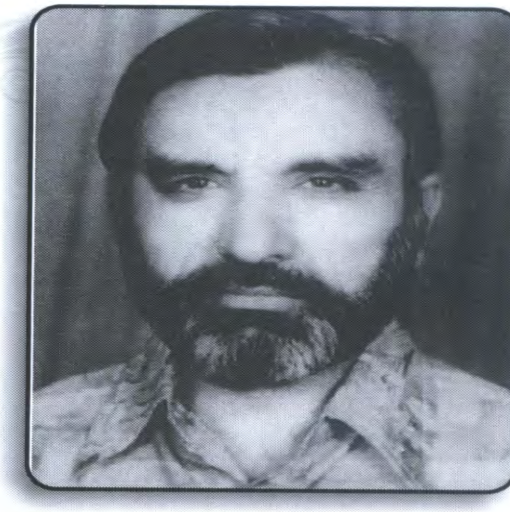

ڈاکٹر انعام الرحمٰن صاحب سکھر
شہادت ۱۹۸۵ء

چوہدری عبدالرزاق بھریا روڈ
شہادت ۱۹۸۵ء

ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر حیدر آباد
شہادت ۱۹۸۵ء

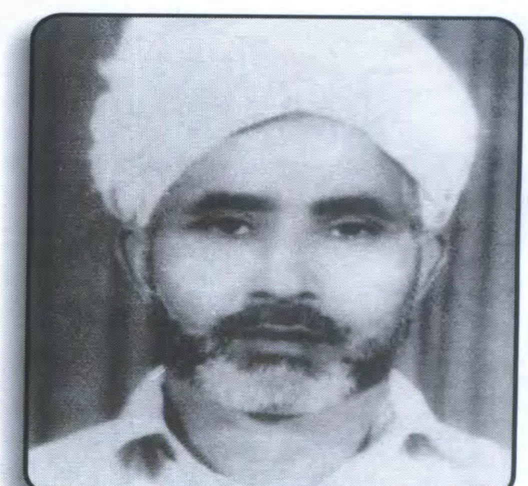

چوہدری محمود احمد اٹھوال پنوں عاقل
شہادت ۱۹۸۵ء

مرزا منور بیگ صاحب لاہور
شہادت ۱۹۸۶ء

سے متعین ہوئے اور یہیں سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ پنجاب آنا چاہتے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشاد پر سکھر میں ہی قیام کیا۔ اڑتالیس سال تک مختلف دینی خدمات پر مامور رہے۔ شہادت کے وقت آپ سکھر اور شکارپور کے اضلاع کی جماعتوں کے امیر تھے۔ آپ نہایت مخلص، ہمدرد، عبادت گزار اور فنا فی اللہ احمدی تھے۔ آپ کا اکثر وقت احمدیہ دارالذکر میں ہی گذرتا تھا۔

واقعہ شہادت: یکم مئی ۱۹۸۴ء کو آپ مسجد میں نماز مغرب ادا کرنے کے بعد اپنے گھر واپس آ رہے تھے کہ رستہ میں چھپے ہوئے چھ حملہ آوروں نے آپ پر برچھیوں اور خنجروں سے حملہ کر دیا۔ ایک حملہ آور نے بائیں طرف سے آپ پر تین وار کئے جن میں سے ایک آپ کے پیٹ میں لگا اور انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ زخمی حالت میں آپ گھر کی طرف چلے تو دوسرے حملہ آور نے بلم نما ہتھیار سے پیٹھ پر آٹھ اور بائیں کنپٹی پر ایک وار کیا۔ شور سن کر گھر کی مستورات باہر نکلیں تو ابھی آپ زندہ تھے۔ آپ نے سختی سے ان کو واپس جانے کی ہدایت کی۔ قاتلوں کے بھاگ جانے کے بعد آپ کے اہل خانہ آپ کو گھر لے آئے۔ آپ کی بہو نے پانی پلایا لیکن پانی ابھی حلق سے نیچے نہیں اترا تھا کہ آپ زخموں کی تاب نہ لا کر اپنے حقیقی مولا سے جا ملے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ قریشی صاحب شہید کے قتل کا مقدمہ تو درج ہوا مگر پولیس نے کسی قاتل کو گرفتار نہیں کیا۔

شہید مرحوم کے پسماندگان میں چھ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ آپ کے دو بڑے بیٹے قریشی ناصر احمد صاحب ایم۔اے پروفیسر گورنمنٹ کالج سکھر اور قریشی مبارک احمد صاحب مربی سلسلہ وفات پا چکے ہیں۔ جب کہ باقی بیٹوں میں سے قریشی منور احمد صاحب M.Sc ایگریکلچر آفیسر حیدر آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ قریشی رفیع احمد صاحب سابق اسیر راہ مولیٰ سکھر میں ملازم ہیں اور ان کے اہل خانہ ربوہ میں مقیم ہیں۔ قریشی نعیم احمد صاحب سکھر میں رہتے ہیں اور کھاد کی فیکٹری میں ملازم ہیں۔ قریشی حنیف احمد صاحب اپنے خاندان کے ساتھ لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ کی دونوں بیٹیاں نصرت بیگم صاحبہ اور فضیلت بیگم صاحبہ شادی شدہ ہیں اور کراچی میں آباد ہیں۔ سارا خاندان اللہ کے فضلوں کا گواہ بنا ہوا ہے۔

مکرم ڈاکٹر عبدالقادر صاحب چینی فیصل آباد

ڈاکٹر عبدالقادر صاحب چینی شہید۔فیصل آباد: تاریخ شہادت ۱۶/جون ۱۹۸۴ء۔ڈاکٹر عبدالقادر صاحب ولد قاری غلام مجتبیٰ صاحب (صحابی حضرت مسیح موعودؑ) نے ابتدائی تعلیم ہائی سکول قادیان میں پائی۔پھر آپ MBBS کر کے نہایت کامیاب فزیشن اور سرجن بنے۔فیصل آباد میں مقیم تھے اور نہایت مخلص احمدی تھے۔اپنی شرافت اور نیک دلی کی وجہ سے خاص و عام میں مقبول تھے۔ ہر دل عزیز اور فرض شناس تھے اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے۔

۱۶/جون ۱۹۸۴ء کو دن کے تقریباً پونے بارہ بجے پیپلز کالونی فیصل آباد میں آپ اپنی کوٹھی میں موجود تھے اور روزے سے تھے کہ ایک شخص نعیم اللہ ہاشمی بیماری کے بہانے آپ کی کوٹھی پر آیا آپ نے اسے اندر بلا لیا۔اس نے پیٹ درد کی شکایت کی چنانچہ ڈاکٹر صاحب اسے دیکھنے کے لئے نیچے جھکے تو اس نے چھرے سے آپ کے بازو پر ایک اور پیٹ میں دو وار کئے اور بھاگ گیا۔آپ کا ملازم شورسن کر قاتل کے پیچھے بھاگا اور تھوڑی دور جا کر لوگوں کی مدد سے اسے پکڑ لیا اور پولیس کے حوالہ کر دیا۔ڈاکٹر صاحب کو زخمی حالت میں ہسپتال لایا گیا مگر زخم اتنے کاری تھے کہ آپ جانبر نہ ہو سکے اور ایک بجے کے قریب ہسپتال میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔بوقت شہادت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔

مجرم نے پولیس کو کئی جھوٹے بیانات دیئے۔کبھی کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے اسے بیماری کا جعلی سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کر دیا تھا۔کبھی کہا کہ میں نے ڈاکٹر صاحب سے دوائی کے لئے پیسے مانگے تھے جو انہوں نے نہیں دیئے وغیرہ۔گو ایڈیشنل جج فیصل آباد محمد اسلم ضیاء نے اسے عمر قید کی سزا دی مگر ہائیکورٹ نے ملزم کو بری کر دیا۔شہید مرحوم نے اپنے پسماندگان میں بیوہ محترمہ طاہرہ قادر صاحبہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ڈاکٹر رضوان قادر چھوڑے جو کہ آج کل ڈیٹرائیٹ امریکہ میں مقیم ہیں۔آپ کی بیٹیوں میں سب سے بڑی بیٹی ڈاکٹر نائلہ احمد ڈاکٹر سلیم احمد صاحب کی اہلیہ ہیں۔ دوسری بیٹی ڈاکٹر شہلا ظفر اللہ خان صاحب آف نیروبی کی اہلیہ ہیں اور تیسری بیٹی ڈاکٹر فائزہ رحمان ہیں جو مکرم ڈاکٹر لطف الرحمان صاحب امریکہ کی اہلیہ ہیں۔سوائے شہلا کے شہید مرحوم کا سارا خاندان اب امریکہ میں آباد ہے۔

ضمناً یہاں یہ بھی ذکر کردوں کہ مکرمہ آپا سارہ صاحبہ اہلیہ کرنل صادق ملک صاحب آف راولپنڈی کی وفات پر میں نے ذکر کیا تھا کہ آپ چینی صاحب کی بیٹی تھیں ۔ اول تو آپ قاری غلام مجتبیٰ صاحب جو چینی کہلاتے تھے ان کی بیٹی نہیں بلکہ نواسی تھیں ۔ یہ درستی ریکارڈ میں ہو جانی چاہئے ۔ دوم یہ کہ قاری صاحب چینی نہیں تھے ۔ غالباً اس لئے چینی مشہور ہو گئے کہ ان کی دوسری شادی ہانگ کانگ میں ایک چینی خاتون سے ہوئی تھی اور عبدالقادر صاحب چینی شہید فیصل آباد اسی چینی بیوی کے بطن سے تھے جبکہ سارہ بیگم کی والدہ غیر چینی ماں کے بطن سے تھیں ۔

مکرم ڈاکٹر انعام الرحمٰن صاحب انور سکھر

ڈاکٹر انعام الرحمٰن صاحب انور شہید، سکھر ۔ تاریخ شہادت : ۱۵ / مارچ ۱۹۸۵ء ۔ آپ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کے ہاں ۱۹۳۷ء میں قادیان میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں ہی حاصل کی ۔ میٹرک ربوہ سے کیا ۔ لاہور سے ہیلتھ ٹیکنیشن کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے سندھ میں جا کر میڈیکل پریکٹس شروع کی ۔ نہایت مخلص، غریبوں کے ہمدرد اور جماعتی کاموں سے گہرا لگاؤ رکھنے والے انسان تھے ۔ آپ سکھر، شکار پور اور جیکب آباد کے اضلاع کی مجالس انصاراللہ کے ناظم تھے ۔ بوقت شہادت سکھر کے نزدیک گوٹھ عبدو کی سرکاری ڈسپنسری کے انچارج کے طور پر ملازمت کر رہے تھے ۔

آپ کی بیگم مکرمہ امتہ الحفیظ شوکت صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن لوگوں نے آپ کو حالات خراب ہونے اور اس کے نتیجہ میں درپیش خطرات سے آگاہ کیا تو آپ نے یہ کہہ کر علاقہ چھوڑنے سے انکار کر دیا کہ پھر تو یہ علاقہ احمدیت سے خالی ہو جائے گا ۔ آپ کے تمام بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب نے بھی سندھ چھوڑنے کا مشورہ دیا مگر اس وقت بھی حامی نہ بھری بلکہ کہنے لگے کہ شاید سندھ کی سرزمین میرا خون مانگتی ہے اور پھر سینہ پر ہاتھ مار کر کہنے لگے کہ میں اس کے لئے تیار ہوں ۔

۱۵ / مارچ ۱۹۸۵ء کو مسجد احمدیہ سکھر میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد آپ اپنی بیگم صاحبہ کے ساتھ گوشت خریدنے کے لئے بازار گئے اور ایک دکان سے گوشت لے کر ابھی جیب سے پیسے نکالنے لگے تھے کہ اچانک پیچھے سے دشمنوں نے بندوق اور چاقوؤں سے آپ پر حملہ کر دیا جس سے آپ کا جسم خون میں لت پت ہو گیا ۔ آپ نے اپنے خون میں انگلیاں ڈبو کر ”لا الہ الا اللہ “ لکھا اور وہیں

تڑپتے تڑپتے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔شہادت کے وقت آپ کی عمر انچاس سال کے قریب تھی ۔شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے۔آپ کے بیٹے محمودالرحمان صاحب انور شادی شدہ ہیں اور سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہیں جبکہ بیٹی امتہ النصیر انور صاحبہ اہلیہ فضل الرحمان صاحب انور ہمبرگ جرمنی میں مقیم ہیں۔

مکرم چودھری عبدالرزاق صاحب شہید بھریا روڈ

چودھری عبدالرزاق صاحب شہید۔ بھریاروڈ (سندھ)۔تاریخ شہادت ۷/اپریل ۱۹۸۵ء۔ آپ مکرم عبدالستار صاحب کے ہاں ۱۹۲۹ء میں گوکھووال ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کر کے ایک دوست کے پاس بطور اکاؤنٹنٹ کام شروع کیا جو آپ کی دیانت، معاملہ فہمی اور قابلیت سے اتنا متاثر ہوئے کہ آپ کو اپنے کاروبار میں حصہ دار بنالیا۔ بعدازاں آپ نے سندھ جا کر بھریاروڈ میں کپڑے کا کاروبار شروع کیا ۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ آپ ایک کاٹن فیکٹری ، کھاد کی ایجنسیوں اور تقریباً دوسو ایکڑ اراضی کے مالک بن گئے ۔ غلّہ منڈی بھریا روڈ کے منتخب صدر بھی رہے۔مکرم چوہدری صاحب ایک صابر وزاہد انسان تھے۔آپ شروع سے ہی بھریاروڈ ضلع نوابشاہ کی جماعت کے مقامی صدر تھے۔شہادت سے ایک سال قبل امیر ضلع بھی مقرر ہوئے۔

۱۹۸۴ء کے آرڈیننس کے بعد آپ کو گمنام خطوط کے ذریعہ متواتر دھمکیاں ملتی رہتی تھیں کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے مگر آپ کبھی بھی ان دھمکیوں سے خوفزدہ نہیں ہوئے۔ ۷/اپریل ۱۹۸۵ء کو حسب معمول اپنی آڑھت کی دکان پر بیٹھے تھے کہ دن کے گیارہ بجے ایک بد بخت نے آپ پر گولی چلادی جس سے آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے ۔انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ واردات کے بعد قاتل کو لوگوں نے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ میر محمد نامی قاتل کا تعلق شر قوم سے تھا۔قاتل نے ابتدائی بیان میں کہا کہ چودھری عبدالرزاق قادیانی اور کافر تھا اس لئے ان کو قتل کر کے میں نے اپنے لئے جنت میں جگہ بنائی ہے۔

پس ماندگان میں شہید مرحوم نے ضعیف والدہ اور بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ۔ بڑے بیٹے مکرم چودھری محمود احمد صاحب قائد ضلع نوابشاہ اور قائد نوشہرو فیروز رہے ہیں۔آج کل ناظم مجلس انصاراللہ بھریاروڈ ہیں۔آڑھت کا کاروبار کرتے ہیں اور اپنی خاندانی زمینوں

کی نگرانی بھی آپ کے ذمہ ہے۔شادی شدہ ہیں۔دوسرے بیٹے چودھری ناصر احمد صاحب نے اپنے والد صاحب کی شہادت سے پہلے ہی کاروبار سنبھال لیا تھا مگر زندگی نے وفا نہ کی اور جنوری ۱۹۹۴ء میں وفات پاگئے۔ تیسرے بیٹے چودھری اعجاز احمد صاحب شادی شدہ ہیں اور بھریاروڈ میں ہی ایک میڈیکل سٹور چلا رہے ہیں۔ جماعتی خدمات کے لحاظ سے آج کل ناظم انصاراللہ علاقہ کی حیثیت سے کام کررہے ہیں۔ چوتھے بیٹے ڈاکٹر طاہر احمد صاحب لیاقت میڈیکل کالج سے MBBS کرنے کے بعد آج کل نوابشاہ ہسپتال میں کام کررہے ہیں اور ناظم اصلاح وارشاد علاقہ ہیں۔ پانچویں بیٹے طارق احمد صاحب نے B.Sc تک تعلیم حاصل کی اور اب چھوٹی سطح پر کنسٹرکشن (Construction) کا کام کررہے ہیں۔آپ کی بیٹیوں میں سے ساجدہ صاحبہ کی شادی مکرم عبدالواسع صاحب سے ہوئی جو آج کل جرمنی میں مقیم ہیں اور دوسری صاحبزادی کی شادی مکرم محمد منور صاحب ابن چودھری عبدالحمید صاحب شہید آف محراب پور سے ہوئی۔ یہ محراب پور میں ہی رہائش پذیر ہیں۔

مکرم ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب حیدرآباد

شہادت ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب شہید، حیدرآباد۔تاریخ شہادت ۹؍جون ۱۹۸۵ء۔

آپ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب بھاگلپوری کے پوتے اور پروفیسر سید عبدالقادر صاحب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔آپ کے والد کو ۱۹۰۲ء میں پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریری بیعت کرنے اور پھر ۱۹۰۳ء میں قادیان آکر دستی بیعت کرنے کی توفیق ملی۔

مکرم ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب ۲۱؍اکتوبر ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے۔کلکتہ سے میٹرک کرنے کے بعد ۱۹۴۶ء میں پٹنہ میڈیکل کالج سے ڈاکٹری پاس کی اور پاکستان آرمی میں بحیثیت میجر ملازمت اختیار کرلی۔ پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے آنکھوں کے معالج کی حیثیت سے کام شروع کیا اور بطور معالج اتنی شہرت پائی کہ دور دور سے آنے والے بگڑے ہوئے مریض آپ کے ہاتھ سے شفا پا جاتے۔بیس سال لیاقت میڈیکل کالج میں بطور پروفیسر تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ کچھ عرصہ فضل عمر ہسپتال میں بھی کام کیا۔غرباء کا مفت علاج کرتے تھے۔ قرآن کریم سے عشق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا بہت شغف تھا۔ باوجود مخالفت کے بے دھڑک تبلیغ کرتے۔شہادت کے وقت آپ اپنے حلقہ کے صدر جماعت تھے۔

واقعہ شہادت: ۹؍ جون ۱۹۸۵ء کو آپ دن کے وقت کار پر اپنے گھر پہنچے تو گھر کے قریب ہی چھپے ہوئے دو سندھیوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کی گردن پر چاقو کے پے در پے وار کئے۔ آپ نے کار کا ہارن بجایا تو قاتل بھاگ گئے۔ پھر آپ ہمت کر کے خود کار چلا کر قریبی ہسپتال پہنچے لیکن اس وقت تک بہت خون بہہ چکا تھا جس کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ پولیس نے مقدمہ تو درج کیا لیکن کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ شہید مرحوم بکثرت غرباء کے علاج پر اپنے پاس سے خرچ کیا کرتے تھے اور ان کے بچوں کے لئے بھی اخراجات دیا کرتے تھے۔ نہایت بے نفس و بے لوث انسان تھے۔ خدمت اپنوں اور غیروں سبھی کی کی مگر کبھی کسی سے کوئی جزا نہ چاہی۔ ساری زندگی یک طرفہ احسان کا سلسلہ جاری رکھا۔

ان کی شہادت کے موقع پر میں نے خطبہ میں جماعت کو سمجھایا کہ

> ''یہ جو شہادتیں ہو رہی ہیں۔ ان شہادتوں کے نتیجہ وہ پاکیزہ لوگ اور وہ پیارے وجود پاکستان سے رخصت ہو رہے ہیں جو دراصل پاکستان کی بقا کے ذمہ دار ہیں۔ ایسے وجود ہیں کہ جن پر خدا کی رحمت کی نظر پڑتی ہے تو باقی لوگ بھی بخشے جایا کرتے ہیں''۔ (خطبات طاہر جلد ۴ صفحہ ۵۳۶)

پس ماندگان میں آپ نے بیوہ محترمہ ناصرہ بنت ظریف جو بے حد مخلص اور فدائی احمدی ہیں کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے جو اخلاص میں والدین ہی کے رنگ میں رنگین ہیں۔ بیٹی نصرت بنت عقیل اہلیہ میجر طارق بن ابراہیم کراچی میں مقیم ہیں۔ دونوں بیٹے مسلم بن عقیل اور عون بن عقیل ناروے میں آباد ہیں۔ دونوں ڈاکٹر ہیں اور دینی و دنیاوی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔

شہادت محمود احمد صاحب اٹھوال شہید پنوں عاقل۔ سندھ۔ یہ اب وقت ہو چکا ہے میں اسی لئے نظر بار بار اٹھا کے دیکھتا رہا ہوں۔ یہ باقی ذکر بعد میں چلیں گے۔

عہد خلافت رابعہ کے شہداء

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹؍جولائی ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۞ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۗ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۞ (البقرۃ:۱۵۴-۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

مکرم محمود احمد صاحب اٹھوال پنوں عاقل

خلافت رابعہ کے شہداء کا تذکرہ ہو رہا ہے اور آج یہ اس کی دوسری قسط ہے۔ سب سے پہلے محمود احمد صاحب اٹھوال شہید پنوں عاقل۔ سندھ۔ تاریخ شہادت ۲۹؍جولائی ۱۹۸۵ء۔ مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ جن کے شوہر محمود احمد اٹھوال صاحب شہید کئے گئے، لکھتی ہیں کہ محمود صاحب کو شہادت کا بہت ہی شوق تھا۔ ۱۹۷۴ء میں احمدیوں کی مخالفت زوروں پر تھی مگر آپ نے ہر موقع پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ یہ مخالفت کم ہونے کی بجائے بڑھتی چلی گئی اور آپ کے ماموں زاد بھائی مقبول احمد کو

فروری ۱۹۸۲ء میں پنوں عاقل میں شہید کر دیا گیا۔ جب آپ اپنی بھائی کی نعش کو بہشتی مقبرہ میں قبر میں اتار رہے تھے تو پہلے مقبول شہید سے مخاطب ہوئے ہیں پھر اپنے آپ کو مخاطب کیا ہے۔ مقبول کو دفن کرتے وقت آپ نے کہا: اے مقبول! یہ رتبہ خوش نصیبوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پھر کہا اے محمود! یعنی خود اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا: کاش تجھے بھی یہ رتبہ حاصل ہو جائے اور تو بھی یہیں پر آئے۔

ربوہ سے واپسی پر پنوں عاقل کی پولیس نے آپ سے کہا کہ آپ اپنی زمینیں فروخت کر کے کہیں اور چلے جائیں کیونکہ پہلے آپ کے رشتہ دار بھائی کو شہید کیا جا چکا ہے۔ ہم مولویوں کی وجہ سے مجبور ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔ اس پر آپ نے انہیں جواب دیا کہ احمدیت کی مخالفت تو ہر جگہ ہے، ہر جگہ دشمن ہیں۔ اگر مجھے شہادت ملنی ہے تو یہاں کیوں نہ ملے۔ آپ کے دو بیٹے سکول جاتے تو مولویوں کے کہنے پر کچھ لڑکے ان کو تھپڑ مارتے اور گالیاں دیتے۔ سکول کے اساتذہ بھی مذہبی مخالفت کی بنا پر سختی کرتے۔ اوباشوں کے گروہ ان کے گھروں پر بھی فائرنگ کرتے رہتے۔ دشمن رات کو چھپ کر ان کے کھیتوں کا پانی بند کر دیتے۔ پکی ہوئی فصلوں کو آگ لگا دیتے یا کاٹ کر اجاڑتے تا کہ ان پر ذریعہ معاش تنگ ہو جائے اور کسی طرح یہ احمدیت سے توبہ کر لیں۔

آپ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات دروازہ کھٹکا۔ جیٹھ کا بیٹا سعید باہر گیا تو دروازہ کے پاس ہی دو آدمی کھڑے تھے۔ انہوں نے سعید پر حملہ کر دیا۔ ایک نے اس کے منہ اور ناک کو ہاتھوں اور کپڑے سے باندھ دیا اور دوسرے نے اسے مارنا شروع کیا اور گھسیٹتے ہوئے دروازے سے پندرہ گز دور لے گئے۔ سعید نے بعد میں بتایا کہ میں نے بہت کوشش کی ان سے آزاد ہو جاؤں لیکن ناکام رہا۔ آخر کار جب مارنے والے نے خنجر نکالا اور دوسری طرف سانس بند کر دینے کی وجہ سے میری حالت بگڑی تو میں نے اللہ کو یاد کرتے ہوئے آخری کوشش کی اور منہ آزاد کروانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے والد صاحب کو آوازیں دیں۔ چنانچہ وہ اور چچا یعنی محمود احمد صاحب شہید موقع پر پہنچ گئے اور ایک آدمی تو بھاگ نکلا لیکن دوسرے کو پکڑ لیا گیا۔ مجرم نے پولیس کو بتایا کہ میں گھوٹکی ضلع سکھر کے ایک مدرسہ کا طالب علم ہوں۔ مولوی صاحبان نے ہمیں بھیجا تھا کہ اس نوجوان کو قتل کر دیں لیکن اس نوجوان کی قسمت تھی کہ یہ بچ گیا۔ سعید آج کل ربوہ میں رہائش پذیر ہیں اور دوکانداری کرتے ہیں۔

ملّاں ملنٹے بازار میں مسلسل لوگوں کو بھڑکاتے رہے کہ محمود قادیانی کو قتل کرنا واجب اور

باعث ثواب ہے۔

واقعہ شہادت: ۲۹رجولائی ۱۹۸۵ء کی شام کو جب آپ ایک دوست کو ملنے باہر گئے تو آپ کا چودہ سالہ بیٹا بھی ساتھ تھا۔ واپسی پر تین آدمیوں نے اچانک ایک گلی سے نکل کر آپ پر حملہ کر دیا اور آپ وہیں شہید ہو گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

شہادت کے وقت اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹے احمدیت نہ چھوڑنا خواہ تمہیں بھی جان دینی پڑے۔ پسماندگان میں بیوہ مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ کے علاوہ چھ بیٹیاں اور چار بیٹے چھوڑے جن میں سے پانچ بیٹیوں کی بفضل خدا کامیاب شادی ہو چکی ہے۔ باقی بچے غیر شادی شدہ ہیں۔ بچوں کے اسماء یہ ہیں: بیٹی عذرا پروین فاروق آباد ضلع شیخوپورہ میں بیاہی ہوئی ہیں۔ خالدہ پروین احمد آباد سانگرہ نزد ربوہ میں بیاہی ہوئی ہیں۔ فاروق احمد امریکہ میں ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں۔ ساجدہ پروین جرمنی میں ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ راشدہ پروین احمد آباد سانگرہ نزد ربوہ میں بیاہی ہوئی ہیں۔ روبینہ پروین صاحبہ آسٹریلیا میں ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ طاہرہ پروین والدہ کے ساتھ رحمان کالونی ربوہ میں رہ رہی ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں۔ دو بیٹوں طاہر احمد اور عثمان احمد نے میٹرک کا امتحان دیا ہے اور ایک بیٹے لقمان احمد ساتویں جماعت میں پڑھتے ہیں اور یہ سب والدہ کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی ساری اولاد دین و دنیا میں ترقی پذیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہمیشہ دینی اور دنیاوی لحاظ سے حفاظت فرمائے۔

مکرم مرزا منور بیگ صاحب لاہور

مرزا منور بیگ صاحب شہید، چونگی امرسدھو (لاہور)۔ تاریخ شہادت: ۱۸ر اپریل ۱۹۸۶ء مکرم مرزا منور بیگ صاحب شہید سکنہ چونگی امرسدھو لاہور کو ایک معاند احمدیت عبدالشکور منشاء نے ۱۷ر اپریل ۱۹۸۶ء کو فائر کر کے زخمی کر دیا اور آپ ہسپتال میں اگلے روز ۱۸ر اپریل ۱۹۸۶ء کو وفات پا گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

شہید کے بیٹے مرزا اقدس بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد مرزا منور بیگ صاحب کی کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی لیکن چونکہ تبلیغ کا شوق تھا اس لئے ایک مولوی امین اور اس کے چیلے اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ شہادت سے پندرہ روز قبل آپ کا ایک غیر احمدی دوست جو مولوی امین کا

پیروکار تھا، آپ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا کوئی اسلحہ وغیرہ گھر پر ہے۔ والد صاحب نے جواب دیا میری کسی سے کیا دشمنی ہے؟ اس نے کہا کہ سارا علاقہ تمہارا دشمن ہے اس لئے اسلحہ بناؤ۔ والد صاحب نے جواب دیا اچھا بنالیں گے۔ غالباً وہ بھی ٹوہ لینے کے لئے آیا ہوگا کہ گھر پر ان کے اسلحہ ہے کہ نہیں۔

ایک دن ان کے گھر کے باہر شور ہوا تو گھر والے دیکھنے باہر نکلے تو پتہ چلا کہ مولوی امین کے ایک چہیتے شاگرد منشاء نے انہیں گولی ماردی ہے۔ شہید اس وقت خون میں لت پت سڑک پر پڑے تھے۔ فوراً ہسپتال لے جایا گیا جہاں اگلے روز آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دیں۔

آپ کے پس ماندگان میں اہلیہ محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ کے علاوہ چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ چاروں بیٹے مرزا اقدس بیگ، مرزا مظفر بیگ، مرزا وسیم بیگ اور مرزا طاہر بیگ اپنی والدہ کے ساتھ لاہور میں رہتے ہیں۔ مرزا اقدس بیگ شادی شدہ ہیں اور باقی تینوں غیر شادی شدہ ہیں۔ جبکہ بیٹیوں میں سے نصرت مبارک صاحبہ اہلیہ مبارک احمد خان جرمنی میں مقیم ہیں۔ بشریٰ جہانگیر صاحبہ اہلیہ مرزا جہانگیر بیگ صاحب فیصل آباد میں ہیں۔ رخسانہ نسیم صاحبہ اہلیہ مرزا نسیم بیگ صاحبہ راولپنڈی میں رہتی ہیں۔ چوتھی بیٹی نسرین اہلیہ مرزا محمود احمد صاحب۔ ان کے میاں زمیندارہ کرتے ہیں اور پانچویں ارسہ مرزا ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔ اور یہ سارے اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیروعافیت سے ہیں۔

مکرم سید قمر الحق صاحب سکھر اور راؤ خالد سلیمان صاحب کراچی

شہادت سید قمر الحق صاحب شہید، سکھر اور راؤ خالد سلیمان صاحب شہید کراچی ۔ یہ کراچی والے دوست بھی سید قمر الحق صاحب کی حفاظت کی غرض سے بھیجے گئے تھے اور اسی دوران وہیں شہید ہو گئے تھے۔ خود احمدی ہوئے تھے۔ ان کے والد غیر احمدی تھے جو آخر تک غیر احمدی ہی رہے۔

آپ یعنی سید قمر الحق صاحب شہید مکرم حکیم سید عبدالہادی صاحب مونگھیری کے بیٹے تھے آپ چندور ضلع مونگھیر میں پیدا ہوئے۔ نو یا دس سال کی عمر میں قادیان آئے اور مڈل تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ تقسیم ملک کے بعد ملتان سے میٹرک کیا جس کے بعد چھ سال تک مرکز سلسلہ ربوہ میں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری، دفتر وصیت اور دفتر خزانہ میں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۵۶ء میں سکھر چلے گئے اور وہیں پرائیویٹ طور پر .M.A اور پھر B.T کر کے گورنمنٹ کامران ہائی سکول میں انگلش ٹیچر لگ گئے اور بوقت شہادت اسی ادارے میں ملازمت کر رہے تھے۔ آپ سید شمس الحق صاحب (مرحوم)

کارکن دارالافتاء اور مکرم نجم الحق صاحب مرحوم امیر ضلع کے بھائی تھے۔

اوصاف حمیدہ: نوعمری ہی میں آپ نظام وصیت سے منسلک ہو گئے تھے۔ نماز روزہ کی بڑے خلوص سے پابندی کرتے تھے۔ بہت کم گو اور سنجیدہ مزاج تھے۔ سکھر میں قائمقام امیر اور زعیم انصاراللہ کے طور پر سلسلہ کی خدمات کی توفیق پائی۔

واقعہ شہادت: یکم رمضان المبارک مطابق ۱۱؍مئی ۱۹۸۶ء کی صبح سات بجے آپ اپنے گھر سے سکول جانے کے لئے پیدل روانہ ہوئے۔ کراچی کے ایک نو مبائع خادم مکرم راؤ خالد سلیمان صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ رستہ میں منارہ روڈ کے چوک کے قریب پانچ نامعلوم افراد نے اچانک آپ پر خنجروں اور کلہاڑیوں سے حملہ کر دیا۔ مکرم خالد سلیمان صاحب کچھ دیر تک ان حملہ آوروں کے خلاف دفاع کرتے رہے۔ مگر حملہ آوروں نے پستول سے گولیاں چلا کر اور خنجروں اور کلہاڑیوں سے پے در پے وار کر کے دونوں کو شہید کر دیا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔ بوقت شہادت آپ کی عمر ۵۳ سال تھی۔ پولیس میں اس واقعہ کی رپورٹ درج کروائی گئی لیکن کوئی قاتل گرفتار نہیں کیا گیا۔ ۱۲؍مئی ۱۹۸۶ء کی شام دونوں شہداء کے جنازے ربوہ میں لائے گئے جہاں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد شہداء کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

پسماندگان میں آپ نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ بیٹا انوارالحق منیب غیر شادی شدہ ہیں اور آسٹریلیا میں مقیم ہیں۔ تین بیٹیوں میں سے بڑی سیدہ عطیہ سلطانہ صاحبہ مکرم مسرور مصطفیٰ صاحب کی اہلیہ ہیں اور لاہور میں رہتی ہیں۔ دوسری بیٹی تنویر قمر، مکرم مدثر احمد صاحب ملک کی اہلیہ ہیں اور کیلگری (کینیڈا) میں آباد ہیں۔ تیسری بیٹی ثمرین قمر ابھی غیر شادی شدہ ہیں اور والدہ کے ساتھ کراچی میں رہتی ہیں۔

مکرم راؤ خالد سلیمان صاحب گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہنے والے تھے۔ خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ شہادت سے دو تین سال پہلے بیعت کی لیکن اپنے اخلاص سے **السابقون الاولون** میں شمار ہونے لگے۔ کراچی میں ملازم تھے اور سکھر میں حالات کے پیش نظر مقامی جماعت کی امداد کے لئے رضا کارانہ طور پر آئے تھے۔ آپ غیر شادی شدہ تھے اور کوئی اولاد پیچھے نہیں چھوڑی۔

مکرمہ رخسانہ طارق صاحبہ مردان

شہادت رخسانہ طارق صاحبہ شہیدہ، مردان: رخسانہ طارق صاحبہ ۹/ جون ۱۹۸۶ء کو عید کے دن شہید کی گئیں۔ ان کے والد کا بیان ہے کہ ایک عجیب بات ہے جو میں نے رخسانہ میں دیکھی وہ شادی کے چند دن بعد ہی اپنا جہیز بانٹنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مجھ سے اجازت لے کر سارا سامان غریب لڑکیوں میں تقسیم کر دیا۔ پوچھنے پر کہنے لگیں کہ میں نے امی جان سے کہا تھا کہ مجھے صرف ایک چارپائی دے دیں۔ زندگی فانی ہے، اس کا کیا بھروسہ ہے؟ جتنی بھی غریبوں کی خدمت کرلوں مجھے راحت آتی ہے۔ ان کے میاں طارق صاحب بتاتے ہیں کہ غریبوں کی خدمت کر کے ان کے چہرے پر اتنی خوشی چمکتی تھی جیسے سورج نکل آیا ہو۔

عید کے دن رخسانہ نے عید پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا مگر طارق کے بڑے بھائی نے مخالفت کی اور ڈانٹ کر منع کر دیا مگر یہ نہ رکیں اور پرانے کپڑوں میں ہی عید کی نماز کے لئے چلی گئیں حالانکہ شادی کے بعد یہ ان کی پہلی عید تھی۔ عید کی نماز میں وہ بہت روئیں مگر گھر واپس آتے ہوئے بہت خوش تھیں۔ سب کے لئے ناشتہ تیار کیا۔ ان کے خاوند بتاتے ہیں کہ میں حیران تھا آج اتنی خوش کیوں ہیں؟ گھر میں سب کو خوشی سے ملیں۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ ان کے آخری لمحات ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان کو شہادت کی اطلاع مل چکی تھی۔ اتنے میں طارق کا بڑا بھائی آیا اور آتے ہی اس نے رخسانہ پر گولیوں کی بارش برسا دی۔ طارق کا بیان ہے کہ مجھے اکثر کہا کرتی تھیں کہ جب میں اللہ کو پیاری ہو جاؤں تو مجھے پہاڑوں کے دامن میں دفن کرنا۔ وہ ربوہ ہی کے پہاڑ تھے جہاں پر وہ بالآخر دفن کی گئیں۔ شہیدہ کا تعلق سرگودھا سے تھا۔ آپ مکرم مرزا خان محمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ آپ کے شوہر اپنے سسر مرزا خان محمد صاحب کے پاس سرگودھا میں مقیم ہیں۔

مکرم بابو محمد عبدالغفار صاحب حیدرآباد

شہادت بابو محمد عبدالغفار صاحب شہید، حیدرآباد۔ یوم شہادت ۹/ جولائی ۱۹۸۶ء۔ آپ ماسٹر خدا بخش صاحب کے ہاں کانپور (انڈیا) میں ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں ان کے والد صاحب نے تمام افراد خانہ سمیت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کیا۔ تقسیم ملک کے وقت آپ ہجرت کر کے حیدرآباد (سندھ) میں آ کر آباد ہو گئے۔ پیشہ کے اعتبار سے آپ

فوٹو گرافر تھے۔ قرآن کریم سے بہت محبت رکھتے تھے۔ بہت ملنسار، ہمیشہ جماعت کی خدمات پر کمر بستہ۔ ایک لمبے عرصہ تک جماعت کی امارت آپ کے سپرد رہی۔ حیدر آباد میں آپ جماعت کی روح رواں تھے۔ ایک نڈر داعی الی اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی بھی تھے۔

واقعہ شہادت: ۹/ جولائی ۱۹۸۶ء بروز بدھ ایک بجے دوپہر اپنے شوروم میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک درندہ صفت مُلّاں آپ کی دکان میں داخل ہوا اور اس نے آپ پر چھری سے پے در پے وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کے ہاتھوں کے نشانات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ نے آخری وقت تک حملہ آور کا مقابلہ کیا۔ اس وقت آپ کا صرف ایک ملازم دکان پر موجود تھا مگر ڈارک روم (Dark Room) میں تصویریں بنا رہا تھا۔ وہ جب کام سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو اس نے شور مچایا۔ لوگ جمع ہو گئے، فون کئے گئے اور آپ کو اسی وقت ہسپتال لے جایا گیا لیکن راستہ میں آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ کو پیارے تو پہلے ہی تھے مگر راستہ ہی میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی تدفین ربوہ میں عمل میں آئی۔

پسماندگان: مکرم ذوالفقار احمد صاحب قریشی گزشتہ چالیس سال سے یہاں لندن میں مقیم ہیں۔ آگے ان کے بچوں کی بھی شادیاں ہو چکی ہیں۔ مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ قریشی محمد افضل صاحب کراچی میں ہیں۔ مکرمہ صدیقہ بیگم صاحبہ اہلیہ حکیم عبدالباسط صدیقی صاحب حیدر آباد میں ہیں۔ مکرمہ صادقہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا الطاف احمد صاحب واہ کینٹ میں ہیں۔ مکرمہ بشریٰ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم وحید احمد صاحب بھی شادی شدہ ہیں اور جرمنی میں ہیں اور اپنے حلقہ کی لجنہ کی صدر ہیں۔ مکرمہ صابرہ بیگم صاحبہ اہلیہ ظہور الحسن صاحب مرحوم بھی اپنے بچوں کے ساتھ جرمنی میں آباد ہیں۔ بابو صاحب کے سب بچے خدا کے فضل سے دینی اور دنیوی نعمتوں سے متمتع ہیں۔

غلام ظہیر احمد صاحب سوہاوہ

غلام ظہیر احمد صاحب، سوہاوہ ضلع جہلم۔ آپ سوہاوہ ضلع جہلم کے رہنے والے تھے اور مکرم شیخ بشیر احمد صاحب کے صاحبزادے تھے۔

واقعہ شہادت: ۲۵/ فروری ۱۹۸۷ء کی رات کو آپ بجلی درست کروانے جا رہے تھے کہ احمدیت کی مخالفت کے باعث بعض نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ

راجعون۔

ورثا: شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور ایک بیٹا پسماندگان میں چھوڑے۔ بیٹا مرحوم کی شہادت سے چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔ سب بچے ابھی زیر تعلیم ہیں۔ نادیہ ظہیر، راشدہ ظہیر، بشریٰ ظہیر، احسن ظہیر اپنی والدہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ شہید مرحوم کی بیوہ نے ان کے بڑے بھائی سے بعد میں شادی کر لی تھی۔

مکرم ڈاکٹر منور احمد صاحب سکرنڈ

ڈاکٹر منور احمد صاحب شہید، سکرنڈ: تاریخ شہادت ۱۴؍ مئی ۱۹۸۹ء۔ ڈاکٹر منور احمد صاحب کے والد چودھری بشیر احمد صاحب اٹھوال تحصیل وضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی پیدائش ۱۹۵۷ء میں چک نمبر ۳۱۸ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوئی۔ آپ کے خاندان میں احمدیت کا آغاز ڈاکٹر صاحب کے پڑدادا نواب ولد زمیندار کے ذریعہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے ابتدائی تعلیم سکرنڈ ضلع نوابشاہ میں حاصل کی جہاں آپ کے والد بسلسلہ روزگار مقیم تھے۔ میٹرک کے بعد آپ نے طبیہ کالج ربوہ میں داخلہ لیا جہاں سے فاضل الطب والجراحۃ کا امتحان پاس کرنے کے بعد سکرنڈ میں پریکٹس شروع کر دی۔ ۱۹۸۴ء میں آپ کی شادی سکرنڈ کے موجودہ صدر صاحب چودھری فرزند علی صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب کی شہادت سے قبل آپ کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ میری سونے کی چوڑیوں میں سے ایک چوڑی ٹوٹ کر گر گئی ہے اور ساتھ ہی بہت ہجوم ہے اور عورتیں باری باری میرے گلے لگ کر رو رہی ہیں لیکن میں سمجھ نہ سکی کہ وہ کیوں رو رہی ہیں۔ صبح اٹھ کر پریشان رہی، صدقہ بھی دیا مگر یوں محسوس ہوتا تھا کہ جسم سے جان نکل گئی ہو۔ ڈاکٹر صاحب شہید کو خواب سنائی تو کہنے لگے اللہ پر بھروسہ رکھو۔ جو رات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں آئے گی۔ معلوم ہوتا ہے وہ اس خواب کی تعبیر صحیح سمجھ چکے تھے۔ بہت بہادر انسان تھے کہا کرتے تھے کہ شہادتیں کسی کسی کو نصیب ہوا کرتی ہیں۔ یہ نصیبوں والوں کا حصہ ہے، کاش یہ رتبہ مجھے نصیب ہو۔

سکرنڈ کے حالات زیادہ خراب ہوئے تو بیوی سے کہنے لگے کہ ربوہ چلی جاؤ مگر وہ نہ مانی اور کہا کہ آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ شہادت کے دن کلینک میں دو آدمی آئے اور گولیاں برسا کر

آپ کو وہیں شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کمپوڈر گھر روتا ہوا آیا اور بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کو کسی نے گولی ماردی ہے۔ بہت ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ غم کا پہاڑ تھا جو اہل خانہ پر ٹوٹ پڑا۔ بچے کہتے تھے کہ ابو کو کس نے مارا ہے اور کیوں مارا ہے؟ ایک بچہ کہتا کہ میں اُن کو گولی ماردوں گا۔ دوسرا کہتا کہ وہاں اور لوگ بھی تو تھے انہوں نے ہمارے ابا ہی کو کیوں مارا۔ اتنے چھوٹے تھے کہ ان باتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے۔

آپ کی بیوہ مکرمہ تنویر کوثر صاحبہ چاروں بچوں کے ساتھ اس وقت بیوت الحمد ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔ سب بچے زیر تعلیم ہیں اور ان کے نام یہ ہیں۔ منصورہ فرحت عمر پندرہ سال اور میٹرک میں زیر تعلیم ہے۔ عدیل منور کی عمر تیرہ سال ہے اور آٹھویں میں زیر تعلیم ہے۔ بیٹے وقاص احمد منور کی عمر بارہ سال ہے وہ ساتویں میں زیر تعلیم ہے۔ بیٹا توصیف احمد منور جو ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے بعد پیدا ہوا تھا اس کی عمر قریباً گیارہ سال ہے اور وہ چھٹی جماعت میں پڑھتا ہے۔ اللہ ان سب کو دنیا کی نعمتوں سے نوازے۔

شہداء چک سکندر

مکرم نذیر احمد صاحب ساقی، مکرم رفیق احمد صاحب ثاقب اور عزیزہ نبیلہ

نذیر احمد صاحب ساقی شہید چک سکندر ضلع گجرات۔ رفیق احمد صاحب ثاقب شہید، چک سکندر ضلع گجرات اور عزیزہ نبیلہ بنت مکرم مشتاق احمد صاحب، چک سکندر ضلع گجرات۔ ان تینوں کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ: مکرم نذیر احمد صاحب ساقی ۱۹۵۳ء میں مکرم محمود احمد صاحب کے ہاں چک سکندر ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے پڑ دادا مکرم دُلّا خان صاحب اور دادا مکرم کالے خان صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر اس وقت بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے جب آپؓ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لائے ہوئے تھے۔ رضوان اللہ علیھم ۔ آپ فوج میں ملازم تھے اور اچھے کھلاڑی اور باکسر تھے۔ فوج سے آپ کی ریٹائرمنٹ اس وجہ سے ہوئی کہ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت کے خلاف کسی کو باتیں کرتے ہوئے سن کر آپ برداشت نہ کر سکے اور اسے مکّا مارا جس سے وہ وہیں مر گیا۔ یہ جو واقعہ ہے حضرت موسیٰ کے مکا مارنے والے واقعہ کی یاد دلاتا ہے۔ ان کو گرفتار کر لیا گیا اور کورٹ مارشل بھی ہوا لیکن پھر

معجزانہ طور پر آپ کو بے قصور قرار دے کر بمع مراعات پنشن وغیرہ دے کر ریٹائر کر دیا گیا۔اصل میں شہادت ان کے مقدر میں تھی اس لئے یہ سارا سلوک ان سے کیا گیا۔

دوسرے شہید **مکرم رفیق احمد صاحب ثاقب ۱۹۵۲**ء میں چک سکندر ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام خان محمد صاحب اور والدہ کا نام فتح بیگم صاحبہ تھا۔شہید مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔آپ کے پڑدادا مکرم محمد بوٹا صاحب اور دادا مکرم محمد بخش صاحب کو بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر حضورؑ کے سفر جہلم کے دوران بیعت کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔آپ فوج میں ملازم تھے اور شہادت کے وقت رخصت پر گاؤں آئے ہوئے تھے۔

نبیلہ شہید مکرم مشتاق احمد صاحب کے ہاں چک سکندر ضلع گجرات میں پیدا ہوئیں اور دس سال کی عمر میں جام شہادت نوش کر کے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئیں۔

ان سب کی شہادت ۱۶/ جولائی ۱۹۸۹ء کو ہوئی جب مخالفین احمدیت نے چک سکندر پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔اس حملہ کے دوران احمدیوں کے قریباً ۶۴ مکانات جلائے گئے اور کھلے بندوں لوٹ مار کی گئی۔

مکرم نذیر احمد ساقی شہید نے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے۔دو بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے اور باقی بچے نذیر شہید کی والدہ محترمہ کے زیر کفالت ہیں۔

دوسرے شہید مکرم رفیق احمد صاحب ثاقب شہید نے اپنے پیچھے چھ بیٹیاں، دو بیٹے اور ایک بیوہ سوگوار چھوڑے جو اس وقت ربوہ میں مقیم ہیں۔

مکرم ڈاکٹر عبدالقدیر جدران صاحب قاضی احمد نوابشاہ

شہادت مکرم ڈاکٹر عبدالقدیر جدران صاحب۔ تاریخ شہادت ۲/اگست ۱۹۸۹ء۔آپ حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ آف تلونڈی جھنگلاں اور حضرت برکت بی بی صاحبہؓ کے ہاں ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد بزرگوار ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے۔آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹری کا کورس پاس کیا اور کچھ عرصہ بطور واقفِ زندگی ناصر آباد اسٹیٹ کی ڈسپنسری میں خدمت بجا لاتے رہے۔اس کے بعد پہلے اپنے بڑے بھائی مکرم ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب شہید کے پاس نوابشاہ رہے اور پھر قاضی احمد ضلع نوابشاہ میں اپنا کلینک کھول لیا۔بوقت شہادت قاضی احمد کی جماعت

سید قمر الحق صاحب سکھر
شہادت ۱۹۸۶ء

راؤ خالد سلیمان صاحب کراچی
شہادت ۱۹۸۶ء

بابو عبد الغفار صاحب حیدر آباد
شہادت ۱۹۸۶ء

غلام ظہیر احمد صاحب سوہاوہ
شہادت ۱۹۸۷ء

ڈاکٹر منور احمد صاحب سکرنڈ
شہادت ۱۹۸۹ء

دوشہید بھائی

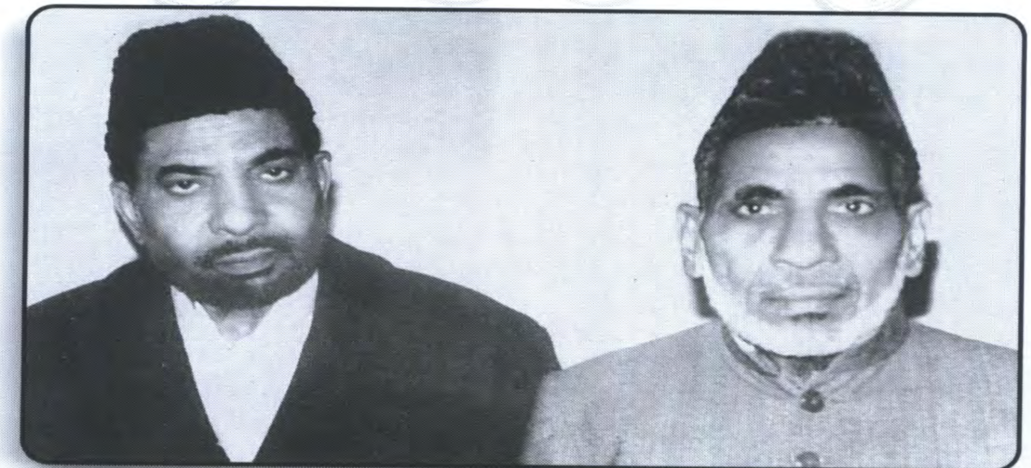

ڈاکٹرعبدالقدوس صاحب قاضی احمد
شہادت ۱۹۸۹ء

ڈاکٹرعبدالقدیر صاحب قاضی احمد
شہادت ۱۹۸۹ء

شہدائے چک سکندر

نذیراحمد ساقی چک سکندر
شہادت ۱۹۸۹ء

رفیق احمد ثاقب صاحب چک سکندر
شہادت ۱۹۸۹ء

نبیلہ مشتاق صاحبہ چک سکندر
شہادت ۱۹۸۹ء

کے صدر تھے۔

۱۹۸۴ء میں جب حالات خراب ہوئے تو ان کو کئی دفعہ دھمکی آمیز خطوط آئے کہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے لیکن آپ کو ان دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ نماز تہجد میں شہادت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ ایک روز ایک شخص اپنے آپ کو مریض ظاہر کر کے دوکان میں آیا اور اس نے آتے ہی کئی فائر کئے اور ڈاکٹر صاحب نے اسی وقت شہادت کا رتبہ پا لیا۔ آپ آب زم زم سے دھلے ہوئے دو کفن مکہ سے لائے تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ انہی میں آپ کو دفنایا جائے۔ اصولاً تو شہید کو کفن نہیں دیا جاتا اپنے انہی کپڑوں میں مدفون ہوتا ہے جن میں خون لت پت وہ شہید ہوتا لیکن ان کی خواہش تھی کہ ان کو مکہ والا کفن دیا جائے۔ اس کا سبب اللہ نے یہ بنا دیا کہ پولیس نے وہ کپڑے اپنے قبضے میں لے لئے جن کپڑوں میں شہید ہوئے تھے اور باوجود اصرار کے ان کو واپس نہ کیا۔ نتیجۃً ان کو اسی مکہ والے کفن میں جو آب زم زم میں دھلا کر اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اسی میں دفن کیا گیا۔

شہید مرحوم نے اپنی بیوہ غلام فاطمہ بی بی صاحبہ کے علاوہ چار بیٹے اور ایک بیٹی پسماندگان میں چھوڑے۔ محمد عبدالسمیع جدران صاحب شادی شدہ ہیں اور امریکہ میں ملازمت کرتے ہیں۔ عبدالحلیم جدران صاحب اسلام آباد (پاکستان) میں اسسٹنٹ چیف منسٹری آف فنانس میں کام کرتے ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ عبدالرفیق جدران صاحب M.Sc نصرت جہاں سکیم کے تحت تیرہ سال بطور وقف مغربی افریقہ میں کام کرتے رہے، آج کل کینیڈا میں مقیم ہیں۔ امۃ اللہ خانم صاحبہ شادی شدہ ہیں اور نوابشاہ میں رہ رہی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالمومن جدران صاحب شادی شدہ ہیں۔ نصرت جہاں سکیم کے تحت ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۶ء تک وقف کیا اور اب بسلسلہ تعلیم خود تو آئرلینڈ میں ہیں اور ان کی بیگم طاہرہ مومن اور بچے یہاں لندن میں مقیم ہیں۔

ضلع نوابشاہ کا وہ بااثر زمیندار جو کہ پیر پیر والے کا مرید تھا اور جس کی ایما پر ہی اس علاقہ کے اکثر احمدی ڈاکٹروں کی شہادتیں ہوئیں، اس کی موت اپنے اندر ایک عبرت کا نشان رکھتی ہے۔ اس کے جوان بیٹے نے گھر والوں سے باہمی مشورہ کے بعد اپنے باپ کو رات سوتے میں گولی ماری۔ گولی لگنے کے بعد وہ ذرا سا اٹھا تو اس کی بیوی اور بچوں نے سمجھا کہ اس کو گولی نہیں لگی اور اگر یہ بچ گیا تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ چنانچہ اس کی بیوی، بیٹیوں اور بیٹے نے مل کر اس کا گلا دبانا شروع کیا

اوراس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کی موت کا یقین نہیں ہو گیا۔

ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب جدران قاضی احمد نوابشاہ

ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب شہید، قاضی احمد (ضلع نوابشاہ)۔یوم شہادت ۲۸ رستمبر ۱۹۸۹ء۔
آپ ڈاکٹر عبدالقدیر جدران کے بڑے بھائی تھے۔تقسیم ملک کے بعد سندھ میں آکر آباد ہوئے اور شہادت کے وقت قاضی احمد ضلع نوابشاہ میں رہائش پذیر تھے۔

واقعہ شہادت: ۲۸ رستمبر ۱۹۸۹ء کو آپ حسب معمول اپنے کلینک میں کام کر رہے تھے کہ ایک مریض کو دیکھنے کے لئے جانا پڑا مریض دیکھ کر واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں تین افراد میں سے ایک نے آپ کی کمر کے ساتھ پستول رکھ کر فائر کر دیا۔آپ گر گئے۔لوگوں نے آپ کو اٹھایا اور ایدھی ٹرسٹ کی ایمبولینس میں ڈال کر ہسپتال لے گئے لیکن آپ راستہ ہی میں دم توڑ گئے۔کسی دوست نے جو آپ کو پہچانتا تھا آپ کے گھر ٹیلیفون کے ذریعہ اس واقعہ کی اطلاع دی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہید مرحوم نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں اور چار بیٹے چھوڑے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے: امتہ القدوس صاحبہ شادی شدہ ہیں اور لاہور میں رہتی ہیں۔عبدالقیوم صاحب ایم۔ایس۔سی شادی شدہ ہیں، نوابشاہ میں مقیم ہیں اور ملازمت کرتے ہیں۔عبدالشکور صاحب بی۔ایس۔سی شادی شدہ ہیں، نوابشاہ میں مقیم ہیں اور ملازمت کرتے ہیں۔عبدالماجد صاحب شادی شدہ ہیں اور کراچی میں ملازمت کرتے ہیں۔امتہ الصبور صاحبہ ایم۔اے اہلیہ مرزا حفیظ احمد صاحب کارکن تحریک جدید ربوہ میں رہتی ہیں۔(عبدالبصیر صاحب ربوہ میں قیام پذیر ہیں) سب بچے اللہ کے فضل سے دینی و دنیوی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔

مکرم مبشر احمد صاحب تیما پور، کرناٹک

شہادت مبشر احمد صاحب شہید۔تیما پور، کرناٹک (بھارت)۔یوم شہادت ۳۰ رجون ۱۹۹۰ء جماعت احمدیہ عالمگیر نے جب صد سالہ جشن کی تقریبات منائیں تو تیما پور کی جماعت نے بھی شایانِ شان پروگرام بنایا۔اس سے وہاں کے شر پسند غیر احمدیوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور شرارتیں کرنے لگے۔۲۹ رجون ۱۹۹۰ء کو ایک احمدی خاتون کی وفات پر جنازہ کو اٹھانے کے لئے مقامی مسجد کی انتظامیہ سے ڈولا مانگا گیا تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔وہاں رواج یہ ہے کہ

وفات شدگان کو ڈولے میں ڈال کر لے جایا جاتا ہے۔ ہر ملک کے اپنے اپنے رواج ہوتے ہیں وہاں کا رواج یہی ہے جس پر سب احمدی اور غیر احمدی برابر عمل کرتے ہیں۔ وہاں کے مقامی رواج کے مطابق جنازہ کو قبرستان تک پہنچانے کے لئے چار پائی کی جگہ ڈولا استعمال کیا جاتا ہے۔

اگلے دن ۳۰؍جون کو پولیس انسپکٹر کی موجودگی میں دوبارہ مطالبہ کیا گیا تو نہ صرف یہ کہ انکار کر دیا گیا بلکہ پہلے سے تیار شدہ منصوبہ کے مطابق اُن چند احمدیوں پر جو ڈولا حاصل کرنے کے لئے گئے تھے، ایک جم غفیر نے لاٹھیوں اور پتھروں سے حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں چند احمدی شدید زخمی ہو گئے جن میں سے مکرم مبشر احمد صاحب نا گُنڈ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. ان کے پسماندگان وغیرہ کے متعلق کوئی دوسری خبر نہیں ملی۔ اب اس خطبہ کو سننے کے بعد شاید اطلاعیں آجائیں مگر ان کا اب دوبارہ کسی خطبہ میں ذکر نہیں ہوسکتا۔ یہ ریکارڈ میں چلی جائیں گی۔

مکرم نصیر احمد علوی صاحب دوڑ نوابشاہ

نصیر احمد علوی صاحب شہید۔ دوڑ ضلع نوابشاہ۔ تاریخ شہادت ۱۷؍نومبر ۱۹۹۰ء۔ نصیر علوی شہید کے والد صاحب جو دوڑ ضلع نوابشاہ کے رہنے والے تھے خود احمدی ہوئے تھے، نہایت مخلص اور فدائی تھے۔ یہ آپ ہی کی نیک تربیت کا نتیجہ تھا کہ نصیر احمد علوی دوسروں تک احمدیت کا پیغام پہنچانے میں سرگرداں رہتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ اگر میں دن میں دو چار آدمیوں کو تبلیغ نہ کرلوں تو میرا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے دن بدن متعصب لوگ آپ کی مخالفت میں بڑھتے رہے۔ ایک دو دفعہ دھمکی بھی ملی کہ اگر تبلیغ سے باز نہ آئے تو آپ کو مار دیا جائے گا لیکن آپ نے اس دھمکی کی کوئی پرواہ نہ کی اور دعوت الی اللہ میں مصروف رہے۔

۱۷؍نومبر ۱۹۹۰ء کو جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات دو بجے تین آدمی آپ کے گھر آئے۔ ان میں سے دو تو دیوار پھلانگ کر اندر آ گئے اور ایک دیوار پر کھڑا رہا۔ گھر کے اندر داخل ہونے والے دو افراد میں سے ایک نے آپ کے منہ پر تکیہ رکھا اور دوسرے نے آپ کے دل کے بالکل قریب فائر کر دیا۔ آپ کی اہلیہ فائر کی آواز سن کر جاگ اٹھیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک آدمی آپ پر جھکا ہوا ہے۔ اہلیہ نے اس کو پیچھے سے پکڑنا چاہا تو اس نے کہنی مار کر انہیں نیچے گرا دیا اور دیوار پھلانگ کر بھاگ گیا۔ اہلیہ نے جب آپ کے اوپر سے کپڑا ہٹایا تو زندگی کی رمق ابھی باقی تھی۔ فوراً ہسپتال پہنچایا گیا لیکن

رستہ ہی میں آپ شہید ہو گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

آپ نے پسماندگان میں بیوہ مکرمہ فہمیدہ بیگم صاحبہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور تین بیٹے چھوڑے ہیں۔ بڑی بیٹی فرح نصیر صاحبہ سمبڑیال میں بیاہی ہوئی ہیں۔ دوسری بیٹی انیقہ چودھری صاحبہ ہومیوپیتھی کے کورس میں پورے ملک میں اوّل رہیں۔ ان کا نکاح ٹورانٹو کے صفدر حسین واجد سے ہو چکا ہے لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی۔ تینوں بیٹے احسان الحق علوی، انعام الحق علوی اور انوار الحق علوی ابھی زیرِ تعلیم ہیں۔

مکرم محمد اشرف صاحب شہید جاہن ضلع گوجرانوالہ

محمد اشرف صاحب شہید، جاہن ضلع گوجرانوالہ۔ یوم شہادت ۱۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء۔ محمد اشرف صاحب آف جاہن ضلع گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء میں خود احمدی ہوئے اور بہت جلد ترقی کی۔ مجھے لکھا کرتے تھے کہ میں تو ہر وقت جان ہتھیلی پر لئے پھرتا ہوں سوائے بیوی بچوں کے کوئی میرا نہیں۔ ان پر ۱۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کی رات کو حملہ کیا گیا۔ حملہ آوروں نے دھوکہ سے ان کا اعتماد حاصل کیا۔ رات ان کے پاس ٹھہرے۔ کھانا کھایا اور پھر سوتے میں ان کے سر اور چہرے پر پستول سے فائر کر کے شہید کر دیا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

ان کی اہلیہ نے اپنے بیٹے کو ساتھ کے گاؤں اطلاع دینے کے لئے بھجوایا تو سب خبر سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے مگر خدا کی راہ میں جان دینے والے اس دوست کے بیٹے نے ان کو تسلیاں دیں کہ میرا باپ نیک انجام کو پہنچا ہے۔ میری والدہ بھی خوش ہیں اور راضی ہیں۔

شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور چھ بیٹے چھوڑے جو سب ابھی زیرِ تعلیم ہیں۔ بچوں کے اسماء یہ ہیں:۔ اشتیاق احمد صاحب۔ اعجاز احمد صاحب۔ افتخار احمد صاحب۔ شہزاد احمد صاحب۔ طاہر احمد صاحب۔ خرم شہزاد صاحب۔ صالحہ اشرف صاحبہ اور سعیدہ اشرف صاحبہ۔

مکرم رانا ریاض احمد صاحب لاہور

رانا ریاض احمد صاحب شہید، لاہور۔ تاریخ شہادت ۵؍فروری ۱۹۹۴ء۔ آپ ۱۵؍مارچ ۱۹۵۴ء کو مکرم رانا عبدالستار صاحب کے ہاں ضلع وہاڑی کے ایک گاؤں 285-E.B میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کرنے کے بعد بلڈنگ میٹیریل کا کاروبار شروع کیا۔ آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود

علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت چودھری غلام قادر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف لنگیری ضلع جالندھر کا داماد بننے کا شرف نصیب ہوا۔

واقعہ شہادت: ۲؍فروری ۱۹۹۴ء کی سہ پہر تین بجے دس معاندین احمدیت نے شہید مرحوم کے والد مکرم رانا عبدالستار صاحب جو ایک پر جوش داعی الی اللہ تھے پر حملہ کیا اور زدوکوب کرنے کے بعد انہیں اغواء کرنے کی کوشش کی۔ اسی اثناء میں رانا ریاض احمد صاحب گھر سے باہر آئے اور والد صاحب کو بچانے کی کوشش کی تو ایک بدبخت نے بالکل قریب سے ان پر فائر کیا جو پیشانی پر لگا اور آپ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ دو دن زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد ۵؍فروری ۱۹۹۴ء کو اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ اور موت پر ہمیشہ کی زندگی فتح یاب ہوئی۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۹ سال تھی۔ آپ کی شہادت کے صرف چار ماہ بعد آپ کی اہلیہ بھی وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں خدا کے فضل سے بقید حیات ہیں اور زیر تعلیم ہیں۔ دو بیٹے وقف نو کی تحریک میں شامل ہیں۔ شہید مرحوم اپنے بھائیوں اور بہنوں میں سب سے بڑے تھے۔ ان کے پانچ بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ ایک بھائی رانا ارسال احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں اور ان دنوں جامعہ میں بطور استاد خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت قابل انسان ہیں۔

مکرم احمد نصر اللہ صاحب لاہور

احمد نصر اللہ صاحب شہید، لاہور۔ تاریخ شہادت ۵؍فروری ۱۹۹۴ء۔ آپ مکرم ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب ساکن آسٹریلیا کے صاحبزادے اور حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے۔ آپ اپنی والدہ مکرمہ امتہ الحئی صاحبہ اہلیہ چودھری حمید نصر اللہ صاحب امیر ضلع لاہور کے پاس لاہور میں رہتے تھے۔ آپ انتہائی نیک نفس، سادہ اور پروقار طبیعت کے مالک تھے۔ بچپن سے ہی تہجد گزار تھے۔ خدا کے فضل سے موصی بھی تھے اور ہر مالی قربانی میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

۵؍فروری ۱۹۹۴ء کو آپ اپنی رہائش گاہ پر آرام کر رہے تھے کہ بعض نامعلوم حملہ آوروں نے کمرہ میں گھس کر آپ کے سر پر آہنی سریہ مار مار کر آپ کو شہید کر دیا اور جاتی دفعہ دروازہ کو باہر سے مقفل

کر گئے۔ اگلے دن شام کے وقت آپ کی شہادت کا علم ہوا۔ ۷؍فروری کو ربوہ میں عام قبرستان میں تدفین ہوئی۔ آپ غیر شادی شدہ تھے۔ یہ سمجھ نہیں آئی کہ موصی تھے تو عام قبرستان میں کیوں تدفین ہوئی۔ یہ معلوم کرنا چاہئے نظام وصیت سے۔ اس وقت تو مجبوری ہوگی پولیس کی کہ بعض دفعہ نعش کو دیکھنے کے لئے دوبارہ نکالا جاتا ہے مگر بعد میں تو ان کی نعش، ان کے تابوت کو بہشتی مقبرے میں منتقل کر دینا چاہئے۔

وسیم احمد بٹ صاحب اور حفیظ احمد بٹ صاحب فیصل آباد

وسیم احمد بٹ صاحب شہید سمن آباد ضلع فیصل آباد اور حفیظ احمد بٹ صاحب شہید فیصل آباد۔ تاریخ شہادت ۳۰؍اگست ۱۹۹۴ء۔ مکرم وسیم احمد صاحب بٹ ۱۹۶۹ء میں مکرم محمد رمضان بٹ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے اور مڈل تک تعلیم حاصل کی اور پھر پاورلومز کا کام کرنے لگے۔ جماعت سے بہت لگاؤ رکھتے تھے اور دعوت الی اللہ میں خوب حصہ لیتے تھے۔ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے تھے اور چندہ میں بھی بہت باقاعدہ تھے۔ غریب پرور تھے۔

واقعہ شہادت: ۳۰؍اگست ۱۹۹۴ء کو ایک شخص مشتاق اور اس کے ساتھی حملہ آوروں نے آپ پر اور آپ کے بھائیوں پر رائفلوں سے گولیاں برسائیں۔ جن میں سے ایک گولی آپ کے دل پر اور دوسری بائیں ٹانگ پر لگی اور آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ بوقت شہادت آپ کی عمر 25 سال تھی اور غیر شادی شدہ تھے۔

اس حملہ میں آپ کے بڑے بھائی محمد امین بٹ اور دو چچازاد بھائی حفیظ احمد صاحب بٹ اور اختر کریم صاحب بٹ بھی شدید زخمی ہوئے جن میں سے حفیظ بٹ صاحب ابن اللہ رکھا بٹ صاحب نے الائیڈ ہسپتال پہنچ کر دم توڑ دیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ دونوں کی تدفین ۳۱؍اگست ۱۹۹۴ء کو ربوہ کے قبرستان عام میں ہوئی۔

حفیظ بٹ شہید ایک ہمدرد، ملنسار اور مخلص احمدی تھے اور دعوت الی اللہ کا بہت شوق رکھتے تھے۔ نماز باجماعت کے علاوہ تہجد بھی ادا کیا کرتے تھے اور چندہ جات میں بہت باقاعدہ تھے۔ بوقت شہادت عمر اٹھارہ سال تھی اور غیر شادی شدہ تھے۔ پسماندگان میں آپ کے والدین، چھ بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ چار بھائیوں اور تین بہنوں کی شادیاں ہو چکی ہیں اور دو بھائی ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر نسیم بابر صاحب اسلام آباد

شہادت پروفیسر ڈاکٹر نسیم بابر صاحب شہید، اسلام آباد (پاکستان) تاریخ شہادت ۱۰ار اکتوبر ۱۹۹۴ء۔ پروفیسر ڈاکٹر نسیم بابر شہید ۱۹۵۲ء میں ڈاکٹر سید محمد جی احمدی اور سیدہ امتہ الوحید صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت سید محمد شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے۔ آپ یعنی پروفیسر ڈاکٹر نسیم صاحب بچپن سے ہی غیر معمولی ذہین تھے اور خدا کے فضل سے مڈل سے لے کر پی۔ ایچ۔ ڈی تک مسلسل تعلیمی وظائف حاصل کرتے رہے۔

پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے وارسا ٹیکنیکل یونیورسٹی پولینڈ میں داخل ہوئے اور ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد ۱۹۸۰ء میں واپس آئے۔ پولینڈ میں قیام کے دوران آپ نے محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب مرحوم کے ادارے انٹرنیشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس سے رابطہ رکھا اور ان کے مختصر کورسز میں داخلہ لیا۔ اسی دوران سویڈن، جرمنی اور اٹلی کی کئی اور اہم یونیورسٹیوں سے بھی آپ کا رابطہ ہو گیا۔ چنانچہ آپ تقریباً ہر سال کسی نہ کسی بین الاقوامی یونیورسٹی میں وزیٹنگ پروفیسر کے طور جاتے رہے۔

ٹیکنیکل یونیورسٹی برلن میں تقریباً ایک سال گزار کر اور پھر اس یونیورسٹی سے اپنے قریبی روابط کی بنا پر Defects in Semi-Conductor Materials اور High Temperature Super Conductivity کے میدان میں ایسی اعلیٰ اور قابل قدر ریسرچ کی کہ برلن کی ٹیکنیکل یونیورسٹی نے قائداعظم یونیورسٹی کے شعبہ فزکس میں آپ کی نگرانی میں Semi-conductor Materials پر مزید تحقیق کے لئے ایک شعبہ کھولنے کی منظوری دے دی۔ اس سلسلہ میں تمام انتظامات مکمل تھے اور جرمنی سے اہم سائنسی آلات کی درآمد شروع ہونے والی تھی کہ آپ کی شہادت ہو گئی۔

آپ نے F.Sc سے لے کر M.Sc تک کا طالب علمی کا زمانہ راولپنڈی میں ایک مستعد متحرک خادم کے طور پر گزارا اور مختلف شعبوں کے ناظم رہے۔

واقعہ شہادت: ۱۰ر اکتوبر ۱۹۹۴ء رات ساڑھے دس بجے آپ نے گھنٹی بجنے پر اپنے گھر کا دروازہ کھولا تو چہرے پر نقاب اوڑھے ہوئے ایک شخص نے گھر کے دروازے کے عین سامنے آپ پر

کلاشنکوف کے دو فائر کئے۔ایک دل پر لگا اور دوسرا گردن پر۔دونوں گولیاں جسم سے پار ہو کر پیچھے دیوار پر لگیں جن سے سخت کنکریٹ کا پلستر بھی اکھڑ گیا۔قاتل فوری طور پر دیوار پھلانگ کر عقبی جنگل میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔اس حادثہ کی عینی شاہد آپ کی اہلیہ مکرمہ تمکین بابر صاحبہ کے بیان کے مطابق قاتل چھ فٹ قد کا ایک تنومند شخص تھا جس نے شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی، چہرے پر نقاب تھا جس میں سے صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔اس کے پاس اسلحہ تھا جو اس نے دروازہ کھلنے سے پہلے ہی آپ پر تان رکھا تھا۔اس نے کوئی آواز نہ نکالی نہ بات کی، بس چشم زدن میں فائر کر کے فرار ہو گیا۔ آپ کی اہلیہ کے شور مچانے پر ایک ہمسایہ پروفیسر پرویز ہود بھائی دوڑے آئے اور اپنی کار میں ڈاکٹر نسیم بابر کو ڈال کر ہسپتال کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستہ ہی میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے چھوڑے۔تینوں بچے ریما بابر، سقراط بابر اور جبران بابر ابھی زیر تعلیم ہیں اور آج کل اپنی والدہ کے ہمراہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔آپ کی ایک بہن مکرمہ روبینہ ہاشمی صاحبہ یہاں لندن میں رہتی ہیں اور مکرم خاور ہاشمی صاحب کی اہلیہ ہیں۔آپ کی خالہ محترمہ طاہرہ ونڈرمین صاحبہ بھی یو۔کے جماعت کی ایک مخلص اور مستعد خاتون ہیں اور بڑی محنت سے انگلش ڈاک کا کام کر رہی ہیں۔

آپ کی شہادت پر جرمنی کے سفیر کے علاوہ قائد اعظم یونیورسٹی کے مختلف پروفیسرز اور دیگر شخصیات نیز ملکی اخبارات ''دی نیوز'' راولپنڈی، ہفت روزہ Pulse اسلام آباد، ''دی مسلم'' اسلام آباد نے ملائیت اور مذہبی تعصب کو جتنا بھی وہ برا بھلا کہہ سکتے تھے، کہا اور آپ کی وفات پر آپ کے پسماندگان سے تعزیت کی۔اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔

یہ مختصر ذکر ہے اس شہادت کا۔اس کے بعد اگلے خطبہ سے انشاء اللہ باقی شہداء کا ذکر شروع کیا جائے گا۔

عہد خلافت رابعہ کے شہدا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶؍ جولائی ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ (البقرۃ: ۱۵۴-۱۵۵)

اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

میری کوشش تو یہی تھی کہ تمام شہداء کا ذکر اس خطبہ میں مکمل ہو جائے لیکن اب جو مختلف ذکر بعد میں مل رہے ہیں ان سب کو شامل کرنے کے بعد یہ مضمون اور بھی لمبا ہو جائے گا اس لئے اس خطبہ میں تو غالباً یہ ممکن نہیں ہوگا کہ اس مضمون کو ختم کی جا سکے لیکن انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں جہاں جلسہ پر آنے والے مہمانوں اور ان کو رکھنے والے میز بانوں کو ہدایت دی جاتی ہیں اس حصہ کو ذرا مختصر کر کے باقی حصہ یہی شہداء کے مضمون کا چلے گا جو انشاء اللہ تعالیٰ پھر جلسہ سے پہلے پہلے اختتام پذیر ہوگا۔

مکرم قاضی بشیر احمد صاحب کھوکھر شیخو پورہ

سب سے پہلے قاضی بشیر احمد صاحب کھوکھر ایڈووکیٹ شیخو پورہ کی شہادت کا ذکر کرتا ہوں جو ۱۷ر جولائی ۱۹۹۰ء کو ہوئی۔ قاضی بشیر احمد صاحب یکم ستمبر ۱۹۳۰ء کو قاضی کلیم احمد صاحب آف شیخو پورہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے وکالت کا امتحان پاس کیا اور پنجاب بار کونسل کے ممبر بن گئے۔ آپ بڑے مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ تنگدستی کے باوجود وصیت کے چندہ کی ادائیگی اور جماعتی ذمہ داریاں خوب نبھاتے تھے۔ ۱۹۷۴ء میں مسجد ہنجراں والا کے خطیب اللہ دتہ اور دوسرے مولویوں نے ایک احمدی خاتون کی تدفین کے وقت بہت شور مچایا کہ ایک کافرہ عورت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیں گے۔ مفسدین کی اسی ہنگامہ آرائی کے دوران آپ کسی کام سے گھر سے باہر نکلے تو انہوں نے آپ کو گھیر لیا اور شدید زدوکوب کرنے کے بعد آپ کو ایک تندور میں پھینک دیا۔ مگر عورتوں کے شور مچانے پر کچھ آدمیوں نے آپ کو تندور سے باہر نکال لیا اور آپ اعجازی طور پر بچ گئے بلکہ جولائی ۱۹۸۸ء کے جلسہ سالانہ لندن میں شمولیت کی توفیق پائی۔

مولویوں کی شرارتیں جاری رہیں۔ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کو ایک بیرنگ خط میں آپ کو احمدیت نہ چھوڑنے کی صورت میں چک سکندر کا حوالہ دے کر قتل کی دھمکی دی گئی۔ اس خط کے وصول ہونے کے تین ماہ بعد ایک دن شہید مرحوم کچہری بند ہونے کے بعد اپنی سائیکل پر گھر آرہے تھے کہ کمپنی باغ شیخو پورہ میں داخل ہوتے ہی موٹر سائیکل پر سوار دو اشخاص نے آپ پر چاقوؤں کے متعدد وار کئے اور فرار ہو گئے اور آپ کسی علاج سے پہلے ہی اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے اور شہادت کا رتبہ پالیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون** ۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی اور آپ بطور سیکرٹری جائیداد شیخو پورہ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ پسماندگان میں آپ نے بیوہ کے علاوہ ایک لڑکا اور چار لڑکیاں یادگار چھوڑیں جو سب کے سب آج کل جرمنی میں آباد ہیں۔ بیٹا نعیم احمد کھوکھر شادی شدہ اور صاحب اولاد ہے۔ بیٹی غزالہ بشیر قاضی عبدالمتین صاحب ایڈووکیٹ حال جرمنی کی بیگم ہیں۔ بیٹی مبارکہ فرحت حمید عباسی کی بیگم ہیں۔ ریحانہ زبیر احمد صاحب سے بیاہی ہوئی ہیں۔ فریدہ بھی شادی شدہ ہیں اور اپنے خاوند ممتاز احمد کے ساتھ جرمنی میں رہتی ہیں۔ گویا کہ تمام پسماندگان خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ دینی اور دنیاوی نعمتوں سے متمتع ہیں۔

مکرم ملک محمد دین صاحب شہید ساہیوال

ملک محمد دین صاحب شہید ساہیوال ۔ وفات نومبر ۱۹۹۱ء۔ محترم ملک محمد دین صاحب فیض اللہ چک کے ایک نواحی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام فقیر علی تھا۔ تقسیم ہند کے بعد آپ کا خاندان ساہیوال شہر میں آباد ہوا۔ آپ ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ پولیس میں بھرتی ہوئے اور ۱۹۷۶ء کو انسپکٹر پولیس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء میں سانحہ ساہیوال مسجد کے بعد جن گیارہ بے گناہ افراد کے خلاف جھوٹا مقدمہ قائم کیا گیا ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ آپ کو رات کے وقت دھوکہ کے ساتھ آپ کے گھر سے پولیس نے اس حال میں گرفتار کیا کہ آپ کو جوتا تک پہننے کی مہلت نہ دی اور اس کے بعد سات سال تک آپ ساہیوال اور ملتان کی جیلوں میں اسیر راہ مولا رہے۔

دوران اسیری پیرانہ سال میں آپ نے طرح طرح کی صعوبتیں بڑی خندہ پیشانی اور جذبہ ایمانی کے ساتھ برداشت کیں۔ آپ کو ۱۹۸۵ء میں جب ایک فوجی عدالت کی طرف سے دی گئی پچیس سالہ قید کی سزا سنائی گئی تو آپ نے بے اختیار کہا پچھتر سال تو میری عمر ہو چکی ہے اب پچیس سال مزید کہاں میں قید و بند میں رہوں گا۔ آخر نومبر ۱۹۹۱ء میں سات سال قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے جیل ہی میں نے آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر کے شہادت کا عظیم مرتبہ پالیا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون** ۔ مرحوم نے دو بیٹے اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کے سب بچے شادی شدہ اور صاحب اولاد اور خوش ہیں۔

عزیزہ فیضیہ مہدی صاحبہ

عزیزہ فیضیہ مہدی صاحبہ۔ تاریخ وفات ۲۱ / اکتوبر ۱۹۹۳ء۔ مکرمہ عزیزہ فیضیہ مہدی صاحبہ، چوہدری عبدالعزیز صاحب بھامبڑی اور محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ کی صاحبزادی اور نسیم مہدی صاحب واقف زندگی کی اہلیہ تھیں۔ ان کا وصال وطن سے دوران ایام میں ہوا جب آپ بڑے خلوص کے ساتھ اپنے واقف زندگی خاوند کی طرح وقف کے جذبے سے سرشار ٹورانٹو میں ہمہ وقت خدمت دین میں مگن رہتی تھیں۔ ۱۹۹۳ء میں پہلی مرتبہ پتہ چلا کہ آپ اپنے خاوند کو پریشانی سے بچانے کے لئے اپنی سر کی ایک بہت خطرناک تکلیف کو مسلسل چھپا رہی تھیں مگر جب مزید دبانا ناممکن نہ رہا تو ڈاکٹری

تشخیص سے معلوم ہوا کہ دراصل سر میں کینسر کی رسولی تھی جو اس عرصہ میں اتنی بڑھ چکی تھی کہ کوئی علاج کارگر نہ رہا۔ آخر اسی بیماری سے ۲۱؍اکتوبر ۱۹۹۳ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ بہت صابرہ وشاکرہ اور خلافت احمدیہ سے اور خلیفۂ وقت سے بے حد محبت رکھتی تھیں۔ مرحومہ چونکہ میدان جہاد میں خدا کو پیاری ہوئیں اس لئے ان کے اس نیک انجام کو بلاشبہ شہادت قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ کی ایک یادگار بیٹی اور دو بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا احمد مہدی ٹورانٹو یونیورسٹی میں ہے۔ بیٹی سعدیہ مہدی یارک یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے۔ ۳؍جولائی کو ہفتہ کے روز ان کے والد امیر صاحب کینیڈا نے ان کے نکاح کا اعلان کیا ہے۔ چھوٹا بیٹا فرید مہدی ساتویں میں زیر تعلیم ہے۔

مکرم عبدالرحمان صاحب باجوہ کراچی

عبدالرحمان صاحب باجوہ شہید۔ کراچی۔ تاریخ شہادت ۲۸؍اکتوبر ۱۹۹۴ء۔ آپ مکرم غلام جیلانی صاحب باجوہ اور امۃ الحفیظ صاحبہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے خاندان کا تعلق چک نمبر 116-L.R ضلع ساہیوال سے تھا۔ ۱۹۷۲ء میں والدین کے ہمراہ کراچی منتقل ہوگئے۔ جہاں آپ کو ۲۸؍اکتوبر ۱۹۹۴ء کو شہید کر دیا گیا۔

واقعہ شہادت: ۱۹۹۴ء میں کراچی کے علاوہ منظور کالونی میں جماعتی مخالفت کی ایک شدید لہر اٹھی جس میں فضلِ عمر ویلفیئر ڈسپنسری اور احمدی احباب کے گھروں پر حملے کرنے اور انہیں آگ لگانے کے پروگرام ترتیب دیئے گئے جو اکثر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ناکام ہوئے۔ ان دنوں آپ بحیثیت سیکرٹری امور عامہ اپنی ڈیوٹی دینے والے خدام کی رہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ دن رات کی پرواہ کئے بغیر حالات کو کنٹرول کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔

۲۸؍اکتوبر ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک آپ اپنی ہمشیرہ کے گھر سے موٹر سائیکل پر آرہے تھے کہ شام پانچ بجے کے قریب دو موٹر سائیکل سواروں نے گلی میں اپنی موٹر سائیکل کھڑی کر کے سامنے سے آپ کا راستہ روک لیا اور آناً فاناً پستول سے آٹھ فائر کئے جس سے آپ موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ شہید کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ایک لے پالک بیٹی تھی جو آپ کی بیوہ مکرمہ سلمیٰ رحمان صاحبہ کے گھر میں پلی ہے۔

مکرم دلشاد حسین کھچی صاحب لاڑکانہ

دلشاد حسین کھچی صاحب شہید، لاڑکانہ (سندھ)۔تاریخ شہادت ۳۱؍اکتوبر ۱۹۹۴ء۔آپ مکرم زُوّار محمد جمن کھچی صاحب کے صاحبزادے تھے۔ بیعت کی توفیق اگرچہ جولائی ۱۹۹۳ء میں ملی۔ قبول احمدیت سے قبل آپ کٹر شیعہ تھے اور آپ کے والد اور چچا شہر کے ایک بہت بڑے امام باڑہ کے متولی تھے۔آپ نمازوں کی ادائیگی میں بہت باقاعدہ تھے۔ڈش انٹینا اپنے گھر میں لگوایا جہاں غیر از جماعت احباب کو لاتے اور ان کو جماعت کے پروگرام دکھاتے تھے۔ مساجد اور امام باڑوں کے مولوی ان کے پاس آتے اور ان کو مرتد کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر بری طرح ناکام رہے اس دوران اندر ہی اندر آپ کے خلاف سازشیں پلتی رہیں۔ یہاں تک کہ ۳۱؍اکتوبر ۱۹۹۴ء کو جبکہ آپ اپنی دوکان سے واپس گھر آرہے تھے آپ کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ ایک بچی چھوڑی۔

مکرم سلیم احمد صاحب پال کراچی

سلیم احمد صاحب پال شہید کراچی۔آپ مکرم خدا بخش صاحب پال اور محترمہ سلیمہ بی بی صاحبہ کے ہاں ڈسکہ کلاں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ بعدازاں پہلے ربوہ میں اور پھر کراچی منتقل ہو گئے۔ بوقت شہادت کراچی ہی میں آباد تھے۔

واقعہ شہادت: منظور کالونی کراچی میں شہید ہونے والوں عبدالرحمان باجوہ صاحب کے بعد آپ کا دوسرا نمبر ہے۔ باجوہ صاحب کی شہادت کے چودہ دن بعد ۱۰؍نومبر ۱۹۹۴ء کو محترم سلیم احمد صاحب پال جب رات کو اپنی دکان بند کر کے گھر کی طرف جارہے تھے تو دکان سے تین گلیاں آگے دو موٹر سائیکل سواروں نے آپ پر اندھا دھند فائرنگ کر کے آپ کو موقع پر ہی شہید کر دیا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شہید مرحوم نے اہلیہ محترمہ رفعیہ بیگم صاحبہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ بڑے بیٹے وسیم احمد پال کے علاوہ سب بچے ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔ان کے چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کے جو نام معلوم ہو سکے ہیں وہ یہ ہیں۔تنویر احمد پال، ندیم احمد پال، کلیم احمد پال، نسیم احمد پال، شمائلہ تسنیم، ثوبیہ نورین، گلشن نورین۔

مکرم انور حسین صاحب ابڑو لاڑکانہ

انور حسین ابڑو صاحب شہید، انور آباد (لاڑکانہ)۔ ۱۹؍ دسمبر ۱۹۹۴ء۔ آپ مولوی محمد انور صاحب ابڑو اور محترمہ جنت خاتون صاحبہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا تعلق ایک ایسے معروف علمی گھرانہ سے تھا جس کو سندھ کے اس علاقہ میں تعلیم پھیلانے کی وجہ سے بہت شہرت ملی۔ اسی لئے آپ کے گھرانے کو استاد گھرانہ کہہ کر تعظیم دی جاتی تھی۔ آپ کے دادا محترم مولوی عبدالرؤف صاحب ابڑو ۱۹۴۷ء میں اپنی اولاد، عزیز واقارب اور شاگردوں سمیت بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ایک استاد کے علاوہ ابڑو خاندان کے آپ بڑے پگدار بھی تھے۔ ان کی یہ ایک سندھی اصطلاح ہے۔ پگدار بڑے رئیس کو کہا جاتا ہے۔ ان کی وفات ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد مکرم مولوی محمد انور صاحب ابڑو نے اپنے بھائیوں، عزیز واقارب اور شاگردوں کے ساتھ مل کر تمام مخالفتوں کا بھرپور استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا۔

۱۹؍ دسمبر ۱۹۹۴ء کو شام کے قریب قریباً ساڑھے پانچ بجے ایک سفید رنگ کی کار میں رینجرز کی وردی میں ملبوس سات افراد انور آباد آئے جن میں سے ایک کے پاس لائٹ مشین گن اور چھ کے پاس کلاشنکوف رائفلیں تھیں۔ ان میں سے تین نے گوٹھ میں مختلف جگہوں پر پوزیشن سنبھال لیں اور باقی چار مولوی محمد احمد صاحب ابڑو کے مکان میں گھس گئے۔ وہاں موجود عورتوں سے کہا کہ ہم کرنل صاحب کے حکم سے خطرناک ڈاکوؤں کی تلاش میں آئے ہیں۔ خواتین نے کہا کہ یہاں کوئی ڈاکو چھپا ہوا نہیں ہے، آپ بے شک تلاشی لے لیں۔ تلاشی کے دوران انہوں نے مولوی محمد انور صاحب ابڑو کے بارہ میں پوچھا کہ کہاں۔ انہوں نے جواب دیا باہر گئے ہوئے ہیں۔ جب سخت تلاشی کے باوجود کوئی مرد نظر نہ آیا تو ان میں دو افراد باہر مسجد میں مکرم انور حسین صاحب ابڑو کو جو سنتوں کے بعد نفل ادا کر رہے تھے اور سجدہ کر رہے تھے، اُسی حالت میں اٹھایا اور کہا کہ تمہیں کرنل صاحب نے بلایا ہے۔ ان کے علاوہ ڈاکوؤں نے مسجد سے ہی ظہور احمد صاحب ابڑو اور مکرم ناصر احمد صاحب ابڑو کو بھی پکڑا اور تینوں کو گھر لے آئے۔ عطاء المومن ابڑو پہلے ہی ان کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد وہ مردوں کو ایک لائن میں کھڑا کر کے کہنے لگے کہ کلمہ سناؤ۔ جب سب نے کلمہ پڑھا تو ملانوں کے بھیجے ہوئے یہ بدقماش مغلظات بکنے لگے کہ تم مسلمان نہیں کچھ اور ہو۔ یہ تمہارا کلمہ نہیں تم صرف ظاہراً یہ کلمہ پڑھتے

ہو۔مکرم انور حسین صاحب ابڑو اور ان کے بیٹے ظہور پر تشدد کرتے رہے اور کہتے رہے کہ تم اپنے مرشد کو گالیاں دو جس پر انہوں نے انکار کیا تو شہید کی گردن کے ساتھ بندوق کی نالی لگا کر کہا کہ گالیاں دو ورنہ تمہیں ماریں گے۔شہید مرحوم اگر چہ طبعی طور پر کمزور تھے مگر آدھ گھنٹے تک ان درندوں کے سامنے عظیم الشان استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے اور کسی ایک لمحہ کے لئے بھی ایمان نہ ڈگمگایا۔اس عرصہ میں ان کی خواتین نے بھی بڑی بہادری کا ثبوت دیا۔کسی عورت نے ان کی منّتیں نہیں کیں، واسطہ نہیں ڈالا اور سندھی دستور کے مطابق قدموں میں دوپٹہ نہیں ڈالا۔اس کے بعد یہ غنڈے انہیں مارتے ہوئے باہر لے گئے اور گاؤں کے لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ آج اسلام اور قادیانیت کا مقابلہ ہے۔دیکھو ہم انہیں کیسے مارتے ہیں اور چاروں کو گاؤں کے باہر کنویں پر لے آئے۔پھر ناصر احمد ابڑو کو کہا کہ تم ایک طرف ہو جاؤ۔اس کے بعد مکرم ظہور احمد ابڑو ابن انور حسین صاحب ابڑو پر فائر کیا جو کہ نہر کے کنارے پر کھڑے ہوئے تھے۔فائر لگتے ہوئے وہ پھسلے اور نہر میں گر گئے۔ایک گولی ان کے دائیں کندھے میں لگ کر بائیں طرف سوراخ کرتی ہوئی نکل گئی۔اس کے بعد مکرم انور حسین صاحب ابڑو پر گولیاں برسائیں۔ایک گولی ان کے سر پر لگی۔

شر پسندوں کے بھاگ جانے کے بعد فوراً دونوں باپ بیٹوں کو ایک ٹیکسی میں وارہ لے جایا گیا مگر مکرم انور حسین صاحب نے راستہ ہی میں دم توڑ دیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ان کا بیٹا ظہور احمد بچ گیا جو آج کل اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آسٹریلیا میں آباد ہے۔مرحوم نے چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے پسماندگان میں چھوڑے۔ظہور احمد کے علاوہ باقی بچے اللہ کے فضل سے اپنی زمینوں پر آباد ہیں اور مخالفین کی خطرناک سازشوں کے باوجود خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں۔

مکرم چودھری ریاض احمد صاحب شب قدر مردان

شہادت چودھری ریاض احمد صاحب شہید، شب قدر (مردان) ۱۹؍ اپریل ۱۹۹۵ء۔

مکرم چودھری ریاض صاحب جولائی ۱۹۴۷ء میں ضلع لدھیانہ کی تحصیل جگراؤں کے ایک گاؤں ملہہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد چودھری کمال الدین صاحب خود احمدی ہوئے اور قیام پاکستان کے بعد مردان میں رہائش اختیار کی۔چودھری ریاض احمد نے مردان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہیں کاروبار شروع کیا۔آپ نے بسلسلہ روزگار قریباً چھ سال ابوظہبی میں بھی قیام کیا جہاں سے آپ کو

احمدی ہونے کی وجہ سے نکال دیا گیا۔آپ اکثر خواہش کیا کرتے تھے کہ کاش مجھے بھی صاحبزادہ عبداللطیف کی طرح شہادت کی توفیق ملے۔ چنانچہ بارہا ان کو احمدیت کی خاطر تکلیفیں پہنچیں۔ مردان میں ان پر چھری سے وار کیا گیا۔ ۱۹۷۴ء میں سرگودھا ریلوے سٹیشن پر جن کو گولیاں لگیں ان میں یہ بھی شامل تھے اور جب انہیں گولی لگی تو فرمایا یہ تو ابھی آغاز ہے۔ گویا اسی وقت سے شہادت کی خواہش تھی اور جب تک زندہ رہے اسی نیت کے ساتھ زندہ رہے۔

ریاض شہید کے خسر محترم ڈاکٹر رشید احمد خان صاحب کی تبلیغ سے شب قدر مردان کے مکرم دولت خان صاحب کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ وہ چونکہ ایک طاقتور پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے ان کے احمدی ہونے پر وہاں بڑا سخت ردّعمل ہوا اور تمام علاقے میں ان کے متعلق قتل کے فتوے جاری ہونا شروع ہو گئے۔ دولت خان صاحب کے بھائیوں میں سے ایک بھائی سخت متشدد اور مخالفت میں پیش پیش تھا۔ اس نے افغانستان سے آئے ہوئے ایک ملّاں سے ان کے قتل کا فتویٰ لیا مگر وہ پھر بھی وہاں رہتے رہے۔ آخر پولیس نے نقص امن کی دفعہ لگا کر ان کو جیل میں ڈال دیا۔

۹؍اپریل ۱۹۹۵ء کی صبح جب رشید احمد صاحب اور ریاض احمد صاحب ان کی ضمانت کے لئے شب قدر گئے تو وہاں پانچ ہزار عوام کا ایک مشتعل ہجوم اکٹھا کیا جا چکا تھا اور ملّاں فضل ربی بڑے زور کے ساتھ سنگسار کرنے کی تعلیم دے رہا تھا۔ چنانچہ عین احاطۂ عدالت میں پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی موجودگی میں سب سے پہلے بڑے زور سے ریاض شہید کی پیشانی پتھر مارا گیا اور وہ نیم بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اسی حالت میں آپ پر مزید سنگ باری کی گئی۔ لیکن آپ مسلسل کلمہ کا ورد کرتے رہے۔ آپ کی آخری آواز بھی یہی تھی۔ **لا اله الا الله محمد رسول الله**۔ **انا لله و انا اليه راجعون**۔ بعد ازاں آپ کی نعش کو گھسیٹا گیا اس پر ان درندوں نے ناچ کیا اور یوں ان لوگوں نے اپنا درندہ ہونے کا ثبوت دیا۔ پولیس نے بھی ان کو بچانے کی بجائے ان کی نعش کو ٹھڈے مارے اور کہا کہ ہم بھی ثواب میں شریک ہو جائیں۔ پاکستان کی پولیس کو ثواب کا بس یہی موقع ملتا ہے اس کے سوا ان کو بھی ثواب کمانے کا موقع نہیں ملا۔

آپ کے خسر پر بھی بہت زیادہ تشدّد کیا گیا یہاں تک کہ تشدّد کرنے والوں نے سمجھا کہ

آپ مر چکے ہیں لیکن وہ بچ گئے اور ان کا اب تک زندہ رہنا اور روزمرہ کے فرائض سرانجام دینا ایک چلتا پھرتا معجزہ ہے۔ ایکسرے اور ڈاکٹری معائنہ کے بعد یہ قطعیت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے جسم کے بازوؤں اور ٹانگوں کی ساری ہڈیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ایک جگہ سے نہیں کئی کئی جگہ سے بازؤں کی اور ٹانگوں کی اور ڈاکٹروں کو سمجھ نہیں آتی کہ کیسے یہ شخص چلتا پھرتا ہے۔ یعنی خدا کے فضل سے۔ انہوں نے ہر قسم کا علاج کروانے سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ تادم آخر اللہ کے فضل کے ساتھ اس کے اعجاز کے سہارے زندہ رہوں گا۔ اسی جذبہ کے ساتھ اب روزمرہ کے کاروبار میں باقاعدہ حصہ لیتے رہے۔ اس طرح ریاض شہید کی بھابھی کی یہ رؤیا بھی لفظاً لفظاً پوری ہوگئی کہ ایک بکری تو ذبح کر دی گئی اور ایک چھوڑ دی گئی۔ یہ چھوڑی ہوئی بکری بھی عملاً شہیدوں میں ہی داخل ہے آپ کے پسماندگان میں آپ کی بیوہ کے علاوہ آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں جو زیر تعلیم ہیں اور آج کل بیلجیئم میں مقیم ہیں۔

مکرم مبارک احمد صاحب شرما شکار پور

مبارک احمد صاحب شرما شہید، شکار پور۔ آپ ۱۹۴۶ء میں مکرم عبدالرشید صاحب شرما کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں والدین کے ساتھ شکار پور سندھ میں رہائش اختیار کی۔ ڈبل ایم۔ اے کے بعد بی۔ ایڈ کیا اور محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۷۴ء میں جب جماعت کی مخالفت زوروں پر تھی تو ایک رات چند دوستوں کی موجودگی میں سول ہسپتال شکار پور کے سامنے آپ پر ڈنڈوں اور کلہاڑیوں سے بڑا سخت حملہ کیا گی۔ حتی کہ حملہ آور آپ کو مردہ سمجھ کر بھاگ گئے۔ آپ کے سر، ٹانگ اور باقی جسم پر گہرے زخم آئے۔ فوری طور پر سول ہسپتال میں داخل کیا گیا مگر ڈاکٹروں نے احمدی ہونے کی وجہ سے توجہ نہ دی تو آپ کو سکھر کے ہسپتال لے جایا گیا اور پھر وقفہ وقفہ سے کئی دوسرے شہروں میں بھی علاج کروایا جاتا رہا مگر ٹانگ کے زخم اور دماغی چوٹوں کا شافی علاج نہ ہوسکا۔ آخر آپ انہی تکالیف کے سبب ۳؍مئی ۱۹۹۵ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ بیٹا سہیل مبارک احمد شرما اس وقت جامعہ احمدیہ ربوہ میں درجہ ثالثہ کا طالب علم ہے۔

مکرم محمد صادق صاحب چھٹہ داد حافظ آباد

محمد صادق صاحب شہید، چھٹہ داد ضلع حافظ آباد۔ یوم شہادت ۸؍نومبر ۱۹۹۶ء۔آپ کے خاندان میں جو کٹر اہل حدیث تھا آپ کے والد صاحب سے بھی پہلے آپکے بڑے بھائی ہدایت اللہ صاحب کو احمدی ہونے کی توفیق ملی۔محمد صادق صاحب کو جو ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے اس کا سخت رنج تھا مگر والد کے احترام میں خاموش رہے۔مگر جونہی والد کی وفات ہوئی۔آپ نے اور دوسرے بھائی عنایت اللہ نے اپنے احمدی بھائی ہدایت اللہ کی زندگی اجیرن کردی۔۱۹۷۴ء میں جماعت کے خلاف تحریک زوروں پر تھی اور لوگ کہہ رہے تھے کہ اب ایسی دیوارسی بن گئی ہے کہ آئندہ اس وجہ سے کوئی احمدی نہیں ہوگا جو اس دیوار کو پھلانگ سکے، لیکن مخالفین نے یہ اعجاز دیکھا کہ خود محمد صادق صاحب کو مخالفت کی دیوار پھلانگ کر احمدی ہونے کی توفیق ملی اور ہر طرف احمدیت کا پیغام پہنچانے میں ننگی تلوار بن گئے۔آپ ہی کی تبلیغ سے محمد اشرف صاحب شہید آف جلہن گوجرانوالہ بھی احمدی ہوئے جن کی قبول احمدیت نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور محمد صادق صاحب کی مخالفت اور بھی تیز ہوگئی۔مگر محمد صادق صاحب نے تازندگی تبلیغ جاری رکھی اور خدا کے فضل سے آپ کو پندرہ مزید کٹر اہل حدیث اشخاص کو احمدی مسلمان بنانے کی توفیق ملی۔اس دوران نومبر ۱۹۹۶ء کو جب کہ آپ جمعہ پر جارہے تھے راستہ میں ایک پُل کے پاس دشمن تاک لگائے بیٹھا تھا۔جونہی آپ پُل کے پاس پہنچے اُنہوں نے گولیاں برسا کر آپ کو چھلنی کردیا اور وہیں موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔پسماندگان میں بیوہ محترمہ آمنہ بی بی صاحبہ کے علاوہ ایک بیٹی اور تین بیٹے چھوڑے۔بڑے بیٹے مکرم عصمت اللہ صاحب آرمی میں ملازم ہیں اور شادی شدہ ہیں۔دوسرے بیٹے نعمت اللہ صاحب بھی شادی شدہ ہیں۔تیسرے بیٹے رضوان احمد صاحب مڈل پاس کرنے کے بعد فارغ ہیں۔بیٹی نصرت شہزادی صاحبہ ابھی تعلیم حاصل کررہی ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں۔

مکرم چودھری عتیق احمد صاحب باجوہ وہاڑی

شہادت چودھری عتیق احمد صاحب باجوہ شہید، وہاڑی۔مکرم چودھری عتیق احمد صاحب باجوہ ۱۹۳۹ء میں فیصل آباد کے ایک گاؤں بہلول پور میں مکرم چودھری بشیر احمد صاحب باجوہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ابھی آپ آٹھ سال کے تھے کہ والد وفات پاگئے اور آپ کی والدہ محترمہ شریفہ بیگم صاحبہ

نے بہت محنت اور دعاؤں سے آپ کی پرورش کی۔ شریفہ بیگم صاحبہ بہت نیک اور دعا گو خاتون ہیں اور خدا کے فضل سے ابھی تک زندہ ہیں۔ چودھری عتیق احمد صاحب باجوہ نے ابتدائی تعلیم وہاڑی سے حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کر کے وہاڑی میں وکالت شروع کر دی اور ہمیشہ سچ پر مبنی کیس لیا کرتے تھے۔ اوائل جوانی سے ہی آپ مختلف جماعتی عہدوں پر فائز رہے۔ پہلے آپ قائد ضلع، سیکرٹری اصلاح وارشاد اور قریباً نو سال تک امیر ضلع وہاڑی رہے۔ بہت مخلص اور نڈر داعی الی اللہ تھے۔ چندوں کی ادائیگی اور تمام مالی تحریکات میں آپ کی شمولیت ایک مثالی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ اسیر راہ مولیٰ بھی رہے۔ اس دوران آپ اٹھارہ دن ملتان جیل میں قید رہے۔

واقعہ شہادت: آپ ۱۹؍ جون ۱۹۹۷ء کو شام پانچ بجے اپنی گاڑی پر زمینوں کی طرف جا رہے تھے کہ وہاڑی سے کچھ فاصلہ پر دو موٹر سائیکل سواروں نے آپ پر فائرنگ کر دی جس سے آپ اور آپ کا ڈرائیور موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بوقت شہادت آپ کی عمر اٹھاون سال تھی۔ پسماندگان میں والدہ کے علاوہ بیوہ ڈاکٹر نسرین عتیق باجوہ صاحبہ اور ایک بیٹی اور تین بیٹے چھوڑے۔ بیٹی خولہ عتیق شادی شدہ ہیں اور راولپنڈی میں آباد ہیں۔ بڑا بیٹا فرید احمد باجوہ آسٹریلیا میں کمپیوٹر کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے اور وہ جڑواں بیٹے نعیم احمد باجوہ اور خلیل احمد باجوہ الیکٹرانک انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ڈھونیکی وزیر آباد

ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شہید، ڈھونیکے (ضلع گوجرانوالہ)۔ تاریخ شہادت ۲۶؍۲۷؍ اکتوبر ۱۹۹۷ء کی درمیانی رات۔ مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب راجوری بھارتی کشمیر کے ایک گاؤں وداستی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے واہ کینٹ آ گئے۔ ابتدائی تعلیم پہلے واہ کینٹ اور پھر وزیر آباد میں حاصل کی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو خاص دست شفاعطا فرمایا اور سارا علاقہ آپ کی انسانیت دوستی، ہمدردی اور طبی خدمات کا معترف تھا۔ باوجود ایک کم تعلیم یافتہ ڈاکٹر ہونے کے لوگ دور دراز سے آپ کے پاس علاج کے لئے آتے تھے۔ خدمت خلق میں مصروف ہونے کے علاوہ آپ مختلف جماعتی عہدوں پر بھی فائز رہے۔ صف اول کے مالی قربانی کرنے والے تھے۔ اپنے کلینک سے متصل جگہ مسجد کے طور پر جماعت کو دے رکھی تھی۔

واقعہ شہادت: ۲۶؍اور ۲۷؍اکتوبر ۱۹۹۷ء کی درمیانی شب محترم ڈاکٹر صاحب کو گھر سے اغوا کیا گیا۔ اور پھر بڑی بے دردی سے قتل کر کے گاؤں کے قریب بہنے والے معروف برساتی نالے ''پلکھو'' میں پھینک دیا گیا۔ ایک مجرم زمان شاہ کی نشاندہی پر پولیس نے علاقہ کے تین معززین کے ذریعہ نعش برآمد کروائی۔ پسماندگان میں بیوہ محترمہ نسیم بیگم صاحبہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور چار بیٹے یادگار چھوڑے۔ بیٹیوں میں سے ایک مکرمہ امۃ النصیر اہلیہ مکرم کمال الدین صاحب کارکن نظارت تعلیم ربوہ ہیں۔ دوسری مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ طارق محمود صاحب چونڈہ میں ہیں۔ تیسری امۃ المحمود صاحبہ ساتویں کلاس میں پڑھتی ہیں اور اپنی بہن امۃ النصیر صاحبہ کے پاس ربوہ میں رہتی ہیں۔ بیٹوں میں سے مکرم نصیر احمد صاحب وزیر آباد میں رہائش پذیر ہیں اور اپنے والد صاحب کا کلینک چلا رہے ہیں۔ مکرم حفیظ احمد صاحب کراچی میں الیکٹرونکس انجینئر ہیں اور مکرم محمود احمد صاحب امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔

مکرم مظفر احمد صاحب شرما شکارپور

مظفر احمد صاحب شرما شہید، شکارپور۔ تاریخ شہادت ۱۲؍دسمبر ۱۹۹۷ء امیر جماعت ہائے احمدیہ اضلاع شکارپور، جیکب آباد، سکھر اور گھوٹکی محترم عبدالرشید صاحب شرما کے صاحبزادے تھے۔ بڑے مخلص اور دین کی غیرت رکھنے والے فدائی احمدی تھے۔ دعوت الی اللہ کا بڑا شوق تھا۔ پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے لیکن عملاً وکالت نہیں کی بلکہ اپنے والد کے کاروبار میں ان کی معاونت کرتے رہے۔ بوقت شہادت ضلعی سیکرٹری امور عامہ اور قاضی کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ اس سے پہلے آپ قائد خدام الاحمدیہ ضلع بھی رہے۔ شکارپور پریس کلب کے جنرل سیکرٹری اور بار ایسوسی ایشن کے ممبر بھی تھے۔ اپنے اثر ورسوخ اور خدمت خلق کا جذبہ رکھنے کی وجہ سے عوام الناس میں بہت ہر دل عزیز تھے۔ سندھ میں پیدا ہوئے اور بڑی روانی سے سندھی بولتے تھے۔ آپ کا خاندان شکارپور میں اکیلا احمدی گھرانہ تھا۔ اس خاندان نے جماعت کی وجہ سے آنے والی جملہ مصیبتوں کا پوری ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا۔

ان کا کارخانہ ایک ظالمانہ حملہ میں مکمل طور پر برباد کر دیا گیا۔ دھمکی آمیز خطوط لکھے گئے لیکن ان کے پائے ثبات میں کوئی فرق نہ پڑا۔ اخبارات میں ان کے بارہ میں انتہائی غلیظ بیانات شائع

ہوتے رہے جن میں بیان دینے والوں کے نام بھی درج ہوتے ہیں جو انتظامیہ سے بار بار مطالبہ کرتے کہ یہ مرکز سے مرد اور مستورات بلوا کر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اس لئے فوری طور پر ان کو یہاں سے نکالا جائے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہم خود یہ کام سنبھال لیں گے مگر حکومت نے مخالفین کی ان دھمکیوں سے واقف ہونے کے باوجود بھی کوئی نوٹس نہ لیا۔

واقعہ شہادت: ۱۲؍دسمبر ۱۹۹۷ء کو شام پونے آٹھ بجے آپ اپنی بھابھی محترمہ غزالہ بیگم صاحبہ بیوہ مبارک احمد صاحب شہید اور ان کی بچیوں کو گاڑی پر سوار کرانے کے لئے ریلوے سٹیشن جا رہے تھے۔ بھابھی اور بچے تانگے پر سوار تھے اور آپ تانگے کے پیچھے موٹر سائیکل پر جا رہے تھے کہ سول ہسپتال کے قریب اچانک پیچھے سے ایک موٹر سائیکل سوار آیا اور اس نے آپ پر گولی چلا دی۔ گولی لگنے سے آپ زمین پر گر گئے۔ تانگہ سے اتر کر بھابھی نے اٹھایا۔ اس وقت آپ ابھی زندہ تھے، فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا مگر بہت تاخیر ہو چکی تھی اور کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی اور آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بوقت شہادت آپ کی عمر ۴۲ سال تھی۔ پسماندگان میں بیوہ مکرمہ فوزیہ بیگم صاحبہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے۔ تینوں بچے غزالہ نصرت و ریحانہ عنبر اور عزت احمد نو سے تیرہ سال کی عمروں کے ہیں اور زیر تعلیم ہیں اور والدہ کے ساتھ سویڈن میں رہتے ہیں۔

مکرم میاں محمد اکبر اقبال صاحب یوگنڈا

شہادت میاں محمد اکبر اقبال صاحب۔ تاریخ شہادت ۱۴ / ۱۵؍فروری ۱۹۹۸ء کی درمیانی رات۔ آپ کا تعلق لاہور کی ایک فیملی سے تھا۔ آپ حضرت میاں تاج دین صاحب کے پوتے تھے جو کہ لاہور کے نیک مخلص اور دعا گو بزرگ اور میاں معراج دین صاحب اور میاں سراج دین صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور آمد کے دوران کبھی کبھی ان کے ہاں آ کر قیام فرمایا کرتے تھے۔ ان کے گھر کا نام تھا مبارک منزل دلی دروازہ لاہور۔ میاں محمد اکبر اقبال ۱۵؍جنوری ۱۹۲۵ء کو میاں کمال دین صاحب کے ہاں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں اپنی زندگی وقف کی۔ ۱۹۴۶ء میں آپ کو جیننگ اینڈ پراسسنگ فیکٹری کنزی میں کام کرنے کے لئے بھیجا گیا جہاں آپ نے خوب محنت سے کام کیا اور جنرل مینیجر کے عہدے تک ترقی پائی۔

۱۹۹۳ء میں آپ کو یوگنڈا کے ایک شہر جنجہ (Jinja) میں ایک جماعتی فیکٹری میں خدمت کے لئے بھجوایا گیا۔ جہاں آپ شہادت تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اتنے قابل تھے اور مزدوروں سے ایسا سلوک تھا کہ بارہا وہاں کوشش کی گئی کہ جس طرح باقی فیکٹریوں میں ہڑتال ہوتی ہے یہاں بھی ہڑتال کروائی جائے مگر مزدوروں نے صاف انکار کر دیا کیونکہ ان کا بہت نیک اثر ان پہ تھا۔

واقعہ شہادت: ڈاکو ۸؍فروری ۱۹۹۸ء کی شب آپ کی رہائش گاہ میں نقب لگا کر داخل ہوئے اور آپ پر حملہ کر کے کسی آہنی چیز سے آپ کے سر پر ضربیں لگائیں جن کی وجہ سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ قریب ہی ایک احمدی دوست ناصر احمد رہتے تھے وہ جب آپ کو نماز فجر کے لئے بلانے آئے تو دیکھا کہ آپ شدید زخمی حالت میں فرش پر گرے پڑے ہیں۔ انہوں نے جماعت کو اور پولیس کو اس وقوعہ کی اطلاع کی۔ آپ کو ضروری کارروائی کے بعد فوراً ہسپتال داخل کروایا گیا مگر زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ مسلسل بے ہوش رہے اور ہر طرح کی طبی امداد دینے کے باوجود جانبر نہ ہو سکے۔ آخر ۱۴؍اور ۱۵؍فروری کی درمیانی شب اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شہید مرحوم کا جنازہ ربوہ لایا گیا اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

پسماندگان میں بیوہ مکرمہ ممتاز بیگم صاحبہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔ مکرم محمد ارشاد اقبال صاحب عزیز آباد کراچی میں زعیم مجلس انصاراللہ ہیں، شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ مکرم مرزا ناصر محمود صاحب مربی سلسلہ لاہور کینٹ بھی شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ مکرم اقبال محمود صاحب ٹیکنیکل ایجوکیشن سندھ میں سرکاری ملازم ہیں اور ماڑی پور مجلس کے ناظم اطفال ہیں۔ مظفر محمود صاحب لاہور میں ذاتی کاروبار کرتے ہیں اور مقامی مجلس کے ناظم عمومی ہیں۔ مکرمہ فاخرہ بیگم صاحبہ مکرم خلیل الرحمٰن صاحب مغل راولپنڈی کی اہلیہ ہیں۔ مکرمہ افتخار بیگم صاحبہ اپنے بھائیوں کے ساتھ کراچی میں رہتی ہیں اور عزیز آباد کراچی میں لجنہ کی سیکرٹری ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی ساری اولاد دینی اور دنیاوی ہر لحاظ سے صف اول میں ہے اور خدا کے فضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات کی شاہد ہے۔

عزیزم محمد جری اللہ مظفر کینیا

عزیزم محمد جری اللہ مظفر ۔ کینیا ۔ تاریخ وفات ۲۱؍جون ۱۹۹۸ء عزیز جری اللہ ۱۸؍مئی ۱۹۹۳ء کو مکرم مظفر احمد صاحب درانی امیر و مشنری انچارج تنزانیہ کے ہاں ربوہ میں پیدا ہوئے۔ عزیز کے والد جب کینیا میں تھے تو انہوں نے ایک پہاڑی پر اپنی ایک بیٹی کی آمین منعقد کرنے کا پروگرام بنایا جس کے ساتھ ہی ایک برساتی نالہ بہتا تھا۔ وہاں کھیل کود میں مشغول تھے کہ پاؤں پھسلنے کے نتیجہ میں عزیز جری اللہ مظفر برساتی نالے میں گرا اور تیز پانی کی لپیٹ میں آ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ **اناللہ و انا الیہ راجعون** ۔ چونکہ واقف زندگی کا بیٹا وقف کے دوران وطن سے دور ڈوب کر غرق ہوا اس لئے ڈوب کر غرق ہونے والے کو ویسے ہی آنحضرت ﷺ نے شہید قرار دیا ہے تو یہ شہادت اس رنگ میں ایک دوہری شہادت تھی ۔ ایک ہفتہ کی مسلسل تلاش کے بعد آٹھویں روز اس کی لاش مل گئی۔ ۲۹؍جون ۱۹۹۸ء کو احمدیہ مسجد کسومو کینیا میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور نیروبی میں احمدیہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

مکرم محمد ایوب اعظم صاحب واہ کینٹ

محمد ایوب اعظم صاحب شہید، واہ کینٹ ۔ تاریخ شہادت ۷؍جولائی ۱۹۹۸ء ۔ آپ محترم شیخ نیاز الدین صاحب (مرحوم) اور محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ (مرحومہ) کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا حضرت شیخ عمر الدین صاحبؓ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ والد بعد میں خلافت ثانیہ کے دوران احمدی ہوئے۔ آپ کی شادی محترمہ بشریٰ منہاس صاحبہ بنت مکرم محمد افضل منہاس صاحب ایڈووکیٹ مرحوم (راولپنڈی) کے ساتھ ہوئی۔ آپ ایک مخلص احمدی تھے۔ B.Sc کرنے کے بعد آرڈیننس فیکٹری واہ کینٹ میں بطور چارج مین ملازم ہوئے اور ترقی کر کے فورمین کے عہدہ تک پہنچے۔ بعد ازاں اسسٹنٹ ورکس مینجر مقرر ہوئے لیکن پھر نامعلوم وجوہات کی بناء پر ۱۹۹۱ء میں آپ ریٹائر کر دیا گیا۔ نامعلوم سے مراد یہ ہے کہ پتہ ہے جماعت کی دشمنی میں کیا گیا تھا مگر حکومتی ریکارڈ کے مطابق وجوہات نامعلوم ہیں۔ اس کے بعد آپ بسلسلہ ملازمت سعودی عرب چلے گئے۔ ۱۹۹۵ء میں واپس آ کر پھر شہادت تک واہ کینٹ میں ہی رہے۔

واقعہ شہادت: ۷؍جولائی ۱۹۹۸ء تقریباً ساڑھے آٹھ بجے رات آپ گھر سے نکلے اور محلّہ

کی ایک قریبی دکان پر گئے۔ وہاں سے واپس گھر آرہے تھے کہ قاتل اچانک تاریکی سے نکل کر آپ کے سامنے آئے۔ آپ کا پوچھا اور یہ بھی پوچھا کہ آپ احمدی ہیں اور ایک اور آدمی کا نام بھی پوچھا کہ آپ کسی نذیر احمدی کو جانتے ہیں تو آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد قاتلوں میں سے ایک نے آپ پر دو فائر کئے اور بھاگ گئے۔ آپ پر چونکہ گھر کے قریب ہی فائر کئے گئے تھے اس لئے آپ نے زخمی ہونے کے باوجود گھر والوں کو آوازیں دیں جو آپ کی آواز پر فوراً باہر آئے اور زخمی حالت میں آپ کو ہسپتال لے گئے لیکن راستہ ہی میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شہید مرحوم نے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں پسماندگان میں چھوڑیں۔

مکرم ملک نصیر احمد صاحب وہاڑی

شہادت مکرم ملک نصیر احمد صاحب شہید، وہاڑی۔ تاریخ شہادت ۴/ اگست ۱۹۹۸ء۔ آپ کے والد مکرم غلام علی صاحب ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ملک نصیر احمد صاحب ۱۹۱۳ء میں فیض اللہ چک میں پیدا ہوئے۔ عملی زندگی کا آغاز محکمہ پولیس کی ملازمت سے کیا اور سب انسپکٹر کے عہدہ سے ۱۹۶۷ء میں ریٹائر ہونے کے بعد وہاڑی میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ ایک جیننگ فیکٹری کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ فلپس کمپنی کی ایجنسی بھی آپ کے پاس تھی۔ آپ وہاڑی کی ایک بااثر شخصیت تھے۔ نہایت دبنگ، غریبوں کے ہمدرد اور بڑے مہمان نواز تھے۔ آپ سالہا سال تک جماعت احمدیہ وہاڑی کے سیکرٹری امور عامہ رہے۔ دو دفعہ زعیم اعلیٰ انصار اللہ بنے اور جولائی ۱۹۹۸ء سے صدر کے عہدہ پر فائز تھے۔ بڑے نڈر داعی الی اللہ تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ باجماعت نماز کے پڑھنے کے پابند تھے حتی کہ پچاسی سال کی عمر میں بھی آپ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی کہ ہر نماز بیت الذکر میں ادا کریں۔

۴/ اگست ۱۹۹۸ء کو بیت الذکر میں نماز فجر کی ادائیگی کے لئے، یعنی یہ ان کا جذبہ تھا باجماعت نماز کی ادائیگی کے لئے کہ اس عمر میں موٹر میں بیٹھ کر مسجد پہنچے، صبح پونے چار بجے کار پر روانہ ہوئے۔ ابھی آپ اپنی کار سے اترے ہی تھے کہ حملہ آوروں نے جو پہلے سے گھات لگائے بیٹھے تھے آپ پر فائرنگ کر دی۔ ایک گولی سینے میں لگی جس سے موقع پر ہی جام شہادت نوش کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حملہ آور آپ کی گاڑی لے کر فرار ہو گئے۔ اس وقت ابھی بیت الذکر میں کوئی نمازی

نہیں آیا تھا۔ جب نمازی آئے تو انہوں نے آپ کو بیت الذکر کے قریب شہید ہونے کی حالت میں پایا۔اسی دن آپ کی نعش ربوہ لائی گئی جہاں بعد نماز جنازہ تدفین ہوئی۔ پسماندگان میں آپ نے دو بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں۔

مکرم ماسٹر نذیر احمد صاحب بھگیو نوابشاہ

مکرم ماسٹر نذیر احمد صاحب بھگیو شہید،نوابشاہ۔ تاریخ شہادت ۱۰؍اکتوبر ۱۹۹۸ء۔ آپ کے پڑنانا حضرت اخوند محمد رمضان صاحب، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی صحابہ میں سے تھے جنہیں ۱۸۹۸ء میں بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس لحاظ سے سندھی خاندانوں میں آپ قدیم ترین صحابہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ بہت نیک، متقی، تہجد گزار بزرگ تھے۔ خاموش طبع، بے لوث خدمت کرنے والے اور مخلص انسان تھے۔ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں یکساں ہر دل عزیز تھے۔

ایک عرصہ سے دو تین مولوی ماسٹر صاحب کو دھمکیاں دے رہے تھے کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ رات کے وقت وہ کبھی کبھی آپ کے گھر میں پتھر بھی پھینکتے تھے۔ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۹۸ء کی صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد جب آپ گھر پر ہی تھے کہ آپ کے دروازے کی گھنٹی بجی۔ جیسے ہی آپ باہر نکلے تو ایک آدمی نے آپ پر پستول سے فائر کیا۔ اس حملہ سے آپ دروازہ پر ہی گر گئے اور چند لمحوں میں ہی موقع پر شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے غلام حیدر بھگیو نیشنل ہائی وے میں بڑے عہدہ پر فائز ہیں۔ دوسرے بیٹے حمید احمد بھگیو سندھ سیکرٹریٹ کراچی میں ملازم ہیں اور تیسرے بیٹے سلیم احمد بھگیو لیاقت میڈیکل کالج میں فائنل ایئر کے طالب علم ہیں۔ چوتھے بیٹے خالد احمد بھگیو سندھ یونیورسٹی میں کامرس کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیٹیوں میں بڑی بیٹی شادی شدہ ہیں اور باقی دو ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔

اب چونکہ وقت ختم ہو گیا ہے جو چند شہداء کا تذکرہ باقی رہتا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ اگلے خطبہ میں بیان کر دیا جائے گا اور پھر جلسے کے متعلق ہدایات بھی اسی خطبہ میں دے دی جائیں گی۔ (حضور انور نے پرائیویٹ سیکرٹری سے مخاطب ہو کر فرمایا): اس عرصہ میں ہوسکتا ہے کچھ اور بھی مل جائیں اگر مل گئے تو پوچھ کے شامل کر لینا ورنہ یہی ذکر ہے۔ باقی تاریخ احمدیت میں انشاء اللہ چھپتا رہے گا۔

شہداء خلافت رابعہ

(شہداء کے تذکرہ پر آخری خطبہ)

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ ؍جولائی ۱۹۹۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ بقرہ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۗ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرة:۱۵۴-۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو (اللہ سے) مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ پہلی آیت کے ترجمہ میں لفظ ''اللہ سے'' بریکٹ میں ہی رکھا ہوا ہے کیونکہ الفاظ میں ظاہر نہیں ہے اس لئے اس کو ترجمہ میں بریکٹ میں ہی رکھا ہوا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ الفاظ میں ظاہر ہے۔

شہداء کے ذکر پر مشتمل یہ میرا آخری خطبہ ہے جس کے بعد انشاء اللہ دوسرے مضمون کے خطبات شروع ہوں گے جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا۔ اب خطبات میں مزید یہ ذکر نہیں ہوسکتا ورنہ بعض دوستوں کی طرف سے مطالبے آتے چلے جا رہے ہیں جو معلوم ہوتا ہے ایک نہ

ختم ہونے والا سلسلہ ہے اس لئے آج اس جلسہ سے پہلے انشاء اللہ اس خطبہ میں جتنے بھی شہداء کا ذکر آئے گا اسی پر اکتفاء ہوگی اور باقی اگر کسی کے ذہن میں کوئی ایسے شہداء آئیں جو ان کے خیال میں شہداء میں شریک ہونے چاہئیں تو ان کو چاہئے کہ وہ تاریخ احمدیت میں وہ کوائف بھجوا دیں وہ خود فیصلہ کرلیا کریں گے۔

مکرم مولوی سید محمد موسیٰ صاحب مبلغ اڑیسہ

مولوی سید محمد موسیٰ صاحب مبلغ سلسلہ شہید، اڑیسہ (بھارت)۔ تاریخ شہادت ۳ر دسمبر ۱۹۷۴ء کو دو دیگر خادمان سلسلہ کے ساتھ چندہ جات کی تحریک کے سلسلہ میں سفر پر تھے کہ ریلوے لائن عبور کرتے ہوئے ریل گاڑی کے نیچے آکر موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شہید مرحوم ایک لمبا عرصہ ہندوستان کی سب سے بڑی جماعت کیرنگ اڑیسہ کے مبلغ رہے۔ ایک مرتبہ گاؤں کے گھانس پھونس کے مکانات میں آگ بڑک اٹھی تو آپ کی دعا سے غیر متوقع طور پر بارش ہوگئی جس سے آگ بجھ گئی۔ شہید مرحوم مکرم سید حسن علی صاحب سونگھڑوی کے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ کے تین بڑے بھائی جماعت احمدیہ بھدرک، سورو اور کٹک (اڑیسہ) کے صدر رہے ہیں یا صدر ہیں۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ پسماندگان میں صرف بیوہ چھوڑی ہے۔

مکرم عبدالمجید صاحب ربوہ

عبدالمجید صاحب، ربوہ۔ آپ مکرم عبدالکریم صاحب کے بیٹے تھے جو قادیان میں نلکا سازی کا کام کرتے تھے اور ربوہ کے بھی ابتدائی نلکا سازوں میں سے تھے۔ دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو برکت دی اور آپ کی جو خدمت کا جذبہ تھا آپ کے کام آیا۔ ۱۹۴۳ء میں عبدالمجید صاحب گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ خدمت خلق تحریک کے تحت ۲۵ر جنوری ۱۹۹۴ء کو غانا میں نلکے لگوانے کے پروگرام پر بھجوائے گئے۔ جہاں آپ نے ایک سال تک خدمات وقف کیں۔ واپسی کے سفر پر نیروبی قیام کے دوران بیمار ہوگئے اور اسی بیماری سے وطن پہنچنے سے پہلے دسمبر ۱۹۹۴ء میں وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ تدفین کے لئے آپ کی میت ربوہ لے جائی گئی۔

مکرم اے ٹی ایم حق صاحب اور مصطفیٰ علی صاحب بنگلہ دیش

اے ٹی ایم حق صاحب شہید اور مصطفیٰ علی صاحب عرف ننّو میاں شہید، بنگلہ دیش۔ تاریخ

شہادت ۲۱؍مئی ۱۹۹۵ء۔ ۲۱؍مئی ۱۹۹۵ء کی رات کو مکرم نیشنل امیر صاحب بنگلہ دیش کی ہدایت پر مکرم اے ٹی ایم حق صاحب نائب نیشنل امیر کی سربراہی میں ایک وفد بعض جماعتی امور سرانجام دینے کے لئے احمد نگر بھجوایا گیا۔ اس وفد میں ان کے ساتھ مکرم عبدالاول خان صاحب مربی سلسلہ، مکرم رضاء الکریم صاحب سیکرٹری وصایا، مکرم بشیر الدین محمود احمد صاحب اور ڈرائیور مکرم مصطفیٰ علی صاحب نتو بھی شامل تھے۔ صبح گیارہ بجے ان کی گاڑی فیری کے ذریعہ دریا جمنا پار کر کے ''نگر باڑی'' کھاٹ پر اتری اور آگے کا سفر شروع ہو گیا مگر دو پہر بارہ بج کر بیس منٹ پر رائے گنج تھانہ کے قریب مین روڈ پر ایک ٹرک سے ٹکرا گئی جس کے نتیجہ میں مکرم اے ایم ٹی حق صاحب تو موقع پر ہی دم توڑ گئے جبکہ کار کے ڈرائیور مکرم مصطفیٰ علی نتو صاحب بوگڑا ہسپتال پہنچتے ہوئے رستہ میں وفات پا گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

مکرم اے، ٹی، ایم حق صاحب بہت ہی نیک اور مخلص احمدی تھے۔ یہ پہلے پیر پرست اور قبر پرست مسلمان تھے۔ ۱۹۶۰ء کے قریب خود احمدیت قبول کی۔ مریض ہونے کے باوجود یہ جماعت کے کاموں میں تقریباً روزانہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ بہت ہی صاف گو، نفاست پسند اور خوش پوش بزرگ تھے۔ بوقت شہادت عمر ۷۵ سال تھی۔ شہید مرحوم نے اپنے پیچھے تین بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں۔ تینوں بیٹے ماشاء اللہ نہایت مخلص اور فدائی احمدی ہیں۔

شہید مصطفیٰ علی نتو صاحب بھی بڑے نرم مزاج تھے اور با اخلاق نوجوان تھے آپ مکرم رمیز الدین صاحب آف احمد نگر کے بیٹے تھے۔ جماعت کی گاڑی چلانے کے علاوہ ٹائپسٹ کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ کی شادی ہوئے تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا۔ کوئی بچہ نہیں ہوا۔ پسماندگان میں صرف ایک بیوہ چھوڑیں۔

مکرم چودھری عبدالرشید شریف صاحب لاہور

چودھری عبدالرشید شریف صاحب شہید، لاہور۔ تاریخ شہادت ۳۰؍اکتوبر ۱۹۹۸ء۔ آپ مولانا چودھری محمد شریف صاحب مرحوم سابق مبلغ بلادِ عربیہ و مغربی افریقہ اور محترمہ فضل بی بی صاحبہ مرحومہ کے بیٹے تھے۔ حیفا فلسطین میں ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے ابھی صرف دو سال کے تھے کہ والدہ وفات پا گئیں۔ آپ کی پرورش آپ کی دوسری والدہ محترمہ حکمت عباس عودہ صاحبہ نے نہایت ہی

محبت اور خوش خلقی کے ساتھ کی۔

آپ دسمبر ۱۹۵۵ء میں اپنے والد محترم کے ہمراہ پاکستان آئے۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے بی اے اور لاہور کالج سے ایم۔اے کرنے کے بعد سی ایس پی کے مقابلہ کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور پنجاب میں بطور ڈپٹی سیکرٹری فنانس مقرر ہوئے۔ متعصب مولوی اگرچہ آپ کے خلاف شدید پراپیگنڈہ کرتے رہے مگر آپ کی ایمان داری اور اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے حکومت ان کو الگ نہ کرسکی بلکہ مزید ترقی کرتے رہے۔ ایک موقع پر منفی سفارش کے ساتھ آپ کا معاملہ صدر ضیاء تک بھی پہنچا تو آپ کی ملازمت ختم کرنے کا حکم فوری طور پر جاری کر دیا گیا۔ مگر جب گورنر پنجاب جنرل سوار خان نے آپ کی فائل صدر کو بھجوائی کہ دیکھ تو لو یہ کیسا افسر ہے تو اسے دیکھ کر یہ نیا حکم جاری کرنا پڑا کہ سردست اسے کسی اور جگہ تبدیل کر دیا جائے۔

آپ رفاہی کاموں میں دل کھول کر حصہ لیتے تھے اور بزرگ باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ ہمیشہ صداقت پر قائم رہے۔

۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۸ء کی شام کو بعض قاتلوں نے آپ کو احمدیت کے جرم میں بڑی بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

آپ کی شادی محترم الحاج ڈاکٹر محمد سعید صاحب کی صاحبزادی نازی سعید صاحبہ سے ہوئی تھی جو لجنہ اماء اللہ لاہور کی ایک فعال کارکنہ ہیں۔ آپ نے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا عبدالعزیز اور دو بیٹیاں فوزیہ رشید اور شیبا رشید چھوڑے۔ بیٹا قالینوں کا کاروبار کرتا ہے۔ دونوں بیٹیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اپنے گھروں میں خوش ہیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی بشیر شریف صاحب انگلستان میں ہر جماعتی خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں اور اللہ کے فضل سے ایک مثالی احمدی ہیں۔

مکرم ملک اعجاز احمد صاحب وزیرآباد

ملک اعجاز احمد صاحب شہید۔ وزیرآباد۔ تاریخ شہادت یکم دسمبر ۱۹۹۸ء۔ آپ مکرم عنایت اللہ صاحب مرحوم ''ڈھونیکے''، تحصیل وزیرآباد کے صاحبزادہ تھے اور ایک نڈر داعی الی اللہ تھے۔ آپ کی دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں ''جنڈیالہ ڈھاب والا'' میں ایک خاندان کے جملہ افراد کو بیعت کرنے کی توفیق ملی تھی۔ اس سے قبل اس گاؤں میں کوئی احمدی نہ تھا۔ اپنوں اور غیروں میں آپ

کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شہید کے مقدمہ میں مجرموں کو گرفتار کروانے میں آپ نے بڑی کوشش کی۔اسی لئے مخالفین آپ کے جانی دشمن ہو گئے۔

واقعہ شہادت۔ یکم دسمبر ۱۹۹۸ء کو آپ وزیر آباد میں اپنی سیمنٹ ایجنسی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ صبح دس بجے کے قریب ایک لڑکا جس نے چادر لپیٹ رکھی تھی آیا اور پوچھا کہ ملک اعجاز کون ہے؟ ملک اعجاز صاحب کے ساتھ آپ کے دوست بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے پوچھا، کیوں کیا بات ہے؟ میں ملک اعجاز ہوں۔ یہ سنتے ہی اس لڑکے نے اپنی چادر کے نیچے سے لوڈ کیا ہوا ریوالور نکالا اور آپ پر فائر کر دیا۔ملک صاحب کو دو گولیاں لگیں جن سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔فائر کرنے کے بعد وہ لڑکا فرار ہونے کے لئے قریبی گلی میں دوڑا مگر ملک صاحب کے ایک دوست اور ملازم نے اہل محلّہ کے تعاون سے اسے پکڑ کر حوالہ پولیس کر دیا۔آپ کے دوسرے دوست ٹانگہ میں ڈال کر سول ہسپتال لے گئے جہاں ابتدائی طبی امداد دی گئی۔ابھی آپریشن تھیٹر میں جانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ مولا کریم کی طرف سے بلاوا آ گیا اور لبیک کہتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔

شہید مرحوم کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔آپ نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ اپنی ایک زیر کفالت بچی چھوڑی۔جوان دنوں میڈیکل کی طالبہ ہیں۔

مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ چونڈہ

مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ عمر سلیم بٹ صاحب، چونڈہ، سیالکوٹ ۔ تاریخ شہادت ۹ رمئی ۱۹۹۹ء۔آپ چونڈہ کے ایک مخلص احمدی مکرم عبداللہ بٹ صاحب کی بیٹی تھیں۔دعوت الی اللہ کا کام بڑے جوش اور جذبہ سے کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ کی کوششوں سے چونڈہ کے نواحی گاؤں ڈوگرانوالی میں دو بہن بھائی فروری ۱۹۹۹ء میں احمدی ہوئے چونکہ اس گاؤں میں اور کوئی احمدی نہ تھا اس لئے دونوں نو مبائع کو کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔آپ نے دونوں کا بہت خیال رکھا اور ہر مشکل میں انہیں حوصلہ اور تسلی دیتی رہیں۔اس مقصد کی خاطر آپ ان کے گاؤں چلی جاتیں۔آخری بار یکم مئی ۱۹۹۹ء کو وہاں گئیں تا کہ ان کے والد کو زیارت مرکز کے لئے ربوہ جانے کا پروگرام بنائیں۔نو مبائعین عابد حسین اپنے کسی کام کی غرض سے سیالکوٹ گئے ہوئے تھے لہذا ان کی واپسی کا انتظار کرتے کرتے دیر ہو گئی اور کوئی سواری نہ ملنے کی وجہ سے آپ کو ڈوگرانوالی میں ہی رات ٹھہرنا پڑا۔

نومبائع کا ایک سوتیلا بھائی رفاقت حسین جو مجرمانہ ذہنیت کا مالک تھا اور منشیات اور چوری وغیرہ کے مقدمات میں ملوث ہے، گھر میں احمدیت پھیلانے کی ذمہ دار مبارکہ بیگم کو سمجھتا تھا لہٰذا ان کا سخت دشمن تھا۔ چنانچہ اس نے ۲ مئی ۱۹۹۹ء کو آپ پر چھریوں کے پے در پے وار کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ آپ کو اسی حالت میں علامہ اقبال ہسپتال سیالکوٹ میں پہنچایا گیا جہاں ڈاکٹروں نے آپ کا آپریشن کیا بظاہر آپریشن کامیاب رہا لیکن چند دن بعد آپ کی حالت بگڑنے لگی تو فوراً میو ہسپتال لے جایا گیا جہاں آپ ۹ مئی ۱۹۹۹ء کو وفات پا گئیں۔

آپ کے پسماندگان میں آپ کے شوہر مکرم عمر سلیم صاحب کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں اور والدہ شامل ہیں۔ ایک بیٹا ثاقب تحریک وقف نو میں شامل ہے۔

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

اب آخر میں میں آصفہ بیگم کا ذکر کرتا ہوں۔ کیونکہ بکثرت لوگوں کے خطوط مل رہے ہیں اور مجھ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ آپ کی تعریف کے مطابق وہ بھی شہیدوں میں شامل ہیں۔ مجھے تو جب بھی وہ یاد آتی ہیں نہ جانے کیوں ذہن پر یہ شعر قبضہ کر لیتا ہے

مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم

وہ شرم میں رکھنے والا جانتا ہے جہاں تک مجھے یقین ہے وہ اللہ کے نزدیک شہداء میں شامل تھیں۔ میرے شہید کہنے یا نہ کہنے سے بھی ان کا مقام میرے اللہ کے حضور وہی رہے گا جو مقدر ہو چکا ہے۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔

پس یہ آخری ذکر ہے خطبات میں شہداء کا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اب بند کر دیا جائے گا۔

نوٹ: عہد خلافت رابعہ کے دیگر شہداء کا ذکر بطور ضمیمہ اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔

نصیر احمد علوی صاحب نوابشاہ
شہادت ۱۹۹۰ء

ملک محمد دین صاحب ساہیوال
شہادت ۱۹۹۱ء

پروفیسر ڈاکٹر نسیم بابر اسلام آباد
شہادت ۱۹۹۴ء

رانا ریاض احمد صاحب لاہور
شہادت ۱۹۹۴ء

عبدالرحمٰن باجوہ صاحب کراچی
شہادت ۱۹۹۴ء

ماسٹر انور حسین ابڑو لاڑکانہ
شہادت ۱۹۹۴ء

سلیم احمد صاحب پال کراچی
شہادت ۱۹۹۴ء

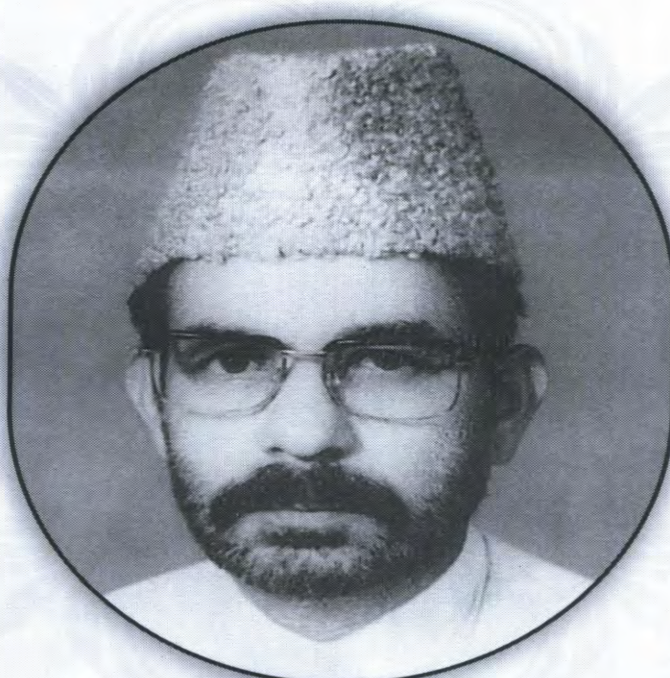

چوہدری عتیق احمد باجوہ صاحب وہاڑی
شہادت ۱۹۹۷ء

چوہدری ریاض احمد شب قدر
شہادت ۱۹۹۵ء

مبارک احمد شرما صاحب شکار پور
شہادت ۱۹۹۵ء

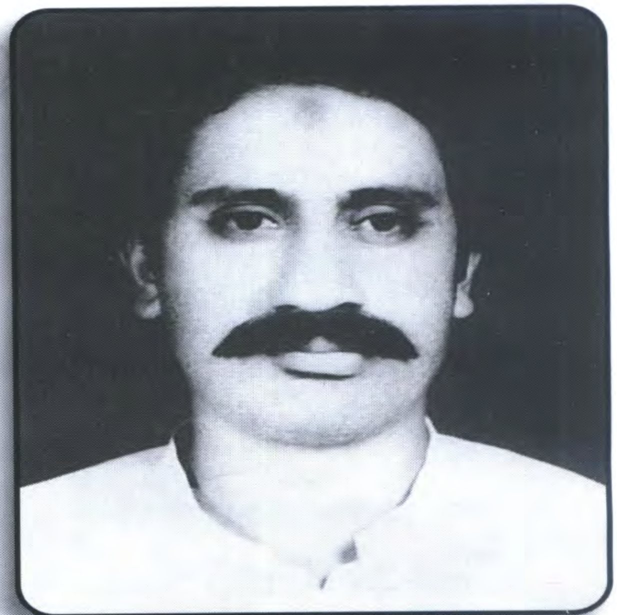

مظفر احمد شرما صاحب شکار پور

شہادت ۱۹۹۷ء

محمد ایوب اعظم صاحب واہ کینٹ

شہادت ۱۹۹۸ء

ملک اعجاز احمد صاحب وزیر آباد

شہادت ۱۹۹۸ء

عزیزم جری اللہ مظفر کینیا

شہادت ۱۹۹۸ء

اے ٹی ایم حق صاحب بنگلہ دیش

شہادت ۱۹۹۵ء

مصطفیٰ علی ننو صاحب بنگلہ دیش

شہادت ۱۹۹۵ء

شہدائے مسجد کھلنا

شہادت ۸؍ اکتوبر ۱۹۹۹ء

نورالدین صاحب بنگلہ دیش

شہادت ۱۹۹۹ء

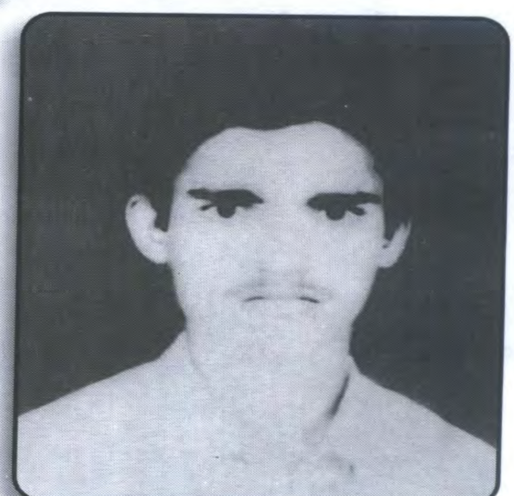

جہانگیر حسین صاحب بنگلہ دیش

شہادت ۱۹۹۹ء

محمد محبّ اللہ صاحب بنگلہ دیش

شہادت ۱۹۹۹ء

ڈاکٹر عبدالماجد صاحب بنگلہ دیش
شہادت ۱۹۹۹ء

محمد سبحان موڑل صاحب بنگلہ دیش
شہادت ۱۹۹۹ء

شہدائے مسجد کھلنا

شہادت ۸ر اکتوبر ۱۹۹۹ء

ممتاز الدین صاحب بنگلہ دیش
شہادت ۱۹۹۹ء

علی اکبر صاحب بنگلہ دیش
شہادت ۱۹۹۹ء

شہدائے گھٹیالیاں

شہادت ۳۰ر اکتوبر ۲۰۰۰ء

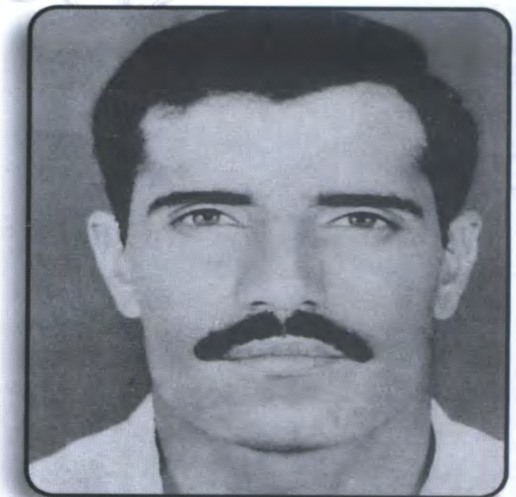

چوہدری افتخار احمد صاحب گھٹیالیاں
شہادت ۲۰۰۰ء

چوہدری غلام محمد صاحب گھٹیالیاں
شہادت ۲۰۰۰ء

چوہدری عطاء اللہ صاحب گھٹیالیاں
شہادت ۲۰۰۰ء

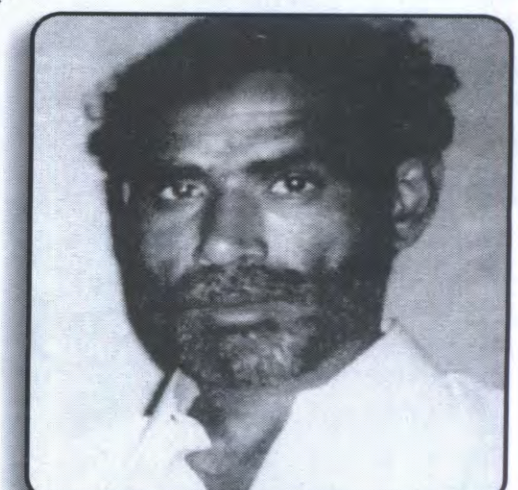

محمد عباس علی صاحب گھٹیالیاں
شہادت ۲۰۰۰ء

شہزادا احمد صاحب گھٹیالیاں
شہادت ۲۰۰۰ء

ضمیمہ شہدائے احمدیت

(بعد از خطبات شہداء تا عہد خلافت رابعہ)

ذیل میں عہد خلافت رابعہ کے ان ۳۲ شہداء کا مختصر تعارف شامل کتاب کیا جا رہا ہے جن کی شہادتیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے خطبات فرمودہ بابت شہداء کے بعد ہوئیں۔ ان میں سے بنگلہ دیش کے شہر کھلنا میں ہونے والی شہادتوں کا ذکر حضور نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرما دیا تھا یہ ذکر حضور کے ہی الفاظ میں دیا جا رہا ہے جبکہ عہد خلافت رابعہ تک کے دیگر شہداء کے بارہ میں تعارف تحریر کیا جا رہا ہے:-

شہداء مسجد کھلنا بنگلہ دیش

(تاریخ شہادت ۸/اکتوبر ۱۹۹۹ء)

مورخہ ۸/اکتوبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ احمدیہ مسجد کھلنا بنگلہ دیش میں ایک بم دھماکہ ہوا جس کے نتیجہ میں سات احمدی شہید ہوگئے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۵/نومبر ۱۹۹۹ء بمقام مسجد فضل لندن میں ان شہدا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اب میں اس خطبہ کے آخر پر بعض شہداء کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی نماز جنازہ آج جمعہ کے بعد ادا ہوگی۔

چند ہفتے قبل ۸/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو بنگلہ دیش کے شہر کھلنا کے رہائشی علاقہ نرالہ میں واقع احمدیہ مسجد میں بم کا ایک خوفناک دھماکہ ہوا تھا۔ اس وقت مربی سلسلہ مکرم امدادالرحمان صاحب خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ اس دھماکہ کے نتیجہ میں دو خدام مکرم جہانگیر حسین صاحب اور مکرم نورالدین صاحب موقع پر ہی شہید ہوگئے جبکہ چار افراد نے ہسپتال پہنچ کر دم توڑ دیا۔ یہ دو اور چار چھ بنتے ہیں مگر مجھے یاد ہے انہوں نے مجھے رپورٹ پیش کی تو میرے منہ سے سات نکلا ہے کہ سات شہید ہوگئے۔ تو بعد کی اطلاع کے مطابق ایک صاحب بعد میں بھی زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہوگئے تو سات کا عدد اس طرح پورا ہوگیا۔ اب ان شہداء کے مختصر حالات میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

مکرم جہانگیر حسین صاحب ابن مکرم اکبر حسین صاحب

مکرم جہانگیر حسین صاحب کی عمر پچیس سال تھی اور وہ بی کام کا امتحان دینے والے تھے۔ بہت نیک اور فعال داعی الی اللہ تھے۔ مکرم سید علی سردار صاحب مرحوم آف سندربن کے نواسے تھے۔

اس ضمن میں بہت سے لوگ لکھتے ہیں کہ ان کے پسماندگان کا خیال رکھا جائے۔ وہ تو جس دن خبر آئی تھی اسی وقت ہم نے کہہ دیا تھا۔ ایک لمحہ بھی انتظار نہیں کیا اور ہدایت دی ہوئی ہے کہ پسماندگان کو ان کے شہداء کی زندگی میں جو کچھ ملتا تھا اس سے کم کسی صورت میں نہیں ملنا چاہئے اور زیادہ ضرورت ہو تو زیادہ بھی ملنا چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ غرباء ہیں اور اپنی زندگی میں

بمشکل گزارہ کرتے تھے۔ **جو جماعتیں اپنے شہداء کا خیال رکھتی ہیں، شہداء کی طرح وہ جماعتیں بھی ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔** اس لئے ضروری ہے، بنگلہ دیش کو پھر میں دوبارہ ہدایت کر رہا ہوں کہ ہرگز کوئی کنجوسی نہیں کرنی، پہلے سے بہتر حالت میں ہوں اور کمزور حالت میں نہ ہوں۔

مکرم نورالدین صاحب

مکرم نورالدین صاحب کی عمر ۳۰ سال تھی اور کھلنا جماعت کے جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت کر رہے تھے۔ ہمیشہ جماعت کی پُر خلوص خدمات کی توفیق پاتے رہے۔ دو سال پہلے شادی ہوئی تھی۔ آپ تین بھائیوں اور ایک بہن میں سب سے بڑے تھے۔ ان کے دادا مکرم منشی سکیم الدین صاحب سندربن جماعت کے بانیوں میں سے تھے۔ ان کو میں ذاتی طور پر ملا بھی ہوں اور بہت ان کی عزت کرتا تھا۔

مکرم اکبر حسین صاحب

مکرم اکبر حسین صاحب کی عمر ۳۹ سال تھی اور انہوں نے ساڑھے تین سال پہلے اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ قبول احمدیت کی سعادت حاصل کی تھی۔ پسماندگان میں بوڑھی والدہ کے علاوہ دو بیٹے بھی چھوڑے ہیں۔ شہادت سے متعلق میرے خطبات سننے کے بعد آپ نے مجھے لکھا تھا۔ اب یہ بات خاص طور پر میرے پیش نظر ہے اور میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ نئے احمدی تھے مگر خطبات شہادت کو سننے کے بعد مجھے لکھا کہ حضور دعا کریں مجھے بھی خدا کی راہ میں قربانی کا شرف حاصل ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ پرخلوص تمنا پوری کر دی۔

مکرم سبحان مُوڑل صاحب

مکرم سبحان مُوڑل صاحب کی عمر ۴۵ سال تھی اور یہ سندربن کے رہنے والے تھے۔ کسی کام سے کھلنا آئے ہوئے تھے۔ پُر جوش داعی الی اللہ تھے۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے چھوڑے ہیں۔ چھوٹا بیٹا عزیزم غلام رسول تحریک وقف نو میں شامل ہے۔

مکرم محبّ اللہ صاحب

مکرم محبّ اللہ صاحب کی عمر ۳۴ سال تھی۔ آپ جماعت سندربن کے صدر مکرم جی ایم مطیع الرحمان صاحب کے دوسرے بیٹے تھے۔ تین سال قبل شادی ہوئی تھی۔ پسماندگان میں بیوہ اور ایک

بیٹی جو تحریک وقف نو میں شامل ہے، چھوڑے ہیں۔ مرحوم کھلنا جماعت کے سیکرٹری وقف نو کے علاوہ خدام الاحمدیہ کے ریجنل قائد بھی تھے۔

ان میں سے بہت ایسے ہیں جن کی بیوائیں بہت چھوٹی عمر کی ہیں اور بنگلہ دیش میں رشتے ناطے کی دقتیں بھی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کثرت سے نئے احمدی ہو رہے ہیں۔ اس لئے جماعت کو اس طرح بھی توجہ چاہئے۔ **پسماندگان کا یہ بھی حق ہے کہ نیک دل آدمیوں سے بیواؤں کی شادیاں ہوں جو یتیموں کا خیال رکھیں۔ قرآن کریم میں اس کے متعلق بہت تاکید ہے کہ جب سوسائٹی میں یتامیٰ بنیں تو ان کی خاطر ایک سے زیادہ شادیاں بھی کرنی پڑیں تو کرو مگر یتامیٰ کا خاص طور پر انصاف کے ساتھ خیال رکھنا ضروری ہے۔**

مکرم ڈاکٹر عبدالماجد صاحب

مکرم ڈاکٹر عبدالماجد صاحب کی عمر ۴۳ سال تھی۔ آپ کھلنا جماعت کے زعیم انصار اللہ، سیکرٹری تبلیغ اور سیکرٹری وصایا تھے۔ خود بھی پر جوش داعی الی اللہ تھے۔ آپ بحیثیت ڈاکٹر کھلنا میں ہی پریکٹس کرتے تھے۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

مکرم ممتاز الدین احمد صاحب

جو ساتویں میں کہہ رہا تھا جن کی اطلاع ملی ہے وہ مکرم ممتاز الدین احمد صاحب ہیں۔ آپ کھلنا کی مسجد کے مؤذن اور خادم تھے۔ اسی حادثہ میں شدید زخمی ہوئے، ہسپتال میں زیر علاج رہے مگر جانبر نہ ہو سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے ہیں۔ ان میں سے ایک بچی کے علاوہ باقی سب شادی شدہ ہیں۔

افسوس کہ کھلنا کے ان شہداء کی نماز جنازہ غائب میں تاخیر ہوگئی۔ مجھے پہلے توجہ کرنی چاہئے تھی مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے کسی حکمت سے یہ تاخیر ہوگئی۔ اب جب حضرت چھوٹی آپا کے جنازہ غائب کا خیال آیا تو پہلے ان شہداء کی طرف دماغ گیا کہ پہلے ان کا حق ہے۔ ان کا نام پڑھا جائے، ان کے کوائف لکھے جائیں اور اس جمعہ میں خدا تعالیٰ نے عالمی طور پر جماعت کو دعا کی توفیق عطا کرنی تھی۔ ان سب کے لئے دعا کریں اس لئے اس جمعہ کے لحاظ سے آج نماز جمعہ کے بعد انشاء اللہ نماز جنازہ غائب بھی ہوگی۔ (الفضل انٹرنیشنل لندن ۱۰ دسمبر ۱۹۹۹ء)

مکرم ڈاکٹر شمس الحق طیب صاحب۔فیصل آباد

(تاریخ شہادت ۱۷؍جنوری ۲۰۰۰ء)

فیصل آباد کے معروف آرتھوپیڈک سرجن مکرم ڈاکٹر شمس الحق طیب صاحب کو ۴۱ سال کی عمر میں ۱۷؍جنوری ۲۰۰۰ء کی رات لاہور روڈ پر انکی کار میں شہید کیا گیا۔ واقعات کے مطابق رات ساڑھے دس بجے ساحل ہسپتال سے ڈیوٹی سے فارغ ہو کر نکلے تو انہیں انکی کار میں ہی اغوا کر لیا گیا۔ لاہور روڈ پر کار میں کنپٹی پر فائر کر کے شہید کر دیا گیا۔ کار میں آپ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ اگلے روز مسجد مبارک میں بعد نماز مغرب وعشاء حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس) ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان نمبر 1 میں تدفین کے بعد دعا بھی کروائی۔

ڈاکٹر شمس الحق طیب صاحب مکرم ڈاکٹر فضل الحق صاحب دارالرحمت شرقی راجیکی ربوہ سابق صدر جماعت لالیاں کے بیٹے تھے۔ ابتدائی تعلیم ربوہ سے مکمل کی۔ ۱۹۷۶ء میں ایف ایس سی کرنے کے بعد پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد سے ایم بی بی ایس کیا اور بہاولپور سے سپیشلائزیشن کیا۔ آپ نے بہت جلد ترقی کر کے ایک ماہر آرتھوپیڈک سرجن کے طور پر اپنا نام پیدا کر لیا تھا۔ غریبوں کا علاج مفت کرتے۔ فضل عمر ہسپتال ربوہ میں بھی آ کر آپریشن کئے۔ شہادت سے چند ماہ قبل ایک مریض کا کٹا ہوا ہاتھ جو بالکل علیحدہ ہو گیا تھا نہایت مہارت سے جوڑا جس کی اخبارات میں بھی شہرت ہوئی۔

مرحوم ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ مکرمہ ڈاکٹر صبیحہ جاوید صاحبہ بنت مکرم ایس ایم جاوید صاحب آف بہاولپور ہیں۔ اہلیہ نے گائنی میں ایم آر سی پی (MRCP) کیا ہوا ہے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین کم سن بچے دو بیٹے معین الحق اور منظور الحق اور ایک بیٹی سدرہ چھوڑے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے محترم ڈاکٹر شمس الحق طیب صاحب کی شہادت پر انکے والد مکرم ڈاکٹر فضل حق صاحب کے نام مکتوب محررہ ۱۹؍جنوری ۲۰۰۰ء میں تحریر فرمایا کہ:

”عزیزم شمس صاحب ایک قابل ڈاکٹر تھے اور جماعت کے مخلص

فدائی خادم تھے ہر ایک کی خدمت کرنا ان کا شیوہ تھا۔ انکی یہ خوبیاں احمق دشمنوں کیلئے انگارہ بنی رہیں اور اندھی دشمنی میں ایک معصوم کی جان لیتے ہوئے اتنا بھی نہ سوچا کہ وہ تو اور بھی امر ہو گیا۔ اس سے انہیں حیات ابدی نصیب ہوگئی ہے۔ اللہ یہ اعزاز ان کے لئے اور ان کے سب پیاروں کیلئے بے حد مبارک کرے اور ہمیشہ ان سے مغفرت اور عفو کا سلوک فرمائے۔ میں انشاءاللہ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔''

محترم ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ کے نام مکتوب محررہ ۱۹؍جنوری ۲۰۰۰ء میں حضورؒ نے تحریر فرمایا:

''عزیزم ڈاکٹر شمس الحق طیب کی شہادت کی خبر سن کر افسوس تو ہوا لیکن جو بلند مرتبہ خدا نے اپنے فضل سے انہیں عطا فرمایا ہے اور جس ابدی زندگی سے انہیں سرفراز فرمایا ہے اس پر بلاشبہ وہ ایک بے حد قابل رشک وجود بن گئے ہیں۔ وہ آپ کے ہی پیارے نہیں تھے، مجھے بھی بہت عزیز تھے۔ ابھی پچھلے سال ہی تو وہ مجھ سے یہاں مل کر گئے تھے۔ ان کا وہی کھلا مسکراتا چہرہ میری نظروں کے سامنے ہے۔ اللہ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور اپنے قرب خاص سے نوازے۔''

مکرم مولانا عبدالرحیم صاحب نو احمدی آف انڈیا

(تاریخ شہادت ۱۵؍اپریل ۲۰۰۰ء)

محترم مولانا عبدالرحیم صاحب نو احمدی فاضل دیو بند کو ۱۵؍اپریل ۲۰۰۰ء لدھیانہ میں مخالفین نے جامع مسجد فیلڈ گنج میں بے دردی اور سفا کی سے تشدد کر کے شہید کر دیا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ لدھیانہ میں مقیم ایک معلم مکرم نصر الحق صاحب کچھ ایام سے لاپتہ تھے۔ ان کو ڈھونڈنے کے لئے ایک وفد روانہ ہوا۔ معلم صاحب کے ایک دوست سے معلوم کرنے کیلئے ایک وفد احراریوں کی جامع مسجد گیا۔ انہیں مولوی کے حکم پر باندھ دیا گیا اور تشدد کیا گیا۔ ایک دوسرا وفد پہلے دوستوں کا پتہ کرنے گیا تو انہیں بھی باندھ کر تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور پھر مولانا عبدالرحیم صاحب اور دوسرے ساتھیوں کو پکڑ کر رسیوں سے باندھا گیا اور تشدد شروع کر دیا گیا۔

مولانا عبدالرحیم صاحب کے سر پر ایک ڈنڈے کا وار کیا گیا جس سے آپ بے ہوش ہو گئے۔ امام مسجد کے بیٹے نے بھی آپ پر کئی وار کئے اور دوسرے احمدیوں پر بھی تشدد کیا گیا۔ ایک احمدی باہر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا اور پولیس کو اطلاع دی۔ چنانچہ پولیس کے ذریعہ تمام احمدیوں کو چھڑا لیا گیا۔ محترم مولانا عبدالرحیم صاحب کو ہسپتال لے جایا گیا جہاں آپ زخموں کی تاب نہ لا کر بعمر ۴۰ سال شہید ہو گئے۔ ۱۶/ اپریل کو آپ کی نعش قادیان لائی گئی جہاں آپ کی تدفین ہوئی۔

مولانا عبدالرحیم صاحب چھوٹا کدمہ ضلع گنج بہار کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ۱۹۸۰ء میں الٰہ آباد بورڈ سے عربی ادب میں سند فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۸۱ء میں دارالعلوم مئو سے دورِ حدیث مکمل کیا پھر دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔ اس کے بعد بطور مدرس صوبہ بنگال میں کام کیا۔ ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء تک ہیڈ ماسٹر اور شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے اور پھر جماعت اسلامی کے ادارہ اشاعت اسلام مالیر کوٹلہ پنجاب کی جانب سے صوبہ پنجاب ہما چل اور ہریانہ کے انچارج منتخب ہوئے۔ ۱۹۹۸ء میں پہلی بار قادیان تحقیق کے لئے آئے اور نومبر ۱۹۹۸ء میں قادیان آ کر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۸ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کا ذکر خیر بھی فرمایا تھا۔

بیعت کے بعد زندگی وقف کر دی آپ کو نظارت دعوت الی اللہ کے تحت ہما چل و پنجاب کے تربیتی امور پر لگایا گیا اور دعوت الی اللہ میں بھی سرگرم رہے آپ کے ذریعہ ہزاروں لوگ احمدیت میں داخل ہوئے۔ مدرسۃ المعلمین قادیان میں بطور مدرس بھی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ ادب عربی بالخصوص حدیث پر عبور رکھتے تھے۔ منکسر المزاج، ملنسار، کم گو، صابر و شاکر، ہنس مکھ طبیعت کے مالک تھے۔ بیعت کے بعد آپ کے اہل و عیال نے آپ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ آپ بہت بعد میں آ کر بہت آگے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔ آمین۔

مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب اٹھوال- بہوڑ و چک

(تاریخ شہادت ۸/ جون ۲۰۰۰ء)

مورخہ ۸/ جون ۲۰۰۰ء بروز جمعرات بہوڑ و چک نمبر ۱۸ ضلع شیخوپورہ کے ایک مخلص احمدی دوست مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب اٹھوال مخالفین کی فائرنگ سے ۷۰ سال کی عمر میں شہید

ہو گئے ۔ واقعات کے مطابق چک بہوڑو میں چند روز سے احمدیوں اور غیراز جماعت میں کشیدگی چل رہی تھی ۔ احمدیوں کی طرف سے صلح کی کوششیں کی گئیں اور مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب اٹھوال بھی صلح کروانے کے لئے پہنچ گئے کہ مخالفین نے فائرنگ کر دی جس سے آپ شہید ہو گئے ۔ مسلسل اڑھائی گھنٹے فائرنگ ہوتی رہی اور نعش اٹھانی مشکل ہوگئی بعد میں چند مستورات نے انکی نعش اٹھائی ۔ فائرنگ سے چار احمدی زخمی ہوئے ۔

مورخہ ۹/جون ۲۰۰۰ء کو چک بہوڑو میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور احمدیہ قبرستان چک بہوڑو میں تدفین عمل میں آئی ۔ آپ ایک مخلص احمدی تھے اور بوقت شہادت بھی صلح کروانے کیلئے گھر سے نکلے ۔ آپ نے بیوہ مکرمہ خورشید بی بی صاحبہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں ۔ بیٹوں کے اسماء یہ ہیں: مکرم عبدالرزاق صاحب جرمنی، مکرم محمد نواز صاحب بیلجئیم، مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب جو فیصل آباد میں کاروبار کرتے ہیں اور مکرم طاہر احمد صاحب جرمنی ہیں ۔ آپکی دو بیٹیاں مکرمہ زبیدہ ثاقب صاحبہ اہلیہ غلام سرور ثاقب صاحب اسلام آباد اور مکرمہ فریدہ بانو صاحبہ اہلیہ محمد عادل صاحب جرمنی ہیں ۔

شہدائے مسجد گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ

(تاریخ شہادت ۳۰/اکتوبر ۲۰۰۰ء)

گھٹیالیاں خورد ضلع سیالکوٹ کے شرقی جانب واقع احمدیہ مسجد میں مورخہ ۳۰/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو بوقت فجر جب لوگ ادائیگی نماز اور درس قرآن سننے کے بعد باہر نکلنے لگے تو بعض نامعلوم نقاب پوش دہشت گردوں نے اندھا دھند فائرنگ کر دی ۔ جس کے نتیجہ میں ۵ احباب راہِ مولیٰ میں قربان ہو گئے اور ٦ نمازی زخمی ہوئے ۔ اس سانحہ کے شہداء کی نماز جنازہ مورخہ ۳۱/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو گورنمنٹ تعلیم الاسلام ہائی سکول گھٹیالیاں کی گراؤنڈ میں ادا کی گئی جس میں ہزاروں احباب شامل ہوئے ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس) ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے جنازہ پڑھایا اور احمدیہ قبرستان گھٹیالیاں میں تدفین مکمل ہونے کے بعد دعا کروائی ۔ مرکزی وفد کے بعض اراکین جنازہ و تدفین میں شرکت کے بعد لاہور گئے اور میو ہسپتال میں زخمیوں کی عیادت کی ۔ اس

سانحہ میں شہید ہونے والے احمدیوں کے مختصر کوائف ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

(نوٹ:- زخمیوں کے اسماء یہ ہیں: نصیر احمد صاحب عمر ۷۰ سال، ماسٹر محمد اسلم صاحب عمر ۶۱ سال، ندیم احمد صاحب ولد مہر محمد اسلم صاحب عمر ۲۴ سال، تسنیم احمد صاحب ولد ماسٹر محمد اسلم صاحب، قسیم اسلم واقف نو ولد ماسٹر محمد اسلم صاحب عمر ۱۳ سال، شہباز احمد ولد غلام محمد صاحب عمر ۳۶ سال، محمد بوٹا صاحب ولد محمد یار صاحب عمر ۳۵ سال۔)

مکرم افتخار احمد صاحب شہید

مکرم افتخار احمد صاحب ولد مکرم چوہدری محمد صادق صاحب مرحوم کی عمر ۳۵ سال تھی۔ آپ زمیندارہ کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ اپنا ٹریکٹر، ٹرالی اور تھریشر رکھا ہوا تھا۔ ایک مخلص، فدائی احمدی اور خدام الاحمدیہ کی عاملہ کے رکن تھے۔ ہر کسی کی خدمت کیلئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ نمازوں میں باقاعدہ تھے اور حضور کا خطبہ بھی بڑی باقاعدگی سے سنتے۔ اپنوں اور غیروں میں ہر دل عزیز اور لوگوں کی مدد میں کمر بستہ رہتے تھے۔ پس ماندگان میں والدہ کے علاوہ بیوہ اور دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ بڑا بیٹا وقار احمد ششم جماعت، چھوٹا بیٹا وقاص احمد واقف نو پہلی جماعت اور بیٹی طیبہ کی عمر تین سال تھی۔

مکرم شہزاد احمد صاحب ولد محمد بشیر صاحب

خوبصورت، صحت مند اور ذہین نوجوان مکرم شہزاد احمد صاحب کی عمر ۱۶ سال تھی۔ بڑے اچھے نمبروں میں اسی سال میٹرک کا امتحان پاس کیا اور گورنمنٹ کالج آف سائنس میں فرسٹ ایئر میں داخلہ لیا تھا۔ اس نوعمری میں ہی پنجوقتہ نماز کے شوقین تھے اور دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ہاکی، کرکٹ، کبڈی کے بھی شوقین تھے۔ شہزاد احمد شہید کے ایک بڑے بھائی محمد افضل صاحب اور تین چھوڑے بھائی کامران، بشارت احمد اور طارق محمود ہیں جبکہ دو ہمشیرگان شبانہ صاحبہ اہلیہ فرقان احمد اور فاخرہ صاحبہ ہیں۔ شہزاد کے والد آرمی سے ریٹائرڈ ہیں۔

مکرم عطاء اللہ صاحب شہید

مکرم عطاء اللہ صاحب کی عمر ۶۵ سال تھی۔ آپ مرید کے کوہ نور آئل ملز سے ریٹائر ہوئے تھے اور آجکل زمیندارہ کرتے تھے۔ پنجگانہ نماز کے عادی اور مخلص احمدی تھے۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا اور جماعتی پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ آپ کو راہ مولیٰ میں قربان

ہونے کی خواہش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خواہش پوری کردی۔ آپ نے شہادت کے دن پہلے مسجد میں نماز تہجد ادا کی اور پھر فجر کا انتظار کیا، درس سنا قبلہ رخ بیٹھے تھے کہ آپ پر گولیاں لگیں اور شہادت کا رتبہ پایا۔ پسماندگان میں اہلیہ زہرہ بیگم صاحب کے علاوہ چھ بیٹے اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔ بیٹوں میں خالد محمود صاحب، آصف محمود صاحب، طاہر محمود صاحب، عدنان محمود صاحب اور عمران محمود صاحب ہیں۔ بیٹیوں میں کوثر صاحبہ اہلیہ جاوید اقبال یحیٰ صاحب، نسرین اختر صاحبہ اہلیہ ارشد احمد صاحب، غزالہ صاحبہ اور راحت عطاء صاحبہ ہیں۔

مکرم غلام محمد صاحب

شہدائے گھٹیالیاں میں سے آپ سب سے معمر بزرگ تھے۔ آپ نے ۶۸ سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ زمیندارہ پیشہ سے وابستہ تھے۔ پنجوقتہ نمازوں کے عادی اور جماعتی پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور مالی قربانی میں بھی پیش پیش تھے۔ آپ فائرنگ کے نتیجہ میں شدید زخمی ہوئے۔ انہیں طبی امداد کے لئے پہلے نارووال لے جایا گیا وہاں سے لاہور لیکن لاہور ہسپتال میں پہنچنے سے پہلے ہی راہ مولیٰ میں قربان ہوگئے۔ آپ نے اپنی یادگار چھ بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔ محمد اقبال صاحب، ناصر احمد صاحب، محمود احمد صاحب، منظور احمد صاحب، محمد افضل صاحب، مقصود احمد صاحب، نذیراں بی بی صاحبہ، مسرت بی بی صاحبہ اور نجمہ بی بی صاحبہ۔

مکرم عباس علی صاحب

مکرم عباس علی صاحب ولد مکرم فیض احمد صاحب عمر ۳۵ سال وہ دلیر جوان تھے جنہوں نے سب سے پہلے حملہ آوروں کی گن پر ہاتھ ڈال دیا اور ایک حملہ آور سے گتھم گتھا ہوئے۔ یہ افتخار احمد صاحب شہید کے دوست تھے اور ان کے ساتھ مل کر زمینداری اور محنت مزدوری کرتے تھے۔ انتہائی شریف النفس اور نمازی تھے۔ صحت منداور محنتی جوان تھے۔ انہوں نے پسماندگان میں ایک بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا عزیزم وقاص عمر چھ سال اور بیٹی عاصمہ بعمر ۳ سال چھوڑے ہیں۔

شہدائے تخت ہزارہ ضلع سرگودھا

(تاریخ شہادت ۱۰/نومبر ۲۰۰۰ء)

مورخہ ۱۰/نومبر ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک جماعت احمدیہ تخت ہزارہ ضلع سرگودھا کے پانچ احمدی معاندین کے تشدد اور فائرنگ سے مسجد احمدیہ میں شہید ہو گئے۔اس اشتعال انگیز اور پرتشدد واقعہ میں چند احمدی زخمی بھی ہوئے۔اس گاؤں میں مولوی اطہر شاہ نے گذشتہ ایک عرصہ سے جماعت کے خلاف سب وشتم اور اشتعال انگیزی کا بازار گرم کر رکھا تھا۔۱۰/نومبر کو عصر کے بعد اس نے اپنے غنڈوں کے ہمراہ گاؤں کی گلیوں میں احمدیوں کے گھروں کے باہر غلیظ گالیاں نکالنی شروع کیں۔احمدیوں نے صبر سے کام لیا۔عشاء کے وقت طے شدہ منصوبہ کے تحت چار مساجد سے اعلان ہوا اور دو اڑھائی صد افراد ڈنڈے اور کلہاڑیاں لیکر احمدیہ مسجد پہنچے۔دیوار گرادی، اندر گھس گئے اور چھت پر بھی چڑھ گئے۔پولیس کو واقعہ کی اطلاع کی دی گئی تھی اور اس وقت بھی چند سپاہی موجود تھے۔اس پرتشدد واقعہ میں چار احمدی موقع پر ہی شہید کر دیئے گئے اور انکی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی اور لاشوں کو گھسیٹ کر چھت سے گلیوں میں پھینکا گیا۔ایک نوجوان ہسپتال پہنچ کر قربان ہو گیا۔یوں عشق حقیقی میں سرشار پانچ احمدیوں نے اپنے خون سے لافانی عشق کی داستان رقم کردی۔شہید ہونے والوں میں مکرم ناصر احمد صاحب امیر جماعت تخت ہزارہ، مکرم نذیر احمد صاحب رائے پوری، مکرم عارف محمود صاحب ابن مکرم نذیر احمد صاحب رائے پوری، مکرم مبارک احمد صاحب ابن جمال دین صاحب اور مکرم مدثر احمد صاحب ابن مکرم منظور احمد صاحب شامل تھے۔شدید زخمی ہونے والوں میں مکرم عبدالحمید صاحب عمر ۷۵ سال اور دو بھائی مکرم مختار احمد صاحب اور خالد احمد صاحب شامل تھے۔

شہدائے تخت ہزارہ کی میتیں اگلے روز ۱۱/نومبر ۲۰۰۰ء کو عصر کے وقت ربوہ پہنچیں۔مغرب و عشاء کے بعد مسجد مبارک میں محترم ملک خالد مسعود صاحب قائم مقام ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد دعا کروائی۔ربوہ اور اطراف سے آئے ہوئے ہزاروں احمدیوں نے نماز جنازہ و تدفین میں شرکت کی۔شہدائے تخت ہزارہ کا مختصر تذکرہ پیش ہے:

مکرم ماسٹر ناصر احمد صاحب امیر جماعت تخت ہزارہ

مکرم ماسٹر ناصر احمد صاحب کی عمر ۳۸ سال تھی اور قریبی گاؤں ادھیاں شریف کے مڈل سکول میں ٹیچر تھے۔ گذشتہ چار سال سے امیر جماعت اور اس کے ساتھ سیکرٹری مال بھی تھے۔ جماعت کے کاموں میں پیش پیش اور تہجد گذار تھے۔ نوجوانی میں ہی شب بیدار تھے۔ شہادت کے روز جمعہ بھی پڑھایا۔ دلیر اور شریف النفس وجود تھے آپ نے خطبہ میں یہ بھی کہا تھا کہ اگر قربانی کا وقت آیا تو سب سے پہلے میں قربانی دونگا۔

جب مشتعل ہجوم حملہ آور ہوا تو ماسٹر ناصر احمد صاحب مسجد کی چھت پر چڑھ کر پہرہ دے رہے تھے کہ بیت الذکر کی عقبی سمت سے کوئی حملہ نہ کرے۔ ایک مکان سے غیر از جماعت عورتوں نے ان کو کہا بھاگ جاؤ اور اپنی جان بچاؤ وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے تو ماسٹر صاحب نے کمال جرأت اور بہادری اور بے خوفی سے کہا میں ہرگز یہاں سے نہیں جاؤں گا آج ہی تو قربانی کا وقت ہے۔

آپ شادی شدہ تھے پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو کمسن واقفین نو بچے یادگار چھوڑے۔ بڑی بیٹی عطیۃ الحیٔ عمر چھ سال، اس بچی نے ساڑھے تین سال کی عمر میں قرآن کریم ختم کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ بیٹا معروف احمد عمر چار سال۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کا خود کفیل اور حامی و ناصر ہو اور شہید مرحوم کے درجات بلند کرے۔

مکرم نذیر احمد صاحب رائے پوری

اس سانحہ میں باپ اور بیٹا راہ مولیٰ میں قربان ہوئے یعنی نذیر احمد صاحب رائے پوری اور آپ کے بیٹے عارف محمود صاحب۔ محترم نذیر احمد صاحب ۶۵ سال کی عمر کے تھے اور آپ زمیندارہ کا کام کرتے۔ آپ کا دل ہر وقت مسجد میں ہی اٹکا رہتا تھا۔ شہادت کے روز نماز مغرب مسجد میں پڑھی پھر حضور کا خطبہ سنا پھر عشاء کی نماز ادا کی اور اس کے بعد بھی گھر جانے کی بجائے مسجد میں ہی رہے۔ دعوت الی اللہ کے شوقین اور بلند حوصلے اور بچوں پر شفقت کرنے والے تھے۔ سلسلہ کے ساتھ محبت تھی۔ آپ کے چار بیٹے ہیں: افضال محمود صاحب، طارق محمود صاحب، عارف محمود صاحب شہید، طاہر محمود صاحب۔ آپ کی بیوہ محترمہ صدیقہ بی بی صاحبہ نے صبر اور حوصلہ سے اس صدمہ کو برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو اور شہید کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

مکرم عارف محمود صاحب

مکرم عارف محمود صاحب ابن مکرم نذیر احمد صاحب رائے پوری شہید عمر ۳۲ سال اور شادی شدہ تھے۔ بیت الذکر کی غربی سمت تیل کی ایجنسی کی دکان کرتے تھے۔ جماعت سے والہانہ محبت اور خدمت کا جذبہ رکھنے والے نوجوان تھے۔ والدہ نے بیت الذکر سے اس کے لگاؤ کی وجہ سے مسیتڑ نام رکھا ہوا تھا۔ بیت الذکر کی حفاظت کے لئے پیش پیش رہتے تھے۔ شہادت کے روز بھی انہوں نے کہا کہ میں سب سے پہلے جان دونگا چنانچہ اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ آپ ہر وقت امیر صاحب کے ساتھ ملکر جماعت کی ترقی کے لئے کوشاں رہتے تھے اور کہتے جب بھی جماعت کو ہماری جانوں اور مالوں کی ضرورت پڑے گی ہم تیار ہونگے اور آگے نکلیں گے۔

عارف محمود صاحب کی اہلیہ نے بڑے حوصلہ اور صبر سے صدمہ برداشت کیا اور کہا مجھے فخر ہے کہ میں شہید کی بیوہ ہوں۔ شہید مرحوم سابق قائد مجلس تھے اور آجکل معتمد اور اصلاح وارشاد کا عہدہ تھا۔ آپ نے دو کمسن بچے یادگار چھوڑے۔ بیٹا مدثر احمد عمر تین سال اور بیٹی طیبہ سحر عمر دو ماہ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند کرے اور پسماندگان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

عزیز مبارک احمد صاحب عمر ۱۵ سال

دسویں جماعت کے طالب علم اور ۱۵ سال کی عمر تھی والد کا نام جمال الدین صاحب تھا شعبہ اطفال انکے پاس تھا۔ جماعتی اور بیت الذکر کے کاموں میں مصروف رہنے والے نوجوان تھے۔ امیر صاحب کے معاون و مددگار اور مربیان سے بے حد محبت کرنے والے تھے۔ ہمہ وقت جماعتی کاموں کے لئے تیار رہتے۔ پانچ وقت کے نمازی اور مسجد کی ڈیوٹی کے لئے خود اپنے آپ کو پیش کرتے۔ شہادت کے روز بیت الذکر کی حفاظت کے لئے پہرہ پر مامور تھے کہ راہِ مولیٰ میں قربان ہونے کی سعادت پائی۔

عزیز مدثر احمد صاحب عمر ۱۵ سال

عزیز مدثر احمد صاحب ابن مکرم منظور احمد صاحب نویں جماعت کے طالب علم تھے اور اطفال الاحمدیہ میں شامل پر جوش خادم دین تھے۔ میٹرک کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ کا ارادہ تھا۔ تعلیم میں نمایاں نتائج حاصل کرتے آٹھویں جماعت میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔ اطفال کے

پروگراموں میں بھرپور حصہ لیتے۔ یوم شہادت مدثر احمد نے اپنی والدہ کے ساتھ مسجد جا کر نماز مغرب پڑھی پھر خطبہ سنا، نماز عشاء پڑھی اور پھر والدہ کے ساتھ گھر آ گئے۔ غیر از جماعت کی مسجدوں سے اعلانات سنتے ہی یہ بیت الذکر چلے گئے۔ بعض دوستوں نے کہا واپس چلے جاؤ لیکن مدثر نے کہا میں بیت الذکر کی حفاظت کروں گا اور واپس نہیں جاؤں گا اور اللہ کے گھر کی حفاظت میں شہید ہو گئے۔ شہید مرحوم نے والدین کے علاوہ تین بھائی اور دو بہنیں سوگوار چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ان عاشقان دین پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل کرے، انکی اولاد اور اقارب کے زخموں پر اپنی تسکین کا مرہم لگائے اور شہداء کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب مجاہد اور انکی اہلیہ مکرمہ شریفہ شوکت صاحبہ آف ساہیوال

مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب مجاہد اور انکی اہلیہ مکرمہ شریفہ شوکت صاحبہ کو مورخہ ۸ اور ۹ رمئی ۲۰۰۱ء کی درمیانی رات ساہیوال انکے گھر میں بڑے ظالمانہ طور پر شہید کر دیا گیا۔ دونوں صحن میں سوئے ہوئے تھے انہیں وہاں سے اٹھا کر باتھ روم اور ملحقہ سٹور میں لیجا کر تشدد سے ہلاک کیا گیا۔ تشدد سے انکی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔

مکرم چوہدری عبدالرحیم صاحب مجاہد ۱۹۹۲ء میں محکمہ صحت سے ریٹائر ہوئے۔ بہت نیک اور صابر انسان تھے۔ ان کے اکلوتے بیٹے مکرم عبدالقدیر صاحب اسیر راہ مولیٰ ساہیوال (جامعہ رشیدیہ ساہیوال کیس) تقریباً دس سال اللہ کی راہ میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اس اذیت ناک عرصہ کو دونوں میاں بیوی نے نہایت صبر اور استقامت سے برداشت کیا۔ دونوں میاں بیوی اسیران ساہیوال سے ملاقات اور انکی دیگر ضروریات جیل میں پہنچانے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے۔ مرحومہ شریفہ شوکت صاحبہ جماعتی اجلاسات اور جمعہ میں باقاعدہ شامل ہوتیں۔ دونوں کی عمر ۷۰ سال کے قریب تھیں۔ انکی ایک بیٹی مع بچگان والدین کے ساتھ مقیم تھی۔ وقوعہ کے روز انکی بیٹی ساہیوال سے باہر تھی۔ شہید کے بیٹے کے ایک ساتھی اسیر مکرم نثار احمد صاحب کے گھر سپاہ صحابہ تنظیم کی طرف

سے دھمکی آمیز فون آتے رہے۔گمان ہے کہ مخالفین نے اس دشمنی میں ہر دو کو شہید کیا ہے۔

مکرم پاپوحسن صاحب آف انڈونیشیا

(تاریخ شہادت ۲۲؍جون ۲۰۰۱ء)

مورخہ ۲۲؍جون ۲۰۰۱ءکو مخالفین احمدیت کا ایک مشتعل ہجوم مغربی لامبوک (Lombok) کے شہر سمبی ایلن (Sambi Elen) میں واقع جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی دو مساجد پر حملہ آور ہوا۔حملہ آور چھروں اور کلہاڑیوں سے مسلح تھے۔انہوں نے مساجد کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا اور احمدیوں کے ۹ گھر بھی مسمار کر دیئے۔

مساجد کی حفاظت کیلئے ایک احمدی بزرگ مکرم پاپوحسن صاحب نے ہنگامہ کرنے والوں کی مزاحمت کی۔ہجوم نے کلہاڑیوں اور چھروں سے ان پر حملہ کر دیا جس سے آپ لہولہان ہو گئے۔آپ کو ہسپتال لے جایا گیا لیکن زخموں کی تاب نہ لا کر آپ بعمر ۶۵ سال شہید ہو گئے۔آپ کی اہلیہ محترمہ رقیہ صاحبہ اس حملہ میں شدید زخمی ہوئیں۔بروقت طبی امداد ملنے سے آپ کی جان بچ گئی۔

مکرم پاپوحسن صاحب جماعت سمبی ایلن کے سیکرٹری دعوت الی اللہ تھے۔آپ کو دعوت الی اللہ کا جنون کی حد تک شوق تھا۔جب آپ تبلیغ میں مصروف ہوتے تو مخالفین آپ کی داڑھی کو تضحیک کا نشانہ بناتے مگر آپ ان کی پرواہ نہ کرتے اور دعوت الی اللہ میں مصروف رہتے۔

اس دردناک حادثہ کے بعد پولیس نے کچھ گرفتاریاں کیں۔بعد میں علم ہوا کہ اس حملہ کا منصوبہ چند مولویوں نے بنایا تھا جس میں بعض پولیس اہلکار بھی شریک تھے۔

مکرم شیخ نذیر احمد صاحب آف فیصل آباد

(تاریخ شہادت ۲۸؍جولائی ۲۰۰۱ء)

فیصل آباد کے ایک مخلص بزرگ محترم شیخ نذیر احمد صاحب عمر ۷۸ سال مورخہ ۲۸؍جولائی ۲۰۰۱ءکو راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے۔صبح آٹھ بجے کے قریب آپ کی رہائش گاہ خیابان کالونی نمبر 2 (مدینہ ٹاؤن) فیصل آباد کی گھنٹی بجی۔ملازم نے دروازہ کھولا اس نے کہا کسی بڑے کو بلاؤ۔محترم شیخ

ڈاکٹر شمس الحق طیب صاحب فیصل آباد
شہادت ۲۰۰۰ء

چوہدری نور احمد صاحب نارووال
شہادت ۲۰۰۱ء

نعیم احمد نسیم صاحب گولیکی
شہادت ۲۰۰۱ء

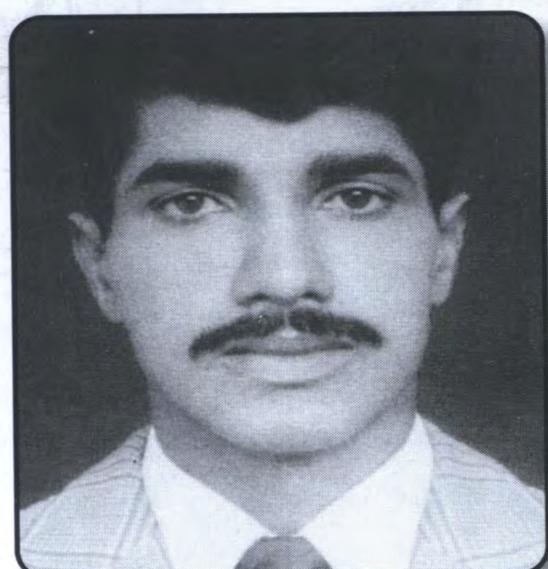

طاہر احمد بھٹی صاحب نارووال
شہادت ۲۰۰۱ء

ڈاکٹر رشید احمد صاحب رحیم یار خان
شہادت ۲۰۰۲ء

عبدالوحید صاحب فیصل آباد
شہادت ۲۰۰۲ء

میاں اقبال احمد صاحب راجن پور
شہادت ۲۰۰۳ء

صاحب دروازہ پر پہنچے تو اس نے فائرنگ کر دی۔ فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا لیکن آپ اپنے مولیٰ حقیقی کے پاس حاضر ہو گئے۔ اگلے روز پہلے بیت الفضل فیصل آباد میں جنازہ ہوا اور پھر ربوہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس) ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد دعا کروائی۔ آپ کے نانا اور دادا صحابی تھے۔ آپ نے قلعہ کالروالا میں کاروبار کا آغاز کیا اور پھر ۱۹۶۶ء میں فیصل آباد منتقل ہو گئے۔ یہاں بیس سال سیکرٹری مال رہے۔ آپ ہر دلعزیز شخصیت کے مالک اور دعا گو اور ہمدرد بزرگ تھے۔ آپ کی اولاد ایک بیٹا شیخ سلیم احمد صاحب اور پانچ بیٹیاں ہیں: مکرمہ بشریٰ رزاق صاحبہ اہلیہ شیخ عبدالرزاق صاحب لاہور، مکرمہ نصرت صادق صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ عبدالصادق صاحب فیصل آباد، مکرمہ رضیہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ محمد احمد صاحب کراچی، مکرمہ فردوس افضال صاحبہ مرحومہ اہلیہ شیخ محمد افضال صاحب لاہور، مکرمہ بلقیس اعجاز صاحب اہلیہ مکرم اعجاز احمد صاحب شاکر بدوملہی۔ محترم شیخ نذیر احمد صاحب کی بیوہ کا نام مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ شہید کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

مکرم چوہدری نور احمد صاحب اور انکے بیٹے مکرم طاہر احمد صاحب سدووالہ نیواں ضلع نارووال

(تاریخ شہادت ۱۳۔۱۴ر ستمبر ۲۰۰۱ء)

مکرم چوہدری نور احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ سدووالہ نیواں ضلع نارووال عمر ۷۰ سال اور انکے بیٹے مکرم طاہر احمد صاحب عمر ۲۲ سال پر ۱۳ اور ۱۴ ر ستمبر ۲۰۰۱ء کی درمیانی رات انکے گاؤں میں نامعلوم دہشت گردوں نے فائرنگ کر دی جس سے وہ راہِ مولیٰ میں قربان ہو گئے۔ مورخہ ۱۵ ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر امور خارجہ کی قیادت میں ایک وفد سدووالہ نیواں پہنچا۔ دن ساڑھے گیارہ بجے شہداء کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں قریبی جماعتوں سے آئے احمدی اور ۵۰۰ کے قریب غیر از جماعت شامل تھے۔ دو ہزار کے قریب لوگوں نے جنازہ پڑھا اور مقامی قبرستان میں تدفین ہوئی۔ غیر از جماعت نے بھی گواہی دی کہ انکی کسی سے دشمنی نہ تھی اور ہر شخص انکی تعریف میں رطب اللسان تھا۔

مکرم چوہدری نوراحمد صاحب ریٹائرڈ پٹواری تھے۔۱۹۳۳ء میں ورا ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں نقل مکانی کر کے سدو والہ نیواں آ گئے۔ یہاں ۱۹۸۶ء میں باقاعدہ جماعت کا قیام ہوا اور محترم چوہدری صاحب آغاز سے تادم آخر اس جماعت کے صدر رہے۔سالہا سال تک نائب ناظم انصار اللہ ضلع نارووال بھی رہے۔ آپ پر جوش داعی الی اللہ نیز شرافت اور ایمانداری میں علاقے میں ممتاز تھے۔آپ کے چھوٹے بیٹے طاہر احمد صاحب بھی اس واقعہ میں شہید ہوئے وہ مخلص احمدی خادم تھے اور ابھی غیر شادی شدہ تھے۔ چوہدری نوراحمد صاحب نے بیوہ کے علاوہ ۵ بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی:- مکرم ممتاز احمد بھٹی صاحب، مکرم جاوید احمد بھٹی صاحب (اس واقعہ میں زخمی ہوئے)، مکرم منور احمد بھٹی صاحب، مکرم مبشر احمد بھٹی صاحب، مکرم مظفر احمد بھٹی صاحب کارکن حفاظت خاص ربوہ، مکرمہ شگفتہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مبشر احمد صاحب جبکہ ایک بیٹے طاہر احمد صاحب اس واقعہ میں شہید ہو گئے۔

مکرم نعیم احمد نسیم صاحب آف گولیکی گجرات

(تاریخ شہادت ۱۷/۱۰ کتوبر ۲۰۰۱ء)

مکرم نعیم احمد نسیم صاحب ولد مکرم چوہدری محمد شفیع صاحب آف گولیکی ضلع گجرات کو ۱۷/۱۰ کتوبر ۲۰۰۱ء بعمر ۲۶ سال شہید کر دیا گیا۔ مرحوم ایک احمدی مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب نمبر دار گولیکی ضلع گجرات کے گھر اور زمینوں کا خیال رکھتے تھے جن کی گاؤں میں دشمنی چلی آ رہی تھی اور مخالفین احمدیت کا خاص نشانہ تھے۔ بعد میں مخالفین نے مسجد بھی سیل کروادی اور عید گاہ و قبرستان کے جھگڑے شروع کر دیئے۔ وقوعہ سے دو دن قبل نعیم احمد صاحب ربوہ سے اکیلے گاؤں گئے کہ مخالفین کے ہتھے چڑھ گئے۔ انہیں قتل کر کے مخالف نے نعش کو چوہدری مشتاق احمد صاحب کے ڈیرہ پر ایک کھرلی میں پھینک دیا۔محترم امیر صاحب ضلع گجرات کا لکھنا ہے کہ مقتول کی کسی سے دشمنی نہ تھی اور مخلص گھرانے سے تعلق تھا۔ گولیکی میں جاری مذہبی منافرت کی آڑ میں مخالفین نے انہیں شہید کر دیا ہے۔ انہیں ۱۷/۱۰ کتوبر کو گولیکی میں دفن کیا گیا۔ آپ ۲۰ رمئی ۱۹۷۵ کو پیدا ہوئے، میٹرک پاس اور ابھی غیر شادی شدہ تھے۔ آپ

کے تین بھائی اور ایک بہن ہے۔آپ کے ایک بھائی مکرم ندیم احمد وسیم صاحب مربی سلسلہ ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مکرم غلام مصطفیٰ محسن صاحب آف پیر محل

(تاریخ شہادت ۱۰رجنوری ۲۰۰۲ء)

مکرم غلام مصطفیٰ محسن صاحب المعروف جی۔ایم محسن آف ۳۴۲ گ۔ب پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ ۵۵ سال کی عمر میں مورخہ ۱۰رجنوری ۲۰۰۲ء کو شہید ہو گئے۔واقعات کے مطابق آپ کو ۱۰رجنوری ۲۰۰۲ء کی رات آپ کے گھر میں فائرنگ کر کے شہید کیا گیا۔بوقت شہادت آپ گھر میں اکیلے تھے اور فیملی بیرون شہر تھی۔

پیشہ کے لحاظ سے آپ اسٹام فروش تھے اور پر جوش داعی الی اللہ تھے۔آپ ہر دلعزیز شخصیت کے مالک اور ہر وقت خدمت دین میں لگے رہتے اور روزنامہ الفضل کے پرچے آپ کی دکان ضلع کچہری میں موجود رہتے۔زیر تبلیغ لوگوں کو اکثر و بیشتر زیارت مرکز کیلئے لایا کرتے تھے۔ ۱۲رجنوری ۲۰۰۲ء کو آپ کا جنازہ مسجد مبارک ربوہ میں ادا کیا گیا اور قبرستان نمبر 1 میں تدفین ہوئی۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔اکلوتا بیٹا مکرم طارق احمد محسن صاحب مربی سلسلہ ہیں بیٹیوں کے نام مکرمہ طاہرہ غزل صاحبہ اور مکرمہ حامدہ طلعت صاحبہ ہیں۔

مکرم مقصود احمد صاحب آف فیصل آباد

(تاریخ شہادت یکم ستمبر ۲۰۰۲ء)

ہجویری ٹاؤن (بولے دی جھگی) فیصل آباد کے ایک فرد جماعت مکرم مقصود احمد صاحب ابن مکرم نور محمد صاحب مرحوم بعمر ۳۶ سال نامعلوم حملہ آوروں کی فائرنگ سے شہید ہو گئے۔حملہ آور صبح سوا سات بجے آپ کے گھر داخل ہوئے اور آپ پر فائرنگ کر دی۔آپ کو فوراً الائیڈ ہسپتال لے جایا گیا جہاں آپ اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔اسی روز بعد نماز عصر پہلے فیصل آباد میں نماز جنازہ ہوئی اور پھر ربوہ میں بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب

(خلیفۃ المسیح الخامس) ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر تیار ہونے پر دعا بھی کروائی۔

مکرم مقصود احمد صاحب پہلے ٹیلرنگ کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ لیکن بینائی کمزور ہونے کی وجہ سے یہ کام چھوڑ چکے تھے۔ پسماندگان میں بیوہ مکرمہ رشیدہ فوزیہ صاحبہ بنت مہر نذیر احمد صاحب زمیندار احمد نگر اور کم سن بچوں میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔ بچوں کے نام یہ ہیں: عزیزم وقاص احمد، عزیزہ تہمینہ، عزیزہ حنا اور عزیزم اسامہ۔

مکرم ڈاکٹر رشید احمد صاحب آف رحیم یار خان

(تاریخ شہادت ۱۵ ر نومبر ۲۰۰۲ء)

آرتھوپیڈک سرجن ڈاکٹر رشید احمد صاحب سیکرٹری امور عامہ شہر وضلع رحیم یار خان مورخہ ۱۵ ر نومبر ۲۰۰۲ء کو ۴۸ سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔ مورخہ ۹ ر نومبر ۲۰۰۲ء کو دوپہر ایک بجے جب آپ اپنے کلینک ''رشید ہسپتال'' اپوا کلب روڈ رحیم یار خان میں موجود تھے تین مسلح نقاب پوش آپ کے دفتر میں گھس آئے اور آپ پر فائرنگ کر دی۔ آپ کو شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان پہنچایا گیا۔ سات دن تک موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد جماعت کا یہ فدائی خادم اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔ آپ کی میت ربوہ لائی گئی۔ مورخہ ۱۶ ر نومبر کو بعد نماز فجر مسجد مبارک میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس) ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد آپ نے دعا کروائی۔

محترم ڈاکٹر صاحب ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوئے والد کا نام مکرم بشیر احمد صراف صاحب ہے۔ ۱۹۷۸ء میں قائد اعظم میڈیکل کالج بہاولپور سے ایم بی بی ایس پاس کیا اور پھر ویانا یونیورسٹی آسٹریا سے آرتھوپیڈک میں ڈپلومہ بھی حاصل کیا۔ آپ ماہر آرتھوپیڈک سرجن کے طور پر معروف تھے۔ آپ محنتی اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ایک عرصہ سے سیکرٹری امور عامہ رحیم یار خان شہر وضلع فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ آپ نے لواحقین میں اہلیہ مکرمہ ترنم رشید صاحبہ کے علاوہ چار کمسن بیٹے: بلال احمد عمر ۱۱ سال، بختاور احمد عمر ۸ سال، عمر احمد عمر ۶ سال اور ولید احمد عمر ایک سال یادگار چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا

فرمائے اور بچوں کا حامی و ناصر ہو۔آمین۔

مکرم عبدالوحید صاحب آف فیصل آباد

(تاریخ شہادت ۲۴؍نومبر ۲۰۰۲ء)

مکرم عبدالوحید صاحب ابن مکرم عبدالستار صاحب سیکرٹری اصلاح وارشاد و ناظم عمومی مجلس خدام الاحمدیہ کریم نگر فیصل آباد ۱۴؍نومبر ۲۰۰۲ء کو صبح ساڑھے دس بجے گوشت کی خریداری کے لئے اسلام نگر بازار گئے۔ وہاں ایک معاند احمدیت سید امتیاز حسین شاہ نے خنجر سے حملہ کر دیا۔شہید مرحوم تقریباً نصف گھنٹہ موقع پر اکیلے تڑپتے رہے۔انکے بھائی کو اطلاع ملی تو وہ الائیڈ ہسپتال لے کر گئے لیکن جاتے ہی اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔انکی عمر ۳۱ سال تھی۔اگلے روز مسجد اقصیٰ میں بعد نماز جمعہ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس) ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور تدفین کے بعد دعا بھی کروائی۔آپ نے پسماندگان میں والدین، چار بھائی، تین بہنوں کے علاوہ اپنی اہلیہ ثمرہ وحید صاحبہ اور تین کم سن بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔بیٹیوں کے نام نجمہ وحید، ماریہ وحید اور مہک وحید ہیں۔

مکرم عبدالوحید صاحب ایک مخلص اور فدائی نوجوان تھے جماعتی خدمت کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے اور جماعتی عہدے دار بھی تھے۔خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار اور جماعت کے ساتھ والہانہ محبت تھی۔اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں داخل کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین۔

مکرم میاں اقبال احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر ضلع راجن پور

(تاریخ شہادت ۲۵؍فروری ۲۰۰۳ء)

عہد خلافتِ رابعہ کے آخری شہید مکرم میاں اقبال احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر ضلع راجن پور کو ۶۱ سال کی عمر میں مورخہ ۲۵؍فروری ۲۰۰۳ء کو نامعلوم حملہ آوروں نے انکے گھر سے ملحقہ دفتر میں آکر فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔

۲۵؍فروری رات نو بجے آپ اپنے دفتر میں کام کر رہے تھے آپ کے بھائی (غیراز جماعت) اور بیٹی بھی پاس بیٹھی تھی۔دو پگڑی پوش آدمی آئے انہوں نے میاں صاحب کی بیٹی کو کہا تم

اندر چلی جاؤ اس کے اٹھتے ہی انہوں نے فائرنگ کر دی۔ محترم میاں اقبال صاحب موقع پر ہی شہید ہو گئے آپ کے بھائی زخمی ہوئے۔ ۲۶ر فروری دن بارہ بجے آپ کی نماز جنازہ راجن پور میں ادا کی گئی اور پھر میت ربوہ لائی گئی۔ ۲۷ر فروری کو صبح نو بجے احاطہ دفاتر صدر انجمن میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس) ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان میں تدفین مکمل ہونے پر دعا کروائی۔

محترم میاں اقبال احمد صاحب تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی۔ میٹرک کے بعد تعلیم الاسلام کالج ربوہ داخل ہوئے۔ ۲۳ر اپریل ۱۹۶۱ء کو بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۶ر مارچ ۱۹۷۰ء کو نظام وصیت میں شامل ہوئے۔ کئی سال پہلے دفتر میں اپنے تجہیز و تکفین کے اخراجات کی رقم جمع کروا چکے تھے۔

۱۹۷۱ء میں آپ نائب امیر ضلع ڈیرہ غازی خان مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۰ء میں جب راجن پور ضلع بنا تو آپ امیر ضلع راجن پور مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۲ء کے عرصہ کے علاوہ آپ تادم آخر اس عہدہ پر فائز رہے۔ مجالس شوریٰ ربوہ میں بھرپور نمائندگی کرتے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے۔ آپ پر متعدد مقدمات بنائے گئے، اسیر راہ مولیٰ بھی رہے اور جماعتی مقدمات کی پیروی کیلئے بھی خدمات بجالاتے رہے۔ روزنامہ الفضل میں مضامین بھی لکھا کرتے تھے۔

آپ ایم اے اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ) اور ایل ایل بی تھے۔ معروف قانون دان کے علاوہ علاقے کی ہر دل عزیز شخصیت اور دیوانی مقدمات میں ضلع کے صف اول کے وکیل تھے۔ غرباء کی ہمدردی اور مدد کیلئے کمر بستہ رہتے۔ آپ کی وفات پر ڈسٹرکٹ بار راجن پور کے صدر کی جانب سے پرزور مذمت اور دو روزہ سوگ کا اعلان کیا گیا۔

آپ نے اپنے پسماندگان میں پہلی مرحومہ بیوی مکرمہ نعیمہ بشریٰ صاحبہ سے ایک بیٹا سعید احمد صاحب، دو بیٹیاں نمود سحر صاحبہ اور شیریں ثمر صاحبہ ایم ایس سی سائیکالوجی جبکہ دوسری بیوی مکرمہ امۃ المجید صاحبہ سے ایک بیٹی مکرمہ امۃ النور صاحبہ بی اے اور بیٹا حمید احمد صاحب طالب علم بی اے یادگار چھوڑا۔ بوقت شہادت سب بچے غیر شادی شدہ تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

اشاریہ

شہدائے احمدیت

اسماء..................۱

مقامات............۱۵

اسماء

آ۔ا

آسیہ بیگم ۱۷۹
آسیہ سلطانہ ۱۵۱
آصف محمود ۲۴۱
آصف محمود کھوکھر ۱۴۱
آصفہ بیگم، حضرت سیدہ ۲۳۰
آفتاب احمد خان ۱۵۱
آل محمد، حاجی ۸۸
آمنہ بی بی ۲۱۶
آمنہ بیگم ۱۷۳
آنسہ طلعت ۱۵۷
ابرار احمد خان ۱۵۱
ابراہیم بن حضرت محمدؐ ۱۰
ابراھیم ابن بدردین ۷۴
ابراھیم کنڈا ۱۱۵
ابوالعطاء جالندھری ۳۵
ابوبکر ایوب ۱۰۳، ۱۲۹
ابوبکر طورے ۱۱۶
احسان احمد باجوہ ۱۱۴
احسان الحق علوی ۲۰۲
احسن ظہیر ۱۹۶
احمد جان خان ۱۴۴
احمد شاہ سید ۱۰۳
احمد شفیع مرزا ۶۵، ۸۵، ۸۶، ۸۹
احمد علی ۱۲۳
احمد فرقانی شیخ ۳۵
احمد مہدی ۲۱۰
احمد نصر اللہ ۲۰۳
اختر کریم بٹ ۲۰۴
ارجمند خان ۱۲۴
ارسال احمد رانا ۲۰۳
ارشد علی ۱۶۸
اسامہ بن مقصود ۲۵۰
اسرار احمد وقار ۱۵۱
اسرار احمد خان شہید ۱۴۹، ۱۵۱
اسماعیل علیہ السلام ۹۴
اسماعیل تراولے ۱۱۵
اشتیاق احمد ۲۰۲
اصغر علی ۱۶۸
اطہر شاہ مولوی ۲۴۲
اظہر محمود ناصر ۲۳۹
اعجاز احمد آف جہلن ۲۰۲
اعجاز احمد چوہدری بھریا روڈ ۱۸۷
اعجاز احمد خواجہ ۱۰۴، ۱۰۵
اعجاز احمد شاکر ۲۴۷
اعجاز احمد ملک شہید ۲۲۸، ۲۲۹
اعجاز الحق ڈاکٹر ۱۸۷
افتخار احمد آف جہلن ۲۰۲
افتخار احمد شہید ۲۴۰، ۲۴۱
افتخار احمد ابڑو ۱۷۷
افضال محمود ۲۴۳
اقبال احمد ایڈووکیٹ، میاں ۲۵۱، ۲۵۲
اقبال محمود ۲۲۰
اقدس بیگ مرزا ۱۹۱، ۱۹۲
اکبر حسین ۲۳۳
اکبر حسین شہید ۲۳۴
اکبر علی، بابو ۷۲
اکبر علی، موسیٰ والا ۱۶۸
الطاف خان ۱۴۹
اللہ دتہ خطیب ۲۰۸
الٰہی بخش ۵۷
امام الدین گولیکی ۹۲
امان اللہ خان ۳۰
امانت بی بی ۱۶۸
امۃ الاعلیٰ نصرت پری ۱۷۸
امۃ الباسط، صاحبزادی ۷، ۱۵
امۃ الباسط بنت مرزا احمد شفیع ۶۶، ۸۶
امۃ الحفیظ بیگم، حضرت سیدہ ۲۴۷
امۃ الحفیظ اہلیہ غلام جیلانی ۲۱۰
امۃ الحفیظ اہلیہ طارق محمود ۲۱۸
امۃ الحفیظ شوکت ۱۸۵
امۃ الحمید ۲۵۲
امۃ الحی اہلیہ چوہدری حمید نصر اللہ ۲۰۳
امۃ الحیٔ فضیلت ۱۰۰
امۃ الرحمٰن بیوہ مرزا احمد شفیع ۶۶، ۸۸
امۃ الرشید انجم ۱۵۸

امۃ الرؤف ۱۱۳
امۃ السلام ۱۵۷
امۃ الصبور ۲۰۰
امۃ العزیز ۱۵۱
امۃ القیوم اہلیہ عبدالسلام ۱۲۵
امۃ القیوم بنت مرزا احمد شفیع ۲۶، ۸۶
امۃ القدوس ۲۰۰
امۃ الکریم سیما ۱۵۸
امۃ الکریم مبارکہ ۱۱۶
امۃ المتین اہلیہ محمد افضل ظفر ۱۳۳، ۱۳۴
امۃ المتین اہلیہ مبشر احمد چوہدری ۱۱۱
امۃ المجیب ۱۵۰
امۃ المجید ۱۲۹
امۃ المحمود ۲۱۸
امۃ الناصر نصرت،
صاحبزادی ۷، ۸، ۱۵، ۱۶، ۲۹
امۃ النصیر انور ۱۸۶
امۃ النصر ۲۱۸
امۃ النور ۲۵۲
امۃ الوحید، سیدہ ۲۰۵
امۃ الودود ۱۵۱
امتیاز احمد ابڑو ۱۷۷
امتیاز حسین شاہ ۲۵۱
امداد الرحمٰن بنگالی ۲۳۳
امین احمد خان ۱۵۰
امین، مولوی ۱۹۲
انعام الحق علوی ۲۰۲
انعام الرحمٰن انور، سکھر ۱۸۵
انوار احمد خان آف ٹوپی ۱۵۱
انوار احمد خان آف ربوہ ۱۵۰
انوار الحق ۱۹۳
انوار الحق علوی ۲۰۲
انوار الدین ڈاکٹر ۱۰۶
انور حسین ابڑو شہید ۲۱۲، ۲۱۳
انیسہ طیب ۱۴۵
انیقہ چوہدری ۲۰۲
اوسون انڈونیشیا ۵۴
اولاد حسین ڈاکٹر ۱۲۸
اومؤ انڈونیشیا ۵۲
اونیہ انڈونیشیا ۵۴
ایڈوٹ انڈونیشیا ۵۴
ایس ایم جاوید ۲۳۶

ب ۔ پ

باسل احمد ۱۱۲
بختاور احمد ۲۵۰
بدرالدین چوہدری شہید ۴۱
بدردین شہید ۷۴
برکات احمد، خواجہ ۱۵۵
برکت اللہ محمود، مولانا ۱۰۷
برکت بی بی ۱۹۸
برکت علی خان شہید ۷۹
بشارت احمد آف لندن ۹۳
بشارت احمد، تہال ۱۶۵، ۱۶۶
بشارت احمد گھٹیالیاں ۲۴۰
بشارت الرحمٰن قمر ۹۸
بشریٰ احمد ۱۹۵
بشریٰ جہانگیر ۱۹۲
بشریٰ رزاق ۲۴۷
بشریٰ ظہیر ۱۹۶
بشریٰ عباس ۱۶۴
بشریٰ فضیلت ۱۸۲
بشریٰ منہاس ۲۲۱
بشریٰ منیر ۱۳۱
بلال احمد ابن ڈاکٹر رشید احمد ۲۵۰
بلال احمد کھوکھر ۱۴۱
بلقیس اعجاز ۲۴۷
بشیر احمد ایم اے، حضرت صاحبزادہ
مرزا ۷، ۶۰، ۸۹، ۹۵، ۱۲۲، ۱۳۰
بشیر احمد اٹھوال ۱۹۶
بشیر احمد باجوہ ۲۱۶
بشیر احمد پھگلہ، سید ۱۶۱
بشیر احمد جالندھری، حافظ ۱۲۰
بشیر احمد رشید احمد سری لنکا ۱۷۶
بشیر احمد ریاض شہید ۸۱
بشیر احمد شیخ ایڈووکیٹ لاہور ۵۶
بشیر احمد شیخ سوہاوہ ۱۹۵
بشیر احمد صراف ۲۵۰
بشیر احمد طاہر بٹ ۱۳۹
بشیر احمد کھوکھر ۲۰۸
بشیر احمد گوجرانوالہ ۱۴۵، ۱۴۶
بشیر احمد ملک کنجاہی ۶۷
بشیر احمد ملک ۱۰۵
بشیر الدین عبید اللہ ۸۳
بشیر الدین محمود آف بنگلہ دیش ۲۲۷
بشیر الدین محمود احمد، حضرت مرزا دیکھئے "محمود احمد"
پاپو حسن انڈونیشیا ۲۴۶
پرویز ہود بھائی پروفیسر ۲۰۶
پیر محمدؓ حضرت چوہدری ۱۱۰

ت ۔ ث

تاج دین، حضرت میاں ۲۱۹
تاج سلطانہ ۱۰۳
ترنم رشید ۲۵۰
تسنیم احمد ۲۴۰
تمکین بابر ۲۰۶
تنویر احمد پال ۲۱۳
تنویر قمر ۱۹۳
تنویر کوثر ۱۹۷
توصیف احمد منور ۱۹۷
تہمینہ بنت مقصود احمد ۲۵۰
تہمینہ پروین ۱۷۸
تہیان آف انڈونیشیا ۵۲
ثاقب ابن عمر سلیم بٹ ۲۳۰
ثریا بیگم ۱۴۸
ثمرہ وحید ۲۵۱
ثمرین قمر ۱۹۳
ثمینہ یاسمین ۱۴۱
ثناء اللہ، خواجہ ۱۵۴
ثناء اللہ بلتستانی ۱۳۳
ثوبیہ نورین ۲۱۳

ج ۔ چ

جابر بن عبداللہؓ، حضرت ۳
جان بی بی ۷۲،۷۱
جاوید احمد بھٹی ۲۴۸
جائد آف انڈونیشیا ۵۱
جبران بابر ۲۰۶
جعفر منصور احمد ۱۷۹
جلال الدین قمر مولانا ۶۲،۶۱
جمال احمد حضرت حافظ ۹۰
جمال احمد شہید ۵۶،۵۵
جمال الدین ڈاکٹر ۱۰۶
جمال دین ابن مولوی محمد دین ۸۴
جملی آف انڈونیشیا ۵۴
جمیل لطیف، صاحبزادہ ۱۳۸
جنت خاتون ۲۱۲
جنود اللہ حاجی ۸۹،۸۸
جواد رشید خان ۱۰۵،۱۰۴
جواد علی، سید ۱۳۱
جہان خان، حضرت چوہدری ۸۰
جہانگیر حسین ۲۳۳
جی ایم مطیع الرحمان ۲۳۴
جے رشید احمد سری لنکا ۱۷۴
چراغ دین ۷۲،۷۱

ح ۔ خ

حاکم بی بی ۱۶۷
حامدہ طلعت ۲۴۹
حبیب اللہ ابو حنیفی ڈاکٹر ۱۲۳
حبیب اللہ چوہدری ۱۵۵
حبیب اللہ خان پروفیسر ۱۰۰
حسن حاجی انڈونیشیا ۵۱
حسن علی مونگھیری، سید ۲۲۶
حسین احمد، سید ۱۰۰
حفیظ احمد آف کراچی ۲۱۸
حفیظ احمد بٹ ۲۰۴
حفیظ احمد مرزا ۲۰۰
حق نواز ۱۴۴
حکمت عباس عودہ ۲۲۷
حکیم احمد، حضرت سید ۴۹
حلمی الشافعی ۱۱۴
حماد بن عباس ۱۶۴
حمدیٰ بیگم ۱۶۴
حمزہؓ، حضرت ۳۸
حمید احمد ابن میاں اقبال احمد ۲۵۲
حمید احمد بھگیو ۲۲۱
حمید علی ملک شہید ۶۷
حمیدہ بیگم ۱۲۵،۱۲۴
حنا بنت مقصود ۲۵۰
حنیفاں بی بی ۱۴۸
حنیف احمد قریشی ۱۸۳
حنیف یعقوب مولوی ۱۳۱
خالد احمد آف تخت ہزارہ ۲۴۲
خالد محمود ۲۴۱
خالد مسعود، ملک ۲۴۲
خالد ہاشمی ڈاکٹر ۱۳۲
خالد سلیمان راؤ شہید ۱۹۳،۱۹۲
خالدہ پروین بنت حبیب اللہ ۱۵۷
خالدہ پروین احمد آباد سانگھڑ ۱۹۱
خالیداد ۳۶
خان محمد ۱۹۸
خان محمد مرزا ۱۹۴
خاور ہاشمی ۲۰۶
خدابخش پال ۲۱۳
خدابخش ماسٹر ۱۹۴
خدیجہ بلتستانی ۱۳۳
خدیجہ بیگم ۱۲۴
خرم شہزاد ۲۰۲

خلیل احمد باجوہ ۲۱۷
خلیل احمد گولیکی ۶۵
خورشید احمد، صاحبزادہ مرزا ۲۴۷
خوشحال خان شہید، صوبیدار ۵۰
خولہ عتیق ۲۱۷

د۔ذ

داؤد احمد، حضرت میر ۷،۱۴،۷۸
داؤد احمد جان شہید ۴۲،۴۳
درثمین مسرور ۱۴۵
دلاّ خاں ۱۹۷
دلشاد حسین کھچی شہید ۲۱۱
دولت خان آف شب قدر ۲۱۴
دھلان آف انڈونیشیا ۵۱
دین محمدؒ، حضرت شیخ ۱۷۹
ذوالفقار احمد قریشی ۱۹۵
ذوالفقار علی بھٹو ۱۷۳
ذوالفقار علی خاں گوہر، حضرت ۱۰۰

ر۔ز

رابعہ بشریٰ ۱۳۴
راحت عطا ۲۴۱
راڈن صالح انڈونیشیا ۵۱
راشدہ پروین ۱۹۱
راشدہ ظہیر ۱۹۶
رجب علی ۱۸۲
رحیم بخش، حضرت مولوی ۱۹۸
رخسانہ طارق ۱۹۴
رستم ۱۲۸
رستم خان خٹک مردان ۱۳۵،۱۳۶،۱۳۷
رسول بیگم ۱۵۰
رشید احمد والد ڈاکٹر مظفر احمد ۱۷۸
رشید احمد اختر ۱۱۷
رشید احمد خان ۱۴۵
رشید احمد خان ڈاکٹر ۲۱۴
رشید احمد ڈاکٹر شہید ۲۵۰
رشید احمد ڈاکٹر ۱۶۵
رشید اختر ۹۳
رشیدہ بیگم شہید ۱۶۸،۱۷۰
رشیدہ بیگم بیوہ محمود احمد اٹھوال ۱۹۱
رشیدہ بیگم والدہ محمد ایوب اعظم ۲۲۱
رشیدہ فوزیہ ۲۵۰
رضوان احمد ۲۱۶
رضوان عبداللہ سید ۱۳۰
رضوان احمد قادر ۱۸۴
رضیہ ۱۶۸
رضیہ احمد ۲۴۷
رضیہ بیگم ۱۷۶
رضیہ تسنیم ۱۱۶
رضاء الکریم بنگلہ دیش ۲۲۷
رفاقت حسین ۲۲۹
رفیع احمد قریشی سکھر ۱۸۳
رفیعہ بیگم ۲۱۱
رفیق احمد ثاقب ۱۹۷،۱۹۸
رفیق احمد، سردار ۱۶۴
رقیہ اہلیہ پاپوحسن ۲۴۶
رقیہ بشریٰ ۱۱۶
رقیہ بیگم ۱۳۸
رمیز الدین بنگلہ دیش ۲۲۷
روبینہ پروین ۱۹۱
روبینہ خلیل ۱۵۹
روبینہ ہاشمی ۲۰۶
روشن الدین ۱۴۵
ریاض احمد رانا لاہور ۲۰۲،۲۰۳
ریاض احمد چوہدری شہید شب قدر
۲۱۳،۲۱۴
ریاض احمد ناصر ابڑو ۱۷۷
ریحانہ ۲۰۸
ریحانہ عنبر ۲۱۹
زبیدہ ثاقب ۲۳۹
زبیر احمد خان ۱۵۱
زرتشت منیر احمد ۱۰۵
زمان شاہ ۲۱۸
زوار محمد جمن کھچی ۲۱۱
زہرہ بی بی شہید ۶۶،۶۷
زہرہ بیگم ۲۴۱

س۔ش

ساجدہ اہلیہ عبدالواسع ۱۸۷
سارہ بنت مبارک احمد ساقی ۱۱۰
سارہ آپا اہلیہ کرنل صادق ملک ۱۸۵
سارہ بیگم، حضرت سیدہ ۱۶۳
سارہ ظفر ۱۳۴
سائرہ احمد ۱۱۲
سائری آف انڈونیشیا ۵۱
سبحان موڑل شہید ۲۳۴
سخی منگ شہید ۸۱
سراج بی بی ۱۴۸
سراج دین، حضرت میاں ۲۱۹
سردار احمد ۱۶۵

سرمان آف انڈونیشیا ۵۴
سرور شاہ، حضرت سید محمد ۱۲۰
سطوت جہاں ۸
سعادت حیات ۱۴۴
سعدالدین مولوی ۱۰۵
سعدیہ بنت محمد شفیق قیصر ۹۶
سعدیہ مہدی ۲۱۰
سعید ۱۹۰
سعید احمد ابن میاں اقبال احمد ۲۵۲
سعید احمد خان ۱۴۴، ۱۴۵
سعیدہ اشرف ۲۰۲
سعیدہ افضل ۱۴۰
سقراط بابر ۲۰۶
سکیم الدین منشی ۲۳۴
سلطان احمد، حضرت سید ۴۹
سلطان اکبر پروفیسر ۷۹
سلطان سرور خان الحاج ۱۵۱
سلطان عالم پیر ۶۴، ۶۵
سلطان علی چوہدری ۱۸۱
سلطان محمد خان جمعدار ۵۰
سلمیٰ اہلیہ سید محمود عالم شہید ۶۳
سلمیٰ رحمٰن ۲۱۰
سلمیٰ ندرت ۱۸۲
سلیم احمد بھگیو ۲۲۳
سلیم احمد پال شہید ۲۱۱
سلیم احمد شیخ ۲۴۷
سلیمہ بی بی ۲۱۱
سنوسی حاجی انڈونیشیا ۵۲
سوار خان جنرل ۲۲۸
سورا انڈونیشیا ۵۱

سوما، انڈونیشیا ۵۴
سہرومی انڈونیشیا ۵۲
سہیل احمد سید ۱۲۷، ۱۲۸
سہیل مبارک شرما ۲۱۵
سیف اللہ شاہ ۱۷۸
شاہ محمد مولوی ۱۸۱
شاہنواز چوہدری ۱۶۷
شبانہ اہلیہ فرقان احمد ۲۴۰
شبنم نواز ۱۴۵
شریف دوتسا شہید ۵۲
شریفاں بی بی ہارون آباد ۱۶۸
شریفاں بی بی بنت چوہدری فقیر محمد ۱۲۳
شریفہ بیگم ۲۱۶، ۲۱۷
شریفہ شوکت ساہیوال ۲۴۵
شفقت حیات تہہیم ۱۴۳، ۱۴۴
شگفتہ بیگم ۲۴۸
شمائلہ تسنیم ۲۱۱
شمسہ سفیر ۶۳
شمس الحق، سید ۱۹۲
شمس الحق طیب ڈاکٹر ۲۳۶، ۲۳۷
شمس النساء بیگم ۱۰۹
شمیم احمد ۱۷۳
شمیم اختر ۱۳۸
شوکت حیات تہہیم ۱۴۳
شوکت گوہر ۱۰۰
شہباز احمد ۲۴۰
شہزادا احمد آف جہلن ۲۰۲
شہزادا احمد شہید ۲۴۰
شہلا ظفر اللہ ۱۸۴
شیبا رشید ۲۲۸

شیریں ثمر ۲۵۲
شیر غازی ۱۵۵
شیر ولی کیپٹن ۶۱، ۷۵
شیلا آف لندن ۶۶، ۸۶

ص۔ض

صابرہ بیگم ۱۹۵
صادق حسین سید ۶۳
صادقہ بیگم واہ کینٹ ۱۹۵
صالح محمد الہ دین، ڈاکٹر ۱۰۰
صالحہ اشرف ۲۰۲
صائمہ بنت حافظ عبدالحفیظ ۹۷
صبیحہ جاوید ۲۳۶
صدیقہ بی بی ۲۴۳
صدیقہ بیگم بیوہ چوہدری حبیب اللہ ۱۵۷
صدیقہ بیگم آف حیدرآباد ۱۹۵
صفدر حسین واجد ۲۰۲
صفیہ ۱۶۸
صفیہ صدیقہ ۱۴۲
ضیاء الدین ڈاکٹر ۱۰۵
ضیاء الدین ارشد ۱۲۴
ضیاء اللہ مبشر ۱۵۷

ط۔ظ

طارق آف مردان ۱۹۴
طارق بن ابراہیم ۱۸۸
طارق احمد ۱۸۷
طارق احمد محسن ۲۴۹
طارق حیدر ۹۶
طارق محمود ۲۴۳

طاہر احمد، مرزا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ۱۷، ۱۲۲، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۶، ۲۳۸
طاہر احمد آف جرمنی ۲۳۹
طاہر احمد ابن محمد اشرف ۲۰۲
طاہر احمد، ڈاکٹر ۱۸۷
طاہر احمد اٹھوال ۱۹۱
طاہر احمد شہید ۲۴۷، ۲۴۸
طاہر بیگ ۱۹۲
طاہر محمود آف گھٹیالیاں ۲۴۱
طاہر محمود آف تخت ہزارہ ۲۴۳
طاہرہ پروین ۱۹۱
طاہرہ شاہ ۱۱۶
طاہرہ ظفر ۱۳۴
طاہرہ عیسیٰ ۱۱۲
طاہرہ غزل ۲۴۹
طاہرہ قادر ۱۸۴
طاہرہ ماجد ۱۴۱
طاہرہ مومن ۱۹۴
طاہرہ ونڈرمین ۲۰۶
طیبہ افتخار ۲۴۰
طیبہ سحر ۲۴۴
طیبہ سعید ۱۴۱
طینت سیدہ اہلیہ سید جواد علی ۱۳۱
ظاہر احمد ۱۰۴، ۱۰۵
ظہور احمد ابڑو ۲۱۲، ۲۱۳
ظہور حسین بخارا، مولانا ۸۶

ع۔غ

عارف اللہ حافظ ۱۷۰
عارف محمود شہید ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴
عاشق حسین، قاری ۱۶۸
عاصمہ بنت عباس علی شہید ۲۴
عالم پیر آف لندن ۶۵
عالم بی بی ۷۱، ۷۲
عامر محمود، ڈاکٹر ۱۸۰
عامرہ عباس ۱۶۴
عائشہ بی بی ۱۶۸
عائشہ بیگم ۱۲۶
عباس بن عبدالقادر ۱۶۳
عباس علی شہید ۲۴۱
عبدالاحد کمیداں ۲۳
عبدالاول خان مربی سلسلہ ۲۲۷
عبدالباسط ہالینڈ ۱۲۵
عبدالبصیر ۲۰۰
عبدالجبار شہید ۶۶، ۶۷
عبدالحق شہید ۶۸، ۷۰
عبدالحق نور مولوی ۱۳۸، ۱۳۹
عبدالحفیظ ملک مبلغ فجی ۹۶
عبدالحکیم ۵۶
عبدالحکیم ابڑو ماسٹر ۱۷۶
عبدالحلیم مولوی ۳۳
عبدالحلیم جدران ۱۹۹
عبدالحمید تخت ہزارہ ۲۴۲
عبدالحمید ۱۰۴
عبدالحمید چوہدری آف محراب پور ۱۸۱، ۱۸۷
عبدالحمید آف کنری ۱۶۵
عبدالحمید کرنل ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸
عبدالحی سید (ناظر اشاعت) ۹۹، ۱۳۳
عبدالرب انور محمود خاں ۱۰۰
عبدالرحمٰن شہید کابل، حضرت مولوی ۲۶، ۳۲
عبدالرحمٰن شہید فرقان فورس ۸۲
عبدالرحمٰن شہید قادیان ۷۵، ۷۶
عبدالرحمٰن باجوہ شہید ۲۱۰
عبدالرحمٰن بنگالی ۹۷، ۹۸
عبدالرحمٰن ڈار، خواجہ ۱۲۶
عبدالرحمٰن سماٹری ۱۲۸
عبدالرحمٰن قریشی سکھر ۱۸۲، ۱۸۳
عبدالرحیم شہید، مولانا ۲۳۷، ۲۳۸
عبدالرحیم شہید بنگلہ دیش ۱۲۷، ۱۲۸
عبدالرحیم مجاہد شہید ۲۴۵
عبدالرحیم چوہدری موسیٰ والا ۱۶۷
عبدالرحیم آف جہلم ۱۱۰
عبدالرزاق ۲۳۹
عبدالرزاق ٹھیکیدار ۶۶، ۶۷
عبدالرزاق شہید ۸۰
عبدالرزاق شہید چوہدری آف بھریا روڈ ۱۸۶
عبدالرزاق شیخ ۲۴۷
عبدالرشید شرما ۲۱۵، ۲۱۸
عبدالرشید شریف ۱۲۹، ۲۲۷
عبدالرفیق جدران ۱۹۹
عبدالرؤف ابڑو مولوی ۲۱۲
عبدالرؤف سیالکوٹی ۶۱
عبدالسلام آف مردان ۱۳۸
عبدالسلام پنڈت ۱۲۴، ۱۲۵
عبدالسمیع جدران ۱۹۹
عبدالسمیع ابڑو ۱۷۸
عبدالستار رانا ۲۰۲، ۲۰۳
عبدالستار والد عبدالوحید ۲۵۱

عبدالستار موسیٰ والا ۱۶۸
عبدالشکور ۲۰۰
عبدالشکور منشاء ۱۹۱
عبدالصادق شیخ ۲۴۷
عبدالعزیز ۲۲۶
عبدالعزیز بھامبڑی ۲۰۹
عبدالعزیز ماسٹر شہید ۶۷
عبدالغفار ۶۱
عبدالغفار بابو شہید ۱۹۴
عبدالغفور شہید حوالدار ۵۷
عبدالغفور مولوی آف مانسہرہ ۴۲
عبدالغفور مولوی ختم نبوت ۱۶۳
عبدالقادر آف کھارا ۶۱
عبدالقادر، پروفیسر سید ۱۶۳، ۱۸۷
عبدالقادر چینی ڈاکٹر ۱۸۴
عبدالقدوس جدران ڈاکٹر ۱۹۸، ۲۰۰
عبدالقدوس مردان ۱۳۶
عبدالقدیر جدران، ڈاکٹر ۱۹۸، ۲۰۰
عبدالقدیر اسیر ساہیوال ۲۴۵
عبدالقیوم ۲۰۰
عبدالکبیر بٹ ۱۵۴
عبدالکریم نلکا ساز ۲۲۶
عبدالکریم بابو پونچھ ۱۲۵
عبداللہ ۱۶۸، ۱۶۹
عبداللہ بٹ ۲۹۹
عبداللہ پنڈت ۱۲۴، ۱۲۵
عبداللطیف شہید کابل، حضرت
صاحبزادہ سید ۱۰، ۱۳ تا ۲۷، ۲۹، ۳۲،
۴۸، ۱۵۹، ۲۱۴
عبداللطیف اٹھوال شہید، چوہدری
۲۳۹، ۲۳۸
عبدالماجد ۲۰۰
عبدالماجد ڈاکٹر ۲۳۵
عبدالمالک آدجے غانا ۱۰۹
عبدالمالک خان، مولانا ۹۸، ۱۰۰
عبدالمجید خان ۷۳، ۷۴
عبدالمجید شہید ۲۲۶
عبدالمجید ایم۔اے ۱۲۹
عبدالمجید لدھیانوی،
حضرت شہزادہ ۸۶، ۸۷
عبدالمغنی ۱۰۴
عبدالمنان دہلوی صوبیدار ۶۱
عبدالمومن جدران ڈاکٹر ۱۹۴
عبدالوحید شہید ۲۵۱
عبدالوہاب حافظ ۹۷
عبدالوہاب بلتستانی حافظ ۱۳۲، ۱۳۳
عبدالہادی حکیم سید ۱۹۲
عبیداللہ، حافظ مبلغ ماریش ۸۲، ۸۳
عتیق احمد باجوہ شہید ۲۱۶، ۲۱۷
عتیق الرحمٰن ۱۷۶
عثمان احمد اٹھوال ۱۹۱
عثمان غنی شہید بنگلہ دیش ۱۲۷، ۱۲۸
عدالت خان راجہ ۸۸، ۸۹
عدالت خان آف خوشاب ۱۲۱
عدنان محمود ۲۴۱
عدیل منور ۱۹۷
عذرا پروین ۱۹۱
عزت احمد ۲۱۹
عصمت اللہ ۲۱۶
عطاء الٰہی منصور ۱۱۶
عطاء القیوم ۱۴۸
عطاء اللہ شہید ۲۴۰
عطاء المنعم ۱۳۴
عطیۃ المجیب ۹۷
عطیۃ الحیّٔ ۲۴۳
عطیۃ المنعم ۱۳۴
عطیہ سلطانہ ۱۹۳
عظمت حیات ۱۴۴
عظیم احمد ولد پنڈت عبداللہ ۱۲۴، ۱۲۵
عقیل بن عبدالقادر ڈاکٹر ۱۶۴، ۱۸۷
علم دین شہید ۳۹
علم دین منشی کرنل ۱۷۴
علم الدین شہید، میاں ۶۱
علی حیدر اُپل ۱۱۲
علی محمد صوفی ۱۲۰
علی محمد چوہدری ۱۲۳
علی سردار ۲۳۳
علیم الدین چوہدری ۱۳۱
عمار بن عباس ۱۶۴
عمر احمد ۲۵۰
عمر ابوبکر آفندی ۱۳۰
عمر بن خطابؓ، حضرت ۳۸
عمر الدین، حضرت شیخ ۲۲۱
عمر دین افریقی، ڈاکٹر ۶۵
عمر سلیم بٹ ۲۲۹، ۲۳۰
عمران محمود ۲۴۱
عنایت اللہ ۲۱۶
عنایت اللہ ملک ۲۲۸
عون بن عقیل ۱۸۸
عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ۱۲۵

غزالہ ۲۴۱
غزالہ بشیر ۲۰۸
غزالہ بیگم ۲۱۹
غزالہ نصرت ۲۱۹
غزن خان ۱۴۸
غضنفر احمد ۱۷۹
غلام احمد قادیانی علیہ السلام، حضرت مرزا۔ مسیح موعود و مہدی معہود
۳، ۵، ۶، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۴تا۱۸، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۳۵، ۴۱، ۴۲، ۴۹، ۵۰، ۶۳، ۷۹، ۸۰، ۸۳، ۹۰، ۹۱، ۹۳، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۱۵، ۱۲۲، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۵۱، ۱۶۱، ۱۷۱، ۱۷۴، ۱۷۹، ۱۸۲، ۱۸۷، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۳
غلام احمد بدوملہوی، حضرت مولوی ۱۴۵
غلام بی بی ۱۲۳
غلام جیلانی باجوہ ۲۱۰
غلام حسین ۱۶۵
غلام حسین گلگت ۱۵۴
غلام حسین ایاز، مولانا ۹۳، ۹۴
غلام حیدر بھگیو ۲۲۳
غلام رسول وزیرآبادی، حضرت حافظ ۸۲
غلام رسول چوہدری ٹھیکیدار ۱۲۹
غلام رسول ابن سبحان موڑل ۲۳۴
غلام رسول سیالکوٹی ۶۱
غلام سرور خان آف ٹوپی ۱۴۹
غلام سرور شہید ۱۵۱
غلام ظہیر احمد سوہاوہ ۱۹۵
غلام علی ۲۲۲
غلام فاطمہ بی بی ۱۹۹
غلام فرید، حضرت ملک ۶۷
غلام قادر شہید، صاحبزادہ مرزا
۱تا۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۲۶، ۴۷
غلام قادر سیالکوٹی، مستری ۶۹، ۷۰
غلام قادر مرزا برادر حضرت مسیح موعودؑ ۱۶
غلام قادر آف گوجرانوالہ ۱۴۷
غلام قادر آف لنگیری، حضرت چوہدری ۲۰۳
غلام مجتبیٰ، حضرت قاری ۱۸۴، ۱۸۵
غلام محمد بلستانی ۱۳۲، ۱۳۳
غلام محمد جُو ۱۷۲
غلام محمد شہید قادیان ۶۸، ۶۹، ۷۰
غلام محمد شہید گھٹیالیاں ۲۴۱
غلام محمد ماسٹر شہید اوکاڑہ ۳۹، ۴۱
غلام مصطفیٰ محسن ۲۴۹
غلام نبی بلانوی، خواجہ ۷۲
غلام یٰسین شہید، میاں ۸۱

ف۔ق

فاخرہ آف گھٹیالیاں ۲۴۰
فاخرہ بیگم ۲۲۰
فاروق احمد ۱۹۱
فائزہ رحمان ۱۸۴
فتح بی بی ۱۹۸
فرحت اہلیہ ڈاکٹر صالح محمد الہ دین ۱۰۰
فرحت حسین ۱۵۰
فرخندہ ناز ۱۵۱
فردوس افضال ۲۴۷
فرزند علی آف موسیٰ والا ۱۶۸
فرزند علی چوہدری ۱۹۶
فرزند علی خان، مولانا ۱۲۰
فرزانہ منیب ۱۴۵
فرمان علی شیخؓ ۱۶۱
فرید احمد باجوہ ۲۱۷
فرید مہدی ۲۱۰
فریدہ بانو ۲۳۹
فضل آف لندن ۶۶، ۸۶
فضل احمد آف قادیان ۶۱
فضل الرحمٰن انور ۱۸۶
فضل الٰہی ۱۲۳
فضل الٰہی قمر ۱۱۶
فضل الٰہی مولوی ۳۹
فضل حق ڈاکٹر ۲۳۶
فضل حسین بوٹوں والے ۱۲۴
فضل داد چوہدری ۱۲۴
فضل دین چوہدری ۱۱۰
فضل دین حکیم ۱۴۴
فضل دین گوجرانوالہ ۱۴۷، ۱۴۸
فضل ربی ملاں ۲۱۴
فضل کریم ۴۸
فضل کریم بھیروی ۳۰
فضل محمد شیخ ۱۷۹
فضلیت بیگم ۱۸۳
فقیر علی، حضرت بابو ۹۱
فقیر علی ۲۰۹
فقیر محمد چوہدری ونجواں ۱۲۲، ۱۲۳
فوزیہ بیگم ۲۱۹
فوزیہ رشید ۲۲۸
فہمیدہ بیگم آف ٹوپی ۱۵۰
فہمیدہ بیگم آف دوڑ ۲۰۲
فہمیدہ ناز ۱۵۱

فیروز پڈر ۱۶۴
فیض احمد ۲۴۱
فیض احمد فیض ۴۷
فیض محمد شہید ۶۶، ۶۷
فیضیہ مہدی ۲۰۹
قدسیہ بیگم، صاحبزادی ۷
قدسیہ خالد ہاشمی ۱۳۲
قدسیہ مسعود ۱۱۱
قرۃ العین ۹۷
قسیم اسلم ۲۴۰
قمر الحق سید سکھر ۱۹۲

ک۔گ

کامران آف گھٹیالیاں ۲۴۰
کرشن احمد ۸
کرم الٰہی ظفر، مولانا ۱۱۵
کریم احمد نذیر ۹۳
کریم بخش ۹۶
کریم بیگ مرزا شہید ۵۶
کلیم احمد پال ۲۱۱
کلیم احمد قاضی ۲۰۸
کمال الدین ۲۱۸
کمال الدین چوہدری ۲۱۳
کمال دین، میاں ۲۱۹
کوثر پروین ۱۴۸
گلاب بی بی شہید ۷۴
گلشن نورین ۲۱۱

ل۔م

لبنیٰ طاہر ۱۸۱
لطف الرحمٰن ۱۸۴
لطیف احمد قریشی، ڈاکٹر ۱۰۰
لطیف احمد نذیر ۹۳
لقمان احمد ۱۱۱
لقمان احمد اٹھوال ۱۹۱
لقمان احمد طاہر ۱۸۱
مارتاوی آف انڈونیشیا ۵۲
ماریہ وحید ۲۵۱
مبارک احمد آف تخت ہزارہ ۲۴۲، ۲۴۴
مبارک احمد، حضرت صاحبزادہ مرزا ۷۸
مبارک احمد بھٹی ۹۴
مبارک احمد خان ۱۶۱
مبارک احمد ساقی ۱۱۰
مبارک احمد شرما ۲۱۵، ۲۱۹
مبارک احمد قریشی ۱۸۷
مبارک احمد نجیب ۸۱
مبارک احمد نذیر ۹۳
مبارک اعظم ۱۴۵
مبارکہ بیگم ۲۲۹، ۲۳۰
مبارکہ بیگم اہلیہ قریشی محمد افضل ۱۹۵
مبشر احمد چوہدری مربی سلسلہ ۱۱۱
مبشر احمد بھٹی ۲۴۸
مبشر احمد ناگنڈ ۲۰۰، ۲۰۱
مبشر احمد باجوہ ۱۱۳
مجید احمد، صاحبزادہ مرزا ۷
مجید احمد قریشی ۱۴۴
مجیدہ بیگم ۱۹۲
محبّ اللہ شہید ۲۳۴
محبوب عالم بہاری شہید سید ۶۳
محبوب احمد سیٹھی ۱۶۲

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۲، ۴، ۱۰، ۱۵، ۲۶، ۳۲، ۳۸، ۳۹، ۴۰،
۷۸، ۸۲، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۳۴، ۱۳۹، ۱۸۰
محمد جی، ڈاکٹر سید ۲۰۵
محمد ابراہیم جہلمی، حضرت میاں ۱۶۱
محمد ابراہیم بی چی، الحاج ۱۰۷
محمد ابراہیم شاد ۱۴۸، ۲۲۱
محمد احمد اموسامینسا ۱۰۹
محمد احمد ابڑو مولوی ۲۱۲
محمد احمد خان شہید ۴۳
محمد احمد شیخ ۲۴۷
محمد احمد نعیم مربی سلسلہ ۹۷
محمد احسن ۱۸۲
محمد احسن اپل ۱۱۳
محمد احسن باجوہ ۱۱۳
محمد احسن قریشی ۱۰۸
محمد ارشد اقبال ۲۲۰
محمد اسلم قریشی شہید ۱۰۸
محمد اسلم ماسٹر ۲۴۰
محمد اسلم مانگٹ شہید ۸۰
محمد اسلم ضیاء ایڈیشنل سیشن جج ۱۸۴
محمد اسلم قاضی ۳۶
محمد اسحٰقؓ، حضرت میر ۷، ۱۴
محمد اسحاق ساجد ۱۴۸
محمد اسحاق ساقی ۱۳۱
محمد اسحاق سیٹھی ۱۶۱
محمد اسد اللہ کاشمیری ۱۰۶
محمد اسماعیلؓ شہید ۷۴
محمد اسماعیلؓ، حضرت میر ۶۶، ۹۰
محمد اسماعیل دیالگڑھی ۹۶

محمد اسماعیل آف ونجواں ۱۲۲، ۱۲۳
محمد اسماعیل مولوی ۱۳۸
محمد اشرف شہید جہلن ۲۰۲، ۲۱۶
محمد اشرف ضیاء ۸۲
محمد اشرف شہید جمعدار ۶۰، ۶۱
محمد اشرف اوکاڑہ ۳۹
محمد اشرف کھوکھر شہید ۱۴۰
محمد افضال شیخ ۲۴۷
محمد افضل گھٹیالیاں ۲۴۰، ۲۴۱
محمد افضل اپل ۱۱۳
محمد افضل ظفر ۱۳۳، ۱۳۴
محمد افضل کھوکھر شہید ۱۴۰، ۱۴۱
محمد افضل مانگٹ ۸۰
محمد افضل منہاس ۲۲۱
محمد اقبال قادیان ۶۱
محمد اقبال گوجرانوالہ ۱۴۶
محمد اقبال گھٹیالیاں ۲۴۱
محمد اقبال لاہور ۱۵۷
محمد اکرم حافظ ۱۶۷
محمد اکرم شہید ۵۳
محمد اکرم خواجہ ۱۰۵
محمد اکبر اقبال شہید ۲۱۹
محمد اکمل قریشی ۱۰۹
محمد الیاس ایڈیشنل سیشن جج ۱۸۰
محمد الیاس عارف ۱۴۸
محمد الیاس مولوی ۵۳
محمد امین خان ۸۶
محمد امین بٹ ۲۰۴
محمد انور ۱۴۶
محمد انور ابڑو ۲۱۲
محمد انور اپل ۱۱۳
محمد انور ملک ۱۷۰، ۱۷۱
محمد ایوب آف انڈونیشیا ۱۲۹
محمد ایوب اعظم ۲۲۱
محمد بشیر ۲۴۰
محمد بوٹا ملک صحابی ۱۷۱
محمد بوٹا ۲۴۰
محمد بخش ۱۹۸
محمد جری اللہ مظفر ۲۲۰
محمد جمال الدین ۱۷۴
محمد حفیظ خان ڈاکٹر ۱۲۴
محمد حسین حافظ ۱۰۸
محمد حسین شہید چوہدری ۵۳، ۵۴
محمد حسین چوہدری کلرک ۶۲
محمد حیات خان تھہیم ۱۴۳
محمد خان شہید ۴۹
محمد خان سردار ۴۹
محمد دین، الحاج مولوی ۸۳
محمد دین ملک ساہیوال ۲۰۹
محمد دین بٹ ۱۳۹
محمد ذبیح ۱۱۱
محمد رفیق کاشغر ۸۷، ۸۸
محمد رمضان شہید کھارا ۷۱، ۷۲
محمد رمضان گوجرانوالہ ۱۴۶
محمد رمضان بٹ ۲۰۴
محمد رمضان، حضرت اخوند ۲۲۳
محمد رمضان چوہدری ۱۶۲
محمد رمضان، ملک سانگلہ ہل ۱۷۲
محمد رمضان، میاں ۱۱۲
محمد زمان خان ۱۶۱
محمد سرور ملک ۱۷۷
محمد سعید جان، صاحبزادہ ۴۸
محمد سعید الحاج ڈاکٹر ۲۲۸
محمد شاہ ۱۴۹
محمد شاہ، حضرت سید ۲۰۵
محمد شریف ۷۲
محمد شریف قاضی ۳۶
محمد شریف خان، پروفیسر ۱۲۴
محمد شریف، مولانا چوہدری ۱۲۹، ۲۲۷
محمد شفیق قیصر ۹۵
محمد شفیع مرزا ۶۵، ۶۶
محمد شفیع شہید ۵۵
محمد شفیع چوہدری ۲۴۸
محمد شفیع ملک ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲
محمد صادق شہید چھٹہ داد ۲۱۶
محمد صادق منشی ۹۵
محمد صادق چوہدری ۲۴۰
محمد صدیق، مولانا چوہدری ۱۳۱
محمد صدیق چوہدری شہید ۱۶۷
محمد ضیاء الحق جنرل ۲۲۸
محمد ظفر اللہ خان حضرت چوہدری ۲۰۳
محمد عبداللہ آف کشمیر ۱۵۵
محمد عبداللہ پنڈت ۶۷
محمد عبداللہ لون آف آسنور ۱۲۶
محمد علی چوہدری ۹۴
محمد عمر جان، صاحبزادہ ۴۸
محمد عیسیٰ چوہدری ۱۱۲
محمد عیسیٰ پرویز ۱۰۳
محمد فخر الدین بھٹی ۱۵۹، ۱۶۰
محمد کمال الدین آیودیجی ۱۱۲

محمد لطیف قیصر ۱۷۲
محمد مظفر باجوہ ۱۱۳
محمد مفلح ۱۴۸
محمد معین خان ۱۲۴
محمد منیر جسٹس ۵۵
محمد منیر شامی ۱۲۳،۱۲۴
محمد موسیٰ، مولوی سید ۲۲۶
محمد منور ۱۸۷
محمد میشانو ۱۰۷
محمد ناصر حافظ ۱۸۲
محمد نواز ۲۳۹
محمد نصیر قریشی ۱۰۸
محمد یعقوب ۱۶۸
محمد یحییٰ خضر ۱۰۳
محمد یوسف چوہدری ۱۱۲
محمد یوسف شاہ ڈاکٹر ۱۰۲
محمد یوسف گجراتی ۶۱
محمد یوسف مندوخیل ۱۴۴
محمد یوسف، حضرت قاضی ۵۰
محمود احمد آف ربوہ ۱۵۷
محمود احمد آف گھٹیالیاں ۲۴۱
محمود احمد آف امریکہ ۲۱۸
محمود احمد آف بھروکے خورد ۱۶۸
محمود احمد، حضرت مرزا بشیرالدین، خلیفۃ المسیح الثانی
۱۷، ۲۷، ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷،
۴۳، ۴۴، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۵۸، ۶۲،
۶۸، ۷۸، ۸۲، ۸۳، ۸۶، ۸۸، ۹۰، ۹۱،
۹۲، ۹۹، ۱۱۱، ۱۱۶، ۱۲۰تا۱۲۵، ۱۲۹، ۱۳۰،
۱۶۳، ۱۷۴، ۱۸۷، ۱۹۴

محمود احمد اٹھوال پنوں عاقل ۱۸۸تا۱۹۰
محمود احمد چوہدری عرضی نویس ۱۳۳
محمود احمد چوہدری ۱۴۱
محمود احمد خان ۱۶۱
محمود احمد سید ۱۵۷، ۱۵۸
محمود احمد شہید کوئٹہ، میجر ۳۶، ۳۸
محمود احمد مفتی مولانا ۱۵۸
محمود احمد چوہدری نواب شاہ ۱۸۶
محمود الرحمٰن انور ۱۸۶
محمود شلتوت، مفتی مصر ۱۲۵
محمود عالم سید ۶۳
مختار احمد ۲۴۲
مدثر احمد تخت ہزارہ ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۵
مدثر احمد ابن عارف محمود ۲۴۴
مریم بنت عباس ۱۶۴
مریم بنت قریشی محمد اسداللہ ۱۰۷
مریم بیگم، آسنور ۱۲۶
مریم النساء بیگم، حضرت سیدام طاہر ۱۴۲
مریم صدیقہ، حضرت سیدہ ام متین
۶۶، ۹۰، ۲۳۵
مریم سلطانہ ۴۴
مسرت بی بی ۲۴۱
مسرور احمد ۱۴۵
مسرور احمد، حضرت صاحبزادہ مرزا۔ خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
۲۳۶، ۲۳۹، ۲۴۷، ۲۴۹ تا ۲۵۲
مسعود احمد جہلمی ۱۱۰
مسعود احمد کشمیر ۱۷۳
مسعود احمد، ڈاکٹر قاضی ۱۳۸
مسلم آف بنگلہ دیش ۱۲۸

مسلم بن عقیل ۱۶۴، ۱۸۸
مسیح احمد مرزا ۶۵، ۶۶، ۸۶
مشتاق احمد چوہدری ۲۴۸
مشتاق احمد آف مردان ۱۶۱
مشتاق احمد چک سکندر ۱۹۸
مشہود احمد سید ۱۵۸
مصطفیٰ علی بنگلہ دیش ۲۲۶، ۲۲۷
مطیع اللہ ۱۲۶
مظفر بیگ ۱۹۲
مظفر حسن ۱۸۲
مظفر احمد شہید، ڈاکٹر ۱۷۸تا۱۸۰
مظفر احمد سید ۱۵۸
مظفر احمد بھٹی ۲۴۸
مظفر احمد درانی ۲۲۱
مظفر احمد شرما ۲۱۸
مظفر محمود ۲۲۰
معصوم شاہ سید ۱۰۲
معروف احمد ۲۴۳
معراج دین، حضرت میاں ۲۱۹
معظم بیگ مرزا ۸۸
معین الحق ۲۳۶
مقصود احمد سید ۱۵۸
مقصود احمد شہید ۲۴۹، ۲۵۰
مقصود احمد کرونڈی ۱۳۹
مقصود احمد گھٹیالیاں ۲۴۱
مقبول احمد سیٹھی جہلم ۱۶۱، ۱۶۲
مقبول ثانی، سیٹھی ۱۶۲
مقبول احمد چوہدری پنوں عاقل
۱۷۵، ۱۸۹
ممتاز احمد بھٹی ۲۴۸

ممتاز احمد سیٹھی ۱۶۲
ممتاز بیگم اہلیہ میاں محمد اکبر اقبال ۲۲۰
ممتاز الدین احمد ۲۳۵
منظور احمد تخت ہزارہ ۲۴۴
منظور احمد گھٹیالیاں ۲۴۱
منظور احمد چوہدری ۱۴۵
منظور احمد چوہدری گوجرانوالہ ۱۴۱، ۱۴۴
منظور احمد ماسٹر شہید ۵۵
منظور احمد اوجلوی شہید ۸۰
منظور الحق ۲۳۶
منصورہ فرحت ۱۹۷
منصورہ بنت مسعود احمد جہلمی ۱۱۱
منصور احمد ساقی ۱۱۰
منور احمد بیگ ۱۹۱
منور احمد محراب پور ۱۸۲
منور احمد خان ۱۶۱
منور احمد آف کھارا ۷۱، ۷۲
منور احمد بھٹی ۲۴۸
منور احمد شہید ڈاکٹر ۱۹۶
منور احمد مرزا مبلغ امریکہ
۸۵، ۸۹، ۹۰
منورہ ۱۴۵
منیر احمد ابن مولوی محمد صدیق ۱۳۱
منیب احمد رائے ۱۴۵
منیر احمد گوجرانوالہ ۱۴۵، ۱۴۶
منیر احمد خان ۱۶۱
منیر احمد ڈاکٹر ۹۳
موسیٰ علیہ السلام، حضرت ۱۹۷
مولود احمد بخاری ۱۵۷
مہک وحید ۲۵۱
میر محمد شر ۱۸۶
میر محمد قریشی ۴۱
میر محمد خان ۴۳، ۴۴
میراں بخش، حضرت حاجی ۴۹

ن ـ و ـ ہ ـ ی

نادیہ ظہیر ۱۹۶
نازی سعید ۲۲۸
ناصر احمد، حضرت حافظ مرزا
خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ
۱۷، ۷۵، ۷۸، ۹۵، ۹۶، ۱۰۳، ۱۰۴،
۱۰۵، ۱۳۲، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۸۳
ناصر احمد ابڑو ۲۱۲، ۲۱۳
ناصر احمد ڈاکٹر ۱۴۴
ناصر احمد آف گھٹیالیاں ۲۴۱
ناصر احمد امریکہ ۱۳۸
ناصر احمد شیخ اوکاڑہ ۱۷۹، ۱۸۰
ناصر احمد شہید تخت ہزارہ ۲۴۲، ۲۴۳
ناصر احمد مظفر ۱۵۷
ناصر احمد موسیٰ والا ۱۶۸
ناصر احمد یوگنڈا ۲۲۰
ناصر محمود مرزا ۲۲۰
ناصر فاروق سندھو ۱۱۷
ناصرہ بی بی ۱۲۳
ناصرہ ظفر ۱۳۴
ناہید سلطانہ ۱۳۸
نبیلہ آف چک سکندر ۱۹۷، ۱۹۸
نبی بخش ۶۷
نثار احمد ۲۴۵
نجمہ وحید ۲۵۱
نجمہ بی بی ۲۴۱
ندیم احمد پال ۲۱۱
ندیم احمد گھٹیالیاں ۲۴۰
ندیم احمد وسیم ۲۴۹
نذر محمد مستری لاہور ۵۵
نذیر احمد بھگیو شہید ۲۲۳
نذیر احمد شہید ڈاکٹر ۲۱۷، ۲۲۸
نذیر احمد ساقی ۱۹۷، ۱۹۸
نذیر احمد، کرنل ۱۳۸
نذیر احمد علی، حضرت مولانا ۹۱
نذیراں بی بی ۲۴۱
نذیر احمد رائے پوری شہید
۲۴۲ تا ۲۴۴
نذیر احمد شیخ شہید ۲۴۶
نسیم احمد پال ۲۱۱
نسیم بابر، پروفیسر ڈاکٹر ۲۰۵، ۲۰۶
نسیم مہدی، مولانا ۲۰۹
نسیم بیگم بیوہ ڈاکٹر نذیر احمد شہید ۲۱۸
نسیم اختر ۱۴۸
نسرین اختر ۲۴۱
نسرین عتیق باجوہ ۲۱۷
نشاط افزا ۱۴۴
نصر اللہ پنڈت ۱۲۵
نصر اللہ خان، سردار ۲۳، ۴۸
نصرت شہزادی ۲۱۶
نصرت جہاں بیگم، حضرت سیدہ
ام المومنین ۷، ۱۴، ۲۶
نصرت جہاں ڈاکٹر ۱۰۰
نصرت صادق ۲۴۷
نصر الحق ۲۳۷

نصیر احمد سلمان ۱۶۴
نصیر احمد گھٹیالیاں ۲۴۰
نصیر احمد ملک شہید ۲۲۲
نصیر احمد وزیر آباد ۲۱۸
نصیر احمد خان، پروفیسر ڈاکٹر ۷۳
نصیر احمد علوی شہید ۲۰۱
نصیر الدین بلال ۵۶
نظام جان، حضرت حکیم ۴۲
نظام دین، حضرت ۹۶
نعیم احمد باجوہ ۲۱۷
نعیم احمد کھوکھر ۲۰۸
نعیم احمد گولیکی ۶۵
نعیم احمد وسیم گولیکی ۲۴۸
نعیمہ بشریٰ ۲۵۲
نعمت اللہ آف آسنور ۱۲۶
نعمت اللہ چٹھہ داد ۲۱۶
نعمت اللہ خان، حضرت مولوی ۳۰ تا ۳۳

نقاب شاہ مہمند ۱۴۹
نگہت ریحانہ ۱۳۸
نمود سحر ۲۵۲
نواب علی خان ۱۲۵
نور احمد کیپٹن ۷۵
نور احمد چوہدری شہید ۲۴۷، ۲۴۸
نور الدین بھیروی، حضرت حکیم مولانا
خلیفۃ المسیح الاولؓ ۹۱، ۲۲۲
نور الدین بنگلہ دیش ۲۳۳، ۲۳۴
نور الدین ابن صاحبزادہ
مرزا غلام قادر شہید ۸
نوردین مولوی اوکاڑہ ۳۹
نور علی قاری ۳۳
نور محمد مولوی کوریل کشمیر ۱۷۲، ۱۷۳
نوید مارٹی ۹۸
نیاز الدین شیخ ۲۲۱
نیاز علی شہید ۷۲
وسیم احمد آف ربوہ ۱۵۷
وسیم احمد بٹ ۲۰۴
وسیم احمد بیگ ۱۹۲

وسیم احمد پال ۲۱۱
وقار احمد ۲۴۰
وقاص احمد ابن عباس علی ۲۴۱
وقاص احمد ابن مقصود احمد ۲۵۰
وقاص احمد گھٹیالیاں ۲۴۰
وقاص احمد منور ۱۹۷
ولید احمد ۲۵۰
ولیداد خان ۳۵
ولی محمد ٹھیکیدار ۷۱، ۷۲
ولی محمد ساغر، ڈاکٹر ۱۷۰ تا ۱۷۲
ہاجرہ بیگم ۲۰۹
ھبۃ النور فرغاغن ۹۸
ہدایت اللہ ۲۱۶
یاسمین اہلیہ ڈاکٹر قاضی مسعود احمد ۱۳۸
یاسمین کوثر ۱۵۱
یعقوب احمد ۱۳۹
یوسف باجوہ ۱۱۴

☆......☆......☆

مقامات

آ۔ا

آسٹریا ۲۵۰
آسٹریلیا ۱۴۵،۱۴۸،۱۶۲،۱۷۶،۱۷۷
۱۹۱،۱۹۳،۲۱۷،۲۰۳
آسنور کشمیر ۱۲۶،۱۷۳
آگرہ ۹۹
آئرلینڈ ۱۹۹
ابورا (غانا) ۱۰۹
اپاپا (نائیجیریا) ۱۸۱
اٹلی ۲۰۵
احمد آباد سانگرہ ۱۹۱
احمد نگر بنگلہ دیش ۲۲۷
احمد نگر نزد ربوہ ۱۳۰
اڑیسہ ۲۲۶
اسلام آباد
۱۲۷،۱۳۱،۱۶۲،۱۹۹،۲۰۵،۲۳۹
اسلام آباد کشمیر ۱۲۶
افغانستان ۲۶،۲۹،۳۰،۳۵،۴۸،۶
۸،۱۲۱،۱۲۷
اکھنور ۱۲۶
البانیہ ۵۲،۸۳
امرتسر ۳۶،۹۱،۱۴۶
امریکہ ۸۹،۹۰،۹۳،۹۷،۱۰۰،۱۰۶،۱۳۱
۱۳۸، ۱۴۹، ۱۶۴، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰،
۱۸۴ ۱۹۱،۱۹۹،۲۱۸
انڈونیشیا ۵۱،۵۴،۱۰۳،۱۲۸،۲۴۶
انبالہ ۴۹
انگلستان ۶۳،۶۶،۱۱۰،۱۱۲،۱۱۳،۱۱۴
۱۲۹،۱۴۱،۲۰۶،۲۲۸
انور آباد لاڑکانہ ۲۱۲
اودھیاں شریف ۲۴۳
اوکاڑہ ۱۷۹،۱۸۰،۱۸۱
ایبٹ آباد ۷،۱۰۶،۱۵۹
ایران ۸۶
ایمن آباد ۹۵

ب۔پ

بالاکوٹ ۱۶۱
بالٹی مور ۸۹
باؤچی نائیجیریا ۱۰۷
بخارا ۸۶
بدوملہی ۲۴۷
برکینا فاسو ۱۱۵
برلن ۲۰۵
برہمن بڑیہ ۱۲۷،۱۲۸
بغداد ۳۵
بلتستان ۱۳۲
بنگال ۲۳۸
بنگلہ دیش
۱۲۷،۲۲۸،۲۳۳،۲۳۵
بورنیو ۹۴
بہار ۲۳۸
بھارت/انڈیا ۳۲،۳۶،۵۱،۷۸،۸۰،
۸۶،۹۹،۱۲۱،۲۳۷
بھاگلپور ۱۶۳
بہاولپور ۹۶،۱۱۷،۲۳۶،۲۵۰
بہاولنگر ۱۶۸،۲۵۲
بھٹیاں گوٹ ۱۳۸
بھدرک ۲۲۶
بھریا روڈ ۱۸۶
بہلول پور ۲۱۴
بہوڑو چک ۲۳۸،۲۳۹
بیلجیئم ۱۲۸،۲۱۵،۲۳۹
پاکپتن ۱۵۱
پاکستان ۷،۹،۳۲،۴۱،۴۲،۷۳،۷۸
۱۰۶، ۱۲۶، ۱۴۶، ۱۷۳، ۱۷۹، ۲۱۳
۲۱۴،۲۳۰
پٹنہ ۱۸۷
پرتگال ۱۱۶
پسرور ۷۹
پشاور ۷،۵۰،۵۳،۵۵،۱۲۷،۱۳۶،۱۴۹
پنج شیر ۳۰
پنوں عاقل ۱۷۵،۱۸۸،۱۸۹،۱۹۰
پوڑی بالاکوٹ ۱۶۱
پولینڈ ۲۰۵
پونچھ ۱۲۵،۱۲۶
پیٹس برگ ۸۹،۹۷
پیدروآباد ۱۱۶
پیر محل ۲۴۹

پیروشاہ ۷۵
پیواڑکوتل ۱۲۷

ت۔ٹ

تخت ہزارہ ۹٦،۲۴۲
تربیلا ۱۵۰
ترک پورہ باڈی پورہ ۱۵۴
ترکستان ۸۸
ترن تارہ ۱۴٦
تلونڈی جھنگلاں ۷۵،۷٦،۱٦۷
تنزانیہ ۱۲۷،۲۲۱
تہال ۱٦۵،۱٦٦
تہران ۸٦،۸۷
تھہ غلام نبی ۹۳
تیماپور ۲۰۰
ٹرینیڈاد ۱۰۸،
۱۳۱
ٹل ۴۴
ٹوبہ ٹیک سنگھ ۱۷٦،۱۹۳،۱۹٦،
۲۴۹
ٹوپی ۵۱،۱۴۹
ٹوڈرمل ۱۴۵
ٹورانٹو ۹٦،
۱۲۴،۱۴۴،۱٦۴،۲۰۲،۲۰۹،۲۱۰
ٹیچی مان (غانا) ۱۳۲

ج۔چ

جاپان ۱۵۸
جاجی ۴۹
جالندھر ۲۰۳
جرمنی ۵،٦۵،۷۷،۸٦،۱۱۰،۱۱۳،۱۱۴،
۱۴۴،۱٦۸،۱۸٦،۱۸۷،۱۹۱،۱۹۲،۱۹۵،
۲۰۵،۲۰۸
جسوکی ۷۹،۱۷۷
جکارتہ ۱۰۴
جلالپور جٹاں ۱۵۸
جلوزئی پشاور ۱۳٦
جموں ۱۲۵،۱۲٦
جنڈیالہ ڈھاب والا ۲۲۸
جنجہ ۲۲۰
جورو ۱۳۱
جہلم ۱۱۰،۱۵۰،۱٦۱،۱٦۲،۱٦۳،۱۹۵،
۱۹۷،۱۹۸
جہلن گوجرانوالہ ۲۰۲
جھنگ ۹٦،۹۸
جیکب آباد ۱۸۵،۲۱۸
چاچڑ ۸۷
چادر چک ۱٦۸
چارسدہ ۵۲
چشتیاں ۲۵۲
چک ۴۵ مرڑ ۱۷۲
چک چھور ۱۴۸
چک حسن آرائیں ۱۵۵
چک سکندر ۱۹۷،۱۹۸
چکوال ۹۱
چندور ضلع مونگھیر ۱۹۲
چنیوٹ ۹۵
چونڈہ ۱۷۸،۲۱۸،۲۳۱
چھینہ ۹۱
چیانڈام انڈونیشیا ۵۴

ح۔خ

حافظ آباد ۸۰،۱۴۳،۱۲٦
حسن ابدال ۱۳٦
حیدرآباد ۱٦۳،۱۸۳،۱۹۴،۱۹۵
حیدرآباد دکن ۹۹،۱۰۰
حیفا فلسطین ۲۲۷
خاطبہ سپین ۱۱٦
خانیوال ۱۴۸
خرطوم ۱۳۰
خوست ۳۵
خوشاب ۱۲۱
خیرپور سندھ ۵۴

د۔ڈ۔ر

داتا زیدکا ۷۹
داریل ۱۵۵
دم سم سیاچن ۱۳۲
دوڑنوابشاہ ۲۰۱
دہلی ۳۳
ڈب نزد چارسدہ ۵۳
ڈرکال سپین ۱۱٦
ڈسکہ ۱٦۷،۲۱۱
ڈوگراں والی ۲۲۹
ڈھاکہ ۱۲۷
ڈھونیکی وزیرآباد ۲۱۷،۲۳۰
ڈیٹن امریکہ ۸۹،۹۷
ڈیٹرائیٹ ۱۷۸،۱۷۹،۱۸۴
ڈیرہ غازی خان ۲۵۲

راجن پور ۲۵۱
رامپور ۹۹
راولپنڈی
۴، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۵۰، ۱۶۰،
۱۸۵، ۱۹۲، ۲۰۵، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۱
ربوہ ۷، ۴۳، ۴۴، ۹۴، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۵
۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۲۴، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲
۱۳۳، ۱۳، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۵، ۱۵۷،
۱۶۱، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۷،
۱۷۸، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۶
۱۹۳، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۴، ۲۱۱،
۲۱۵، ۲۱۶، ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۶،
۲۴۲، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۲
رحیم یار خان ۹۶، ۲۵۰
رنگون ۹۶
روس ۱۶۲

س ۔ ش ۔ ص

سانکیانگ ۵۲
سانگلہ ہل ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۲
ساہیوال ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۴۵
ساؤتھ افریقہ ۸۳
سپین ۱۱۵، ۱۱۶
سٹھیالی ۶۱
سدووالہ نیواں ۲۴۷، ۲۴۸
سرحد صوبہ ۴۳، ۵۳
سرگودھا ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۹۴، ۲۱۴، ۲۴۲
سری گوبند پورہ ۶۷
سری لنکا ۱۷۴
سسکاٹون ۱۱۳
سعودی عرب ۱۱۵
سکرنڈ ۱۹۶
سکھر ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۹۰، ۱۹۲، ۲۱۵، ۲۱۶
سلانوالی ۹۵
سلوخ ۸۸
سمندری ۱۶۳
سندربن ۲۳۳، ۲۳۴
سندھ ۲۰۰، ۲۱۸، ۲۲۰
سنداں والی ۱۴۴
سنگاپور ۹۳، ۹۴
سوڈان ۱۳۰
سورو ۲۲۶
سوئٹزرلینڈ ۱۱۰، ۱۸۶
سویڈن ۱۶۵، ۲۰۵، ۲۱۹
سیالکوٹ ۱۱۲، ۱۳۹، ۱۴۴، ۱۶۷، ۱۸۲
۲۱۱، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۹
سیرالیون ۹۱، ۹۲، ۱۳۱
سیمپی ایلن ۲۴۶
شام ۹۷
شاہ پور ۸۷
شکارپور ۱۸۵، ۲۱۵، ۲۱۸
شیخوپورہ ۱۰۰، ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۶۸، ۱۶۹
۱۸۱، ۲۰۸، ۲۳۸
شیرپور افغانستان ۴۸
صوابی ۵۱

ع ۔ غ ۔ ف ۔ ق

عارف والا ۱۵۵
عراق ۳۵
غانا ۹۲، ۹۹، ۱۰۹، ۱۱۳، ۱۳۲، ۲۲۶
غرناطہ ۱۱۶
فاروق آباد ۱۹۱
فجی ۹۶، ۱۳۳
فرینکفورٹ ۱۱۰
فلسطین ۱۲۹، ۲۲۷
فیروزپور انڈیا ۱۷۹
فیصل آباد ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۶۳، ۱۶۷،
۱۷۰، ۱۷۲، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۲،
۲۰۴، ۲۱۶، ۲۳۵، ۲۳۹، ۲۴۶، ۲۴۷،
۲۴۹، ۲۵۱
فیض اللہ چک ۹۳، ۲۰۹، ۲۲۲
قادرآباد ۷۲
قادیان ۳۰، ۳۳ تا ۳۶، ۴۲، ۵۷، ۵۸،
۶۰ تا ۷۵، ۸۰، ۹۱، ۹۲، ۹۴، ۹۹، ۱۰۳،
۱۰۸، ۱۲۰ تا ۱۲۹، ۱۳۸، ۱۴۳، ۱۴۵،
۱۴۶، ۱۶۷، ۱۷۱ تا ۱۷۴، ۱۸۴، ۱۸۵،
۱۸۷، ۱۹۲، ۲۲۶، ۲۳۸
قاضی احمد نواب شاہ ۹۸، ۲۰۰
قاہرہ ۱۱۴
قبولہ ۱۵۶

ک ۔ گ

کابل ۲۱، ۲۴، ۲۵، ۳۰ تا ۳۳، ۴۸، ۴۹
کاشغر ۸۷، ۸۸
کانپور ۱۹۴
کانو ۱۰۵ تا ۱۰۸
کبابیر ۱۲۹
کٹک ۲۲۶
کٹھوعہ ۱۷۳
کراچی ۸۴، ۹۹، ۱۰۵، ۱۴۵، ۱۸۳،
۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۸، ۲۲۰

۲۲۳، ۲۴۷
کرناٹک ۲۰۰
کرونڈی ۱۳۸، ۱۳۹
کشتواڑ ۱۳۳
کشمیر ۷۸، ۸۰، ۸۱، ۱۰۶، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۵،
۱۲۶، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۷۳، ۲۱۷
کلیولینڈ ۸۹
کماسی ۹۹
کنڈیارو ۱۳۹
کنری ۹۴، ۱۶۵، ۲۱۹
کنگی والا ۱۴۷
کوٹلاں چہلاں ۹۱
کوٹلی کشمیر ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۷۴
کوریل کشمیر ۱۷۴
کوہاٹ ۴۴
کوہلووال ۱۴
کوئٹہ ۳۶، ۱۴۵، ۱۴۷
کھارا ۷۱، ۷۴، ۱۴۷
کھاریاں ۱۰۵
کھرولیاں ۱۶۷
کھلنا بنگلہ دیش ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۵
کھنڈو ۱۷۳
کیرنگ ۲۲۶
کیلگری ۱۹۳
کیلیفورنیا ۱۰۰
کیمبل پوراٹک ۱۰۶
کینیا ۱۱۲، ۲۲۱
کینیڈا ۹، ۹۶، ۱۰۶، ۱۱۳، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۸،
۱۴۱، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۷۰، ۱۹۹
، ۲۰۶، ۲۱۰
گجرات ۴۸، ۶۴، ۶۵، ۷۹، ۱۱۷، ۱۵۹،
۱۶۵، ۱۹۸، ۲۴۸
گلگت ۸۸، ۱۳۲، ۱۵۴
گمبٹ ۵۳، ۵۴
گنی بساؤ ۱۱۵، ۱۱۶
گوٹھ عبدو سکھر ۱۸۵
گوجرانوالہ ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۴ تا ۱۴۷، ۲۰۰
گورداسپور ۹۱، ۱۲۲، ۱۹۸
گھوکھووال ۱۸۶
گولیکی ۶۴، ۲۴۸
گھٹیالیاں ۲۳۹
گھوٹکی ۱۹۰
گیانا ۱۳۱
گیمبیا ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶

ل۔م

لاڑکانہ ۱۷۶، ۲۲۱، ۲۱۲
لالیاں ۲۳۶
لامبوک ۲۴۶
لاہور ۷، ۵۴ تا ۵۷، ۶۸، ۹۰، ۹۱، ۹۶
۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۲۰، ۱۲۴، ۱۲۹، ۱۴۴
۱۵۸، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۷۸، ۱۸۳
۱۹۱، ۱۹۳، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۸،
۲۴۱، ۲۴۷
لائبیریا ۱۱۰
لدھیانہ ۴۱، ۱۲۰، ۲۳۷
لکھنو ۹۹
لمباسہ ۹۷، ۱۳۳
لندن ۶۳، ۶۶، ۹۳، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۴،
۱۱۶، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۰۶، ۲۳۳
لنگیری ضلع جالندھر ۲۰۳
لواء کرکوک ۳۵
لودھراں ۱۱۷
لیگوس ۱۰۲
لیہ ۱۶۸
ماریشس ۸۲، ۹۰، ۹۱، ۱۰۸
ماشومی ۵۱
مالوکے بھگت ۱۲۱
مالیرکوٹلہ ۲۳۸
مانٹریال ۱۲۴
مانڈلے ۹۶
مانسہرہ ۴۲
ماہل پور ۱۷۸
محراب پور ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۷
محمود آباد سندھ ۹۵، ۱۳۸
مدینہ ضلع گجرات ۱۰۲
مڈھ رانجھا ۱۶۴
مردان ۵۰، ۵۱، ۹۶، ۱۳۵، ۱۴۹، ۱۶۱،
۲۱۳، ۲۱۴
مشرق وسطیٰ ۱۲۷
مشہد ۸۶
مشی گن ۱۷۸
مصر ۱۱۴، ۱۲۵
مظفر آباد ۱۰۶
مغربی افریقہ ۹۳، ۹۹، ۱۹۹
ملتان ۱۰۷، ۱۸۱، ۲۰۹، ۲۱۷
ملہہ ضلع لدھیانہ ۲۱۳
موسیٰ والا ۱۶۷، ۱۶۸
موگہ ضلع فیروز پور ۱۷۹

مومن ضلع شیخوپورہ ۱۴۸
مونگھیر ۱۹۲
مہدی پور ضلع سیالکوٹ ۱۱۲
میڈرڈ ۱۱۶
میری لینڈ ۱۷۸
مینی ضلع مردان ۱۴۹

ن۔و۔ہ۔ی

نارووال ۲۴۱، ۲۴۷، ۲۴۸
ناروے ۱۶۴، ۱۸۸
ناصر آباد سندھ ۱۳۸، ۲۰۰
ناصر آباد کشمیر ۱۶۴
نائیجیریا ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲
ننگل باغباں ۶۱، ۶۷
نواب شاہ ۱۳۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۶، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۲۳
نوشہرو فیروز ۱۸۶، ۱۸۷
نیروبی ۱۸۴، ۲۲۱، ۲۲۸
نیگومبو سری لنکا ۱۷۴
وا (غانا) ۱۰۹
وارہ ۱۷۶، ۲۱۳
واشنگٹن ۱۱۱
واہ کینٹ ۱۴۸، ۱۹۶، ۲۱۷، ۲۲۱
وداستی کشمیر ۲۱۷
وزیر آباد ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۳۰
ونجواں ۱۲۲، ۱۲۳
وہاڑی ۲۰۲، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۲۲
ویانا ۲۵۰
ویرووال ۱۴۶
وینکور ۱۳۲
ہارون آباد ۱۶۸
ہالینڈ ۹۸، ۱۰۳، ۱۲۵، ۱۸۲
ہانگ کانگ ۹۶
ہائیڈل برگ ۷۷
ہزارہ ۴۲
ہماچل ۲۳۸
ہمبرگ ۱۸۶
ہندواڑہ ۱۰۶
ہوشیار پور ۱۱۵، ۱۷۸
یورپ ۵۲
یوگنڈا ۲۱۹، ۲۲۰
یوگوسلاویہ ۵۲

☆......☆......☆